ہے۔ خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو گے تو میری ان باتوں کو درگزر کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔''

اس کی وہ وضاحت سن کر میرے وجود میں سکون کی ایک لہر سی سرایت کر گئی۔ اگر وہ کسی مصلحت کی وجہ سے اس وقت جھوٹ بھی بول رہا تھا تو غنیمت تھا۔ اس کی طرف سے ایک سنگین الزام تراشی کا خطرہ کم از کم عارضی طور پر ٹل رہا تھا۔

''میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ سوبھراج کو اس کے بل سے نکال کر منظر عام پر لے آؤ۔ میں ڈینی کو دوبارہ پکڑ کر منظر عام پر لے آؤں گا۔''

''میں اسی بارے میں بات کرنا چاہ رہا ہوں لیکن پہلے تم اپنی دوسری شکایت کے بارے میں بتاؤ۔ ایک دوسرے کے دل صاف کیے بغیر ہم کھل کر بات نہیں کر سکیں گے۔''

''تم میرے خلاف کون سا ناقابلِ تصور قدم اٹھانے والے تھے؟''

''وہ ایک ہی بات تھی۔ تمہارے خلاف اس سے بڑا قدم کیا ہو سکتا تھا کہ میں تمہیں ڈینی قرار دے دیتا۔ اس خبیث کے فرار سے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔''

''مناسب سمجھو تو اپنے نقصان کے بارے میں بتا دو۔''

''سوبھراج کو پتا چل گیا ہے کہ میں اس کے پیچھے لگ گیا ہوں۔''

''اور یہ بات ڈینی نے اسے بتائی ہے!'' میں نے جواب طلب لہجے میں کہا۔

''بات اتنی سیدھی نہیں، ذرا الجھی ہوئی ہے۔'' اس نے متذبذب لہجے میں جواب دیا ''پچھلی رات میرے دو آدمی ڈینی کا نشانہ بنے ہیں۔ اس نے ایک کو مار دیا۔ دوسرا پکڑا گیا اور بات کھل گئی کہ سوبھراج کا پیچھا کون کر رہا ہے۔''

''تم سولجر بازار والے واقعے کی بات تو نہیں کر رہے؟'' میں نے انجان بن کر پوچھا۔

''اس واقعے نے مجھے پریشان کر دیا۔ اسی حالت میں، میں نے صبح تم کو فون کیا تھا۔ تم نے ڈینی کے فرار کی خبر سنائی تو میں خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔''

''سوبھراج اپنے گھر سے اتنی دور کیا کر رہا تھا؟''

''ابھی یہ بات کھلی نہیں ہے۔ وہیں سنیل کا گھر ہے۔'' نک نے اپنی دانست میں انکشاف کیا۔ ''سوبھراج اسی کے گھر میں چھپا ہوا تھا۔ میرے آدمی وہاں پہنچے تو وہ سنیل سمیت غائب ہو چکا تھا۔''

''اوہ! تو یہ قصہ تھا۔'' میں نے چونکنے کی صداکاری کی۔ ''لیکن وہاں ڈینی کہاں سے آ گیا!''

''وہ وطن پرستی کے خبط میں مبتلا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کو کہیں سے سوبھراج کے بارے میں کوئی سن گن مل گئی ہو اور وہ تمہارے چنگل سے فرار ہونے کے بعد وہاں پہنچ گیا ہو۔''

''تم ڈینی کی موجودگی کے بارے میں اتنے پر یقین کیوں ہو؟ ہو سکتا ہے کہ تمہارے آدمیوں کو کسی اور نے نقصان پہنچایا ہو۔''

''ہر بات ہر شک و شبے سے بالا ہے۔ پہلے وہ صرف بیم گن استعمال کرتا تھا۔ اب دہلی سے کراچی تک میں پیش آنے والے واقعات سے ایسی مستند شہادتیں مل چکی ہیں کہ وہ اپنے حریفوں کے خلاف دو قسم کی زہریلی سوئیاں استعمال کرتا ہے۔ ایک زہر آدمی کو بہت سرعت سے ہلاک کرتا ہے اور دوسرا اعصاب کو ناکارہ کر کے اس کے حریف کو بے ہوش کر دیتا ہے۔''

''تو کیا تمہارے دونوں آدمیوں پر وہی زہر آزمائے گئے ہیں؟''

''پوسٹ مارٹم رپورٹ اسی زہر کی کہانی سنا رہی ہے۔ زندہ بچ جانے والے کے خون کے ٹیسٹ میں دوسرے زہر کے سالمے پائے گئے ہیں۔''

''وہ واقعہ میرے علم میں آ چکا ہے۔ اس میں ملوث دونوں افراد سفید فام تھے۔ کیا تم کسی مقامی کو وہاں نہیں بھیج سکتے تھے؟''

''اس وقت یہ سب سے بڑی مجبوری ہے۔ مقامیوں سے میں سوبھراج کے ذریعے کام لیتا تھا۔ اب یہ کڑی ٹوٹ چکی ہے۔''

''وہ دونوں مقامی ہوتے تو سوبھراج تم پر شبہ نہ کرتا۔ اب معاملہ واقعی سنگین ہو گیا ہے۔ اس نے راج محل کو آگ لگا دی ہے.....''

''میں یہی کہنے جا رہا تھا۔ ڈینی نے سب کچھ تباہ کر دیا ہے۔ میری طرف سے بدک جانے کے بعد سوبھراج کسی پر اعتماد نہیں کرے گا۔ راج محل کی آتش زنی کے بعد اب غالب امکان یہ ہے کہ وہ زیرِ زمین چلا جائے گا اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کرے گا۔''

''میں حیران ہوں کہ ڈینی سنیل کے گھر کیسے پہنچ گیا۔ اس کی کمین گاہ کے بارے میں تم نے اتنی رازداری سے کام لیا تھا کہ مجھے بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہارے آدمیوں کا پیچھا کرتا ہوا وہاں تک پہنچا ہو۔''

اس سے رابطہ بحال ہونے پر مجھے خاصی تقویت ملی تھی اور میں وہ موقع بھرپور انداز میں استعمال کر کے اس کے ذہن سے ہر قسم کے شکوک و شبہات مٹا دینا چاہتا تھا۔

''کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ زندہ بچنے والے کو یقین ہے کہ ان دونوں کا پیچھا نہیں کیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ڈینی پھر میدان میں اتر آیا ہے۔ ان دونوں کو میرے ایما پر وہاں بھیجا گیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں ایک قیمتی آدمی کے قتل کی ذمے داری سے نہیں بچ سکتا۔''

''تمہیں سرکاری سطح پر احتجاج کرنا چاہیے۔'' میں نے مشورہ دیا۔

''نہیں کر سکتے۔'' اس کی آواز سے بے چارگی مترشح تھی ''پہلے ہمیں یہ بتانا پڑے گا کہ ہمارے دونوں آدمی اس علاقے میں کیوں گئے تھے۔''

''وہ راج محل میں آرام کر رہا تھا۔ تمہارے آدمی اسے سنیل کے گھر پر تلاش کر رہے تھے۔'' میں نے اس کی دکھتی ہوئی رگ کو دبایا۔

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ یکا یک کیا ہو گیا۔ میں بہت مشکل میں پھنس گیا ہوں۔''

''مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔'' میں نے خلوص سے پوچھا۔

''سوبھراج پر نگاہ رکھو اور ڈینی کو کسی طرح میرے حوالے کر دو۔''

''نک..... یہ نہیں ہو سکتا۔ زیرزمین چلے جانے کے بعد سوبھراج ہم کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ راداے اسے بہت بے رحمی سے استعمال کریں گے۔ اب وہ عزت دو قار اور ساکھ سب کچھ کھو چکا ہے۔ ایک عام مجرم کی سطح پر گر کر وہ بہت خوفناک ہو جائے گا۔ اس کے بغیر ڈینی تمہارے ہاتھ نہیں آ سکتا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر تم سے یہ سودا طے کیا تھا۔''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ انعام کی رقم دگنی کروا دوں گا۔''

''سوگنا بھی کم ہو گی۔ مجھے پیسے کی زیادہ ہوس نہیں ہے۔ میرا آدمی سامنے لے آؤ، اپنا آدمی مجھ سے لے لو۔ یہ بالکل سیدھا اور کھرا سودا ہے۔ اب تم کو یہ بات مان لینی چاہیے کہ تم نے تیزی دکھا کر اپنی غلطی سے حالات بگاڑے ہیں۔ بنکاک سے واپسی پر تم اسے نہ چھیڑتے تو وہ گھبرکر کسی چوہے کی طرح پکڑ لیا جاتا۔ اب وہ ہر طرف سے چوکنا ہو چکا ہے۔''

''خبریں واضح نہیں ہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ کوئی سرکاری پارٹی اس کے وارنٹ لے کر راج محل پہنچی تھی۔ اس کے بعد سوبھراج نے اپنے گھر کو آگ لگائی تھی۔''

''تم نے ٹھیک سنا ہے۔ اس کے ستارے گردش میں آئے ہوئے ہیں۔''

''وہ مجھ سے بدظن ہو چکا ہے۔ اس سے ہر اعزاز چھین لیا گیا ہے۔ اس کے وارنٹ نکل چکے ہیں۔ ایک بڑے اخبار نے آج دل کھول کر اس کی کردار کشی کی ہے۔ اب وہ کسی قیمت پر سامنے نہیں آئے گا۔ بازی اچانک اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔''

''اور اس کے ذمے دار تم ہو۔ تم اسے ہوشیار نہ کرتے تو وہ بے خبری میں آسانی سے پکڑ لیا گیا ہوتا مگر تمہارے سر پر غداری کی سزا کا بھوت سوار تھا۔ اس کا انجام تمہارے سامنے ہے۔''

''میرا کندھا استعمال ہوا ہے ورنہ بندوق چلانے والا کوئی اور ہے۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے دباؤ ڈال کر سوبھراج کو واپس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔''

''ساری اطلاعات تم نے فراہم کیں۔ ان کی بنا پر ایڈی یا کسی اور نے کارروائی کی تو تمہیں اس کو روکنا چاہیے تھا۔''

''پہلا حملہ ناکام ہونے تک میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ سوبھراج کو کراچی پہنچتے ہی غداری کی سزا دینے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ وہ جس کسی کا بھی فیصلہ تھا' بالکل غلط تھا۔ اب سب مل کر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔''

''سنیل کے گھر آدمی بھیجنے کا فیصلہ تمہارا تھا' بات وہیں سے بگڑی ہے۔''

''اعتماد کی فضا میں اس نے مجھے خود بتایا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے۔ میں نے سوچا کہ اب پہلی غلطی کا ازالہ کر دیا جانا چاہیے مگر یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔''

''تم نے میرا کام مشکل کر دیا ہے۔ پتا نہیں اب وہ کب قابو میں آئے گا؟''

''میں تمہاری جلد از جلد کامیابی کے لیے دعاگو رہوں گا'' اس وقت نک اپنی بدلی ہوئی عاجزانہ آواز کی وجہ سے کوئی اور ہی آدمی محسوس ہو رہا تھا ''اگر تم ڈینی کو اپنے ہاتھوں سے میرے حوالے نہیں کرنا چاہتے تو مجھے اس کا ٹھکانا ہی بتا دو۔''

''وہ ٹھکانے بدلتا رہتا ہے۔ تم نے اس کے خلاف کوئی غلط قدم اٹھایا تو سوبھراج کی طرح وہ بھی زیرزمین چلا جائے گا۔ میں ایسا کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''میں حیران ہوں کہ ڈینی پر مقرر کیے ہوئے دو ملین ڈالر کے انعام میں کسی پاکستانی کو دلچسپی نہیں ہے۔'' اس کی مخمل آواز ابھری ''اتنی بڑی رقم کے لیے امریکا میں لوگ اپنی جانیں لڑا دیتے۔''

''میرے لیے رقم سے زیادہ اہمیت اصولوں کی ہے۔''

''میرا خیال تھا کہ میں تمہیں قائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن تم بہت سخت آدمی ہو۔ مجھے زندگی بھر قلق رہے گا کہ میں پاکستان سے جاتے ہوئے ڈینی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا'' اس کی آواز میں افسردگی اتر آئی۔

''میں کافی دنوں سے تمہارے جانے کا ذکر سن رہا ہوں لیکن تم ابھی تک یہاں ٹکے ہوئے ہو۔ شاید آنے والے دنوں میں تمہاری یہ حسرت پوری ہو جائے۔''

''پرسوں میں چلا جاؤں گا'' نک کی شکست خوردہ آواز مجھے کسی گہرے کنوئیں کی تہ سے آتی ہوئی محسوس ہوئی ''کئی دن

Downloaded from https://paksociety.com

سے میں اپنی درخواست پر یہاں رکا ہوا تھا۔ میری دلی آرزو تھی کہ میں تم سے ڈینی والی ڈیل مکمل کرسکوں۔''

''شاید تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ پاکستان سے تم کہاں جارہے ہو؟''

''یہ سیکرٹ ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے مجھے بایولوجیکل گن واپس چاہئے'' میرا خیال تھا کہ وہ اس گن کو بھول چکا ہے لیکن اسے اپنا دیا ہوا وہ ہتھیار یاد تھا۔

''کیا وہ گن واقعی اہم ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم'' اس نے دوٹوک جواب دیا ''مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا' وہ میں نے تمہارے سامنے دہرادیا تھا۔ اس سے آگے میں لاعلم ہوں۔''

''پھر تمہارے محکمے میں کوئی تمہیں چکر دے رہا ہے'' میں نے اسے ذہنی جھٹکا دینے کے ارادے سے کہا ''میں نے اس گن کو ایک بلی پر آزمایا تھا۔ اس سے خارج ہونے والی گیس اعصاب کو واقعی مفلوج کردیتی ہے مگر اسی کے ساتھ اس میں حساس آلات پوشیدہ ہیں.....''

''ہوں گے'' اس نے میری بات کاٹ کر کہا ''وہ جیسی بھی ہے' مجھے لوٹادو۔''

''اگر میں انکار کردوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں ایڈی کو بتادوں گا۔ یہ چوٹ بھی میرے حساب میں ڈال دی جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ میرا جانشین تم سے بی گن واپس لینے میں کامیاب ہوجائے۔''

میرے سوال نے اسے آزردہ کردیا تھا۔ میں نے خوش دلی سے کہا ''کل صبح میرا کوئی آدمی وہ گن تمہارے دفتر پہنچادے گا۔ میں ایسے شعبدوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا۔''

''گڈ! میں تمہارا ممنون رہوں گا۔ اس وقت میں خود کو ہارا ہوا جواری محسوس کررہا ہوں جسے ہر شخص زک پہنچا سکتا ہے۔''

''زندگی میں کبھی کبھی ایسا دور بھی آتا ہے۔ تمہیں دل چھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں'' میں نے اسے تسلی دی۔ مجھے حیرت ہورہی تھی کہ وہ اس قدر بددلی کا شکار ہوچکا تھا۔

''کامیابیاں اور ناکامیاں زندگی کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ پاکستان آنے کے بعد مجھے فریب اور ناکامیوں کے سوا کچھ نہیں ملا۔ میں ایک مشن پر یہاں آیا تھا' مجھے صدمہ ہے کہ پرسوں میں خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں گا۔''

میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ آئندہ کبھی پاکستان آنے کا نام نہیں لے گا۔ وہ خوش نصیب تھا کہ اپنے قدموں پر چل کر واپس جارہا تھا۔ اس کے کئی ساتھی پاکستان سے تابوتوں میں بند کرکے لے جائے گئے تھے۔

''ماضی کی تلخیوں کو چھوڑ کر اس وقت ہمارے درمیان خیرسگالی موجود ہے۔ میں اسی جذبے کے تحت جاننا چاہتا ہوں کہ سوبھراج نے رات والے واقعے کے بعد تم سے کوئی بات کی ہے یا اس نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے؟''

اس نے میری بات کا فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا ''تم اس کے دشمن ہو اور اس کا میرا بھی دوست نہیں رہا۔ وہ تمہارے ہاتھوں سے شاید بچ جائے لیکن ہم بیس برس بعد بھی اسے ضرور سزا دیں گے۔ یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں کہ اس نے مجھ سے بدکلامی کی اس کا دعویٰ تھا کہ اب ہم کسی قیمت پر اس تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ چن چن کر ہمارے مفادات کو نشانہ بنائے گا۔''

''وہ تمہارے لیے دوسرا ڈینی بننے کی کوشش کرے'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ ملول اور افسردہ تھا۔ ایک کامیاب افسر کی زندگی مسلسل ناکامیاں آنے لگیں تو شاید یہی ہوتا ہے۔ میں کچھ دیر تک اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کیں پھر اس نے خود ہی کا وہ سلسلہ منقطع کردیا۔

''مبارک ہو'' سلطان شاہ نے گرم جوشی سے کہا ''ایک دشمن محاذ خالی کرکے میدان سے بھاگ رہا ہے۔''

''کیا احمقانہ بات کررہے ہو'' ویرا منہ بنا کر بولی ''دشمن کے مقابلے میں جانا بوجھا حریف ہمیشہ آسان ثابت ہوتا ہے۔ وہ جائے گا تو کوئی اور اس کی جگہ لے لے گا۔ ضروری نہیں کہ وہ اسی آسانی سے ہمارے پھندے میں آجائے۔''

''پچھلے دنوں یہ بات بھی سننے میں آئی تھی کہ اب اس سے کسی کو یہاں بھیجا جائے گا'' غزالہ نے یاد دلایا۔

''دیکھیں گے کہ کون آتا ہے؟ نک پرسوں چلا جائے۔ میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا ''سوبھراج کو ابھی میں کچھ وقت لگے گا۔''

''سوبھراج یہاں پھنس گیا ہے'' سلطان شاہ نے ''ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں نام آجانے کے بعد وہ کہیں نہیں ہوسکتا۔''

''وہ باضابطہ طور پر کہیں نہیں جاسکتا۔ اس کے فرار کے سب راستے کھلے ہوئے ہیں'' ویرا نے فوری طور پر جواب دیا ''وہ سندھ کے ویران ریگستان سے کسی بھی وقت سرحد پار ہے۔''

ویرا کی بات درست تھی۔ میں نے یہ سوچ کر اس کا ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کرانے کی تجویز دی تھی کہ مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے سیاسی اور سماجی مقام پر فائز حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا اور ہم رفتہ رفتہ گھیرا تنگ کرکے آخر کار اس پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوجائیں گے مگر اس کے واپس آتے ہی حالات نے ایسا کھایا تھا کہ سوبھراج کو ہر طرف سے اپنا مستقبل تاریک

Downloaded from https://paksociety.com

آنے لگا تھا۔

چار پانچ جلال کی طرف سے خبر ملی کہ کچھ نامعلوم شرپسندوں نے محمود آباد کے علاقے میں ایک مقفل مندر کو آگ لگا دی تھی اور اس علاقے کی ہندو آبادی میں بے چینی کی ایک شدید لہر دوڑ گئی تھی جس پر قابو پانے کے لیے سماجی عمائدین حرکت میں آ گئے تھے۔

''یہ تشویش ناک واقعہ ہے۔ یہ مذہبی رواداری کا شہر ہے۔ مسلمان آپس میں لڑتے رہتے ہیں لیکن اقلیتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے'' ویرا نے فکر آمیز لہجے میں کہا ''پچھلے کئی برسوں میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہاں اتفاقی طور پر آگ لگی ہو؟'' غزالہ بولی۔

''خبر کسی ایرے غیرے نے نہیں' جلال نے دی ہے'' سلطان شاہ نے توجہ دلائی ''وہ سوچے سمجھے بغیر اتفاقی آگ کو نامعلوم شرپسندوں کی کارروائی قرار نہیں دے سکتا۔''

جلال نے وقت نکال کر مجھے وہ اطلاع دی تھی۔ اس کے پاس زیادہ گفتگو کا وقت نہیں تھا ورنہ میں اس سے مزید کچھ پوچھتا۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ اس واقعے کی کوئی نہ کوئی اہمیت ضرور تھی ورنہ جلال یوں مجھے مختصر فون نہ کرتا۔

''ایک مندر میں آگ لگنے کے واقعے میں ایسی کیا خاص بات پوشیدہ ہے کہ جلال نے اس بارے میں آپ کو فون کیا ہے؟'' غزالہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔

''میں خود بھی اسی فکر میں مبتلا ہوں'' میں نے اعتراف کیا۔

''زیادہ فکر نہ کرو۔ دبلے ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوبھراج کی حرکت ہے۔ اس نے شہر بھر میں پھیلی ہوئی ہندو برادری کو مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے۔''

''کیا وہ چند گھنٹوں میں اتنا مشتعل ہو گیا ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''مشتعل ہو گیا ہوتا تو ایسی گھٹیا حرکت نہ کرتا'' ویرا نے بلاتوقف جواب دیا ''وہ ابھی تک صدمے' بے یقینی اور جھنجلاہٹ کا شکار ہے اور اسی عالم میں یہ حرکت کر گزرا ہے۔''

''اس وقت وہ روپوش ہے۔ سنیل کے سوا کوئی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ دونوں زخمی ہیں۔ اس نے یہ کام کن لوگوں سے لیا ہوگا؟'' ویرا کی بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

ویرا نے اپنی جگہ چھوڑ کر اطمینان سے سگریٹ سلگائی پھر ٹہلتے ہوئے بولی ''وہ سوبھراج کے ساتھ کو برا بھی ہے۔ شہر بھر کے چھٹے ہوئے بدمعاش اس کے رابطے میں ہیں۔ کوبرا کے روپ میں وہ کسی سے بھی کام لے سکتا ہے۔''

ویرا کی وہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ یہ بات تک بھی مجھے بتا چکا تھا کہ ایف بی آئی کی فیلڈ فورس سے کام لینے کی ساری ذمے داری سوبھراج کے سر تھی۔

''مندر کو اس نے آگ لگوائی ہے تو یہ آنے والے بڑے خطرے کی گھنٹی ہے'' میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا ''وہ امن و امان کے سنگین مسائل پیدا کر دے گا۔''

''یہ دیوانگی ہے' اسے روکنا ضروری ہے'' ویرا نے پرتشویش لہجے میں کہا ''تم کو اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ اس وقت وہ صرف تمہاری بات سنے گا۔''

اصل صورت حال جو بھی رہی ہو' یہ ایک حقیقت تھی کہ میں نے ڈینی کی حیثیت سے سوبھراج کے ساتھ اپنے مراسم نہیں بگاڑے تھے۔ کراچی آنے کے بعد اس کے ساتھ جو کچھ ہوا' اس کی ذمے داری نک پر عائد ہوتی تھی اور یہ بات سوبھراج اچھی طرح جان چکا تھا۔

نک نے اپنی گردن بچانے کے لیے پہلے واقعے کی ذمے داری کا رخ میری طرف موڑنے کی کوشش کی تھی اور سوبھراج بھی اس جھانسے میں آ گیا تھا لیکن میں اسے سمجھانے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرے واقعے کے نتیجے میں یہ بات خود بہ خود ابھر کر سامنے آ گئی کہ پہلی حرکت بھی نک کی ہی تھی۔

مجھے یہ موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں سوبھراج سے بات کر کے اس کے عزائم کا اندازہ لگاتا۔ وہ آسمان سے گر کر اچانک زمین پر آ گیا تھا۔ سب کچھ کھو دینے کے بعد وہ جس ذہنی صدمے سے دوچار تھا' اس سے سنبھلنے کے لیے اسے دو چار دن درکار تھے۔

میرا ارادہ تھا کہ اس کے نارمل ہو جانے کے بعد اس سے بات کروں گا مگر تازہ ترین اطلاع اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ کام مؤخر نہ کیا جائے۔ نقصانات سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ مصلحت سے کام لے کر بھڑکے ہوئے دشمن کو ٹھنڈا کیا جائے۔

وہ ایک بڑا فیصلہ تھا۔ اس پر عمل کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور کرنا ضروری تھا۔ میں نے مضطربانہ انداز میں اپنی جگہ چھوڑ کر ویرا کے ساتھ کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔

''کیا فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری محسوس کر رہے ہو؟'' ویرا نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں فیصلہ کر چکا ہوں' بس اس سے بات کرنے کے لیے تھوڑی سی ذہنی تیاری کر رہا ہوں۔ اس وقت وہ بہت زیادہ حساس اور چڑچڑا ہو رہا ہوگا۔''

''یہ نہ بھولو کہ وہ ایک غدار ہے'' ویرا نے تیکھے لہجے میں کہا

''اس وقت مجھے اس کو ہر وہ رعایت دینی ہوگی جو میں ایک مجروح اور محروم دوست کو دے سکتا ہوں.....'' میں نے کہنا

Downloaded from https://paksociety.com

شروع کیا لیکن ویرا نے درمیان میں ٹانگ اڑادی۔

''ڈیل کارنیگی کے کتابی فلسفے پر چلنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کے شکستہ اعصاب پر نپی تلی ضربیں لگا کر اسے اتنا نڈھال کردو کہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہ رہے۔''

''اس وقت وہ چھپا ہوا ہے۔ اسے ہر طرف اپنے دشمن ہی دشمن نظر آرہے ہوں گے'' میں نے کہا۔ ''اسے سامنے لانے کے لیے یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ ابھی شہر میں اس کا کوئی ہمدرد اور خیر خواہ موجود ہے۔''

ویرا اپنے شانے اچکا کر رہ گئی مگر اس کی چہل قدمی جاری رہی۔

''ویرا کی باتوں پر نہ جائیں۔ آپ بالکل صحیح سمت میں سوچ رہے ہیں'' غزالہ نے بھرپور انداز میں میری حمایت کی ''اسے ہمدردی جتا کر ہی ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے۔''

''یہ بہت برا ہوا کہ اسے روپوش ہونے کا موقع مل گیا'' سلطان شاہ متاسفانہ لہجے میں بولا ''پتا نہیں اب وہ کب ہاتھ آئے گا؟''

''چپ چاپ بیٹھے رہو'' ویرا نے اسے ڈانٹا ''گڑے مردے مت اکھیڑو۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب آگے کی فکر کرو۔''

''پتا نہیں سوبھراج کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا تھا کہ اس نے تمہیں پنجیرہ میں باہر نکلنے کی اجازت دے دی!'' سلطان شاہ نے غصے سے جواب دیا ''تم اسی کے پاس رہتیں تو آج ہم سب کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔''

''تمہیں معلوم ہے کہ کوّوں کے کوسنے سے ڈھور نہیں مرتے۔ میں تمہارے سینے پر اسی طرح مونگ دلتی رہوں گی'' سلطان شاہ کو تاؤ دلا کر ویرا نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

''یہ پٹھان کا سینہ ہے'' سلطان شاہ اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر فخر سے بولا ''اس پر عورت تو کیا' کوئی سورما بھی سوار نہیں ہوسکتا۔ اس میں بس کوئی گولی ہی اتر سکتی ہے۔''

''کسی وقت مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ دو منٹ میں سارا زعم دور کر دوں گی'' ویرا نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

''عورتوں سے لڑنا بہادری کے خلاف ہے'' وہ بے نیازی سے بولا۔

''بزدلی اور بہادری کے فیصلے بعد میں کر لینا۔ مجھے سوبھراج سے بات کرنے دو'' میں نے ترشی سے کہا اور ان دونوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

گھنٹیاں بجتی رہیں لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں آیا۔ تیسری گھنٹی بجنے کے بعد مجھے شبہ ہونے لگا کہ بھاگ دوڑ میں سوبھراج اپنے سیٹ لائٹ فون سے محروم ہو چکا تھا۔ میں صبر کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ آخر پانچویں گھنٹی کے بعد سوبھراج کی گونجیلی آواز سنائی دی جس میں رعب دبدبے کے بجائے مجھے نقاہت اور تشویش سی محسوس ہوئی۔

''تم کہاں ہو؟ اب تمہیں دوست اور دشمن کا علم ہو چکا ہوگا'' میں نے اپنے فون پر اس کی آواز سن کر بے تکلفی سے کہا۔

''دشمن نہیں' وہ آستین کا سانپ ہے'' سوبھراج کی آواز نفرت آمیز ہوگئی ''کسی نمک حرام کی مخبری پر انہوں نے میری برسوں کی خدمات بھلا دیں۔ ویرا کو ان سے چھپا کر میں غدار بن گیا۔ وہ میرے خون کے پیاسے ہیں تو اب میں بھی ان کی جانوں کا دشمن ہوں۔''

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لوگ بہت سفاک ہیں۔ تم تائب ہونا چاہو گے تب بھی وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے' تمہیں مار دیں گے۔''

''اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس سے پہلے نک نے اپنا کمینہ پن دکھا دیا'' اس کی آواز درشت ہوگئی۔ ''یہ بتاؤ' کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''چھوٹ کا ایک دن پورا ہونے سے پہلے تم ان کی صفوں سے نکل چکے ہو.....''

''اب یہ باتیں بے کار ہو چکی ہیں'' اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی ''میں نے اپنی عزت اور ساکھ بچانے کے لیے تم سے وعدے کیے تھے۔ اب سب کچھ خاک میں مل چکا ہے۔ تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر پھونک دیا۔ لوگ اپنی کشتیاں جلا کر میدانِ جنگ میں اترتے تھے۔ میں اپنا گھر جلا کر میدان میں اترا ہوں۔ بہت کچھ اخباروں میں آ گیا ہے۔ جو رہ گیا ہے وہ تم چھپوا دو۔ اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔''

''راج محل جلنے کی خبر سن کر میں سکتے میں رہ گیا تھا۔''

''ایف بی آئی والے کینہ پرور ہوتے ہیں۔ ان کی ناگہانی دشمنی کا اندازہ ہونے کے بعد میں نے سمجھ لیا تھا کہ اب مجھے پوری زندگی روپوش رہنا ہوگا۔ میں منظرِ عام پر آیا اور یہ درندے میرا خون پی جائیں گے۔ مجھے ان سے بچ کر رہنا ہوگا۔''

''لیکن اپنے گھر کو جلانا کہاں کی دانائی ہے؟'' میں نے ہمدردی جتائی۔

''یہ باتیں تم نہیں سمجھ سکو گے۔ یہ بتاؤ کہ تم نے کیوں فون کیا ہے؟''

''میں جاننا چاہتا تھا کہ اب تمہیں مجھ پر یقین آ گیا یا اب بھی بے اعتباری میں مبتلا ہو۔''

''تم پر یقین آ گیا لیکن دوسری ہر ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میری چند دنوں کی غیر حاضری میں

Downloaded from https://paksociety.com

یہاں کیا ہوگیا۔ سب کچھ الٹ چکا ہے۔ زندگی بھر کے ساتھی میری جان کے دشمن ہو چکے ہیں۔ اخبار میرے خلاف زہر اگل رہے ہیں' سرکار خفا ہوگئی ہے۔ سرکاری کارندے میرے وارنٹ لیے گھوم رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ اگر میں اتنا ہی برا تھا تو مجھے اتنی عزت کیوں دی گئی تھی۔''

''میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ اپنے غداروں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔''

''یہ تم نے نہیں کہا تھا' تم سے کسی نے کہا ہوگا۔ یہ بات روز اول سے میرے ذہن میں بٹھادی گئی تھی۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ویرا کو چھپانا ایک قیامت بن جائے گا۔''

''تمہاری دشمنی میں انہوں نے ایک ساتھ سارے محاذ کھول دیے ہیں۔''

''میں بھی انہیں معاف نہیں کروں گا۔ نک کا حشر ایسا ہوگا کہ دوسرے کانپ اٹھیں گے'' اس کی آواز یکا یک غضب ناک ہوگئی۔

''اس کا کیا کرو گے' وہ بے چارہ خود بھی ایک دو روز میں جانے والا ہے'' میں نے سرسری انداز میں اسے وہ اہم اطلاع فراہم کردی۔

''جانے والا ہے!'' اس نے میرے آخری الفاظ دہرائے اور کہا ''پھر مجھے تیزی سے کام لینا ہوگا۔ میری تباہی کا سبب تم ہو اور تباہی لانے والا نک ہے۔''

''مجھے یہ الزام نہ دو۔ میں اب بھی تمہارا خیر خواہ ہوں۔''

''یہ خیر خواہی اب میرے کسی کام نہیں آسکتی'' وہ زہریلے لہجے میں بولا ''تم نے ویرا کو میرے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر میرے لیے مشکلات کھڑی کی تھیں۔ یہ تم ہی تھے جسے پکڑ لینے کی امید میں' میں نے ویرا کو اپنے آدمیوں کے ساتھ راج محل سے نکالا تھا۔ یہ باتیں میرے سینے پر نقش ہو چکی ہیں۔ انہیں میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔''

''خود کو اور ویرا کو بچانا میرا حق تھا اور موقع پا کر میں نے اسے استعمال کرلیا۔ لڑائی شروع ہوتی ہے تو یہی ہوتا ہے۔ ویرا کی آزادی کے بعد میری اور تمہاری لڑائی ختم ہوگئی تھی۔''

''بکاک فون کر کے دوستی میں دھمکیاں دی تھیں!'' اس نے زہریلی آواز میں پوچھا۔

''وہ دھمکیاں نہیں تھیں' میری خواہش تھی کہ تم پاکستانی ہو تو پاکستانی بن کر رہو۔ اس ملک کے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلو۔ ان سے گلوخلاصی کے لیے میں نے تمہیں مہلت بھی دی تھی مگر نک نے سب کچھ تباہ کردیا۔''

''وہ اپنے کیے کی سزا بھگتے گا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ میرا ایسا دشمن ہوگیا ہے۔''

''تمہارا اصل دشمن وہی ہے۔ میری طرف سے تم بلاوجہ بدگمان ہو رہے ہو۔ ذرا سی دیر کے لیے یہ بھول جاؤ کہ ماضی میں کیا ہوتا رہا تھا تو آج کی فضا میں تم مجھے اپنا دوست پاؤ گے۔ مجھے دکھ ہے کہ جب تک تم دوسروں کے اشاروں پر چلتے رہے' مقدر تمہارا ساتھ دیتا رہا اور جب تم نے اپنی مرضی کے راستے کا انتخاب کرنے کا فیصلہ کیا تو تقدیر کی دیوی تم سے روٹھ گئی۔''

''میری دوستی سے تمہیں کیا ملے گا؟'' یکا یک اس نے سوال کیا۔

''دل کا سکون اور میرے لیے یہی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنے گھر کو خود را کھ کردینا آسان کام نہیں ہے۔ تم بہت بڑے دل اور حوصلے کے مالک ہو۔''

''نہیں!'' قدرے توقف کے بعد اس کی آواز آئی ''اس وقت میں کسی پر بھروسا نہیں کرسکتا۔ مجھے کسی کی دوستی کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اس وقت تم اشتعال اور صدمے کی وجہ سے ذہنی انتشار میں مبتلا ہو۔ پرسکون ہو کر سوچو گے تو کسی مضبوط دوست کی ضرورت کے قائل ہو جاؤ گے۔''

''دوستی کے لیے دنیا میں صرف تم نہیں رہ گئے ہو۔ اپنا سب کچھ برباد کر کے مجھے عقل آئی ہے کہ تم بھی بھروسے کے قابل نہیں ہو۔ تم کو ایجنسیوں نے پالا ہوا ہے۔ تم مجھے وہاں لے جا کر مارو گے جہاں مجھے پانی بھی نہیں مل سکے گا۔''

''یہ کہانیاں ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی ہیں جنہوں نے میری گرفتاری پر بڑے انعام مقرر کیے ہوئے ہیں۔ میرا کسی ایجنسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

''تم جھوٹے ہو' ایس ٹی ایف تمہاری پشت پناہی کرتی ہے'' اس کی آواز بلند ہوگئی۔

''یہ سب من گھڑت باتیں ہیں مگر میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ اس وقت تم غصے میں ہو۔ تمہاری کسی بات پر میرا دماغ سنک گیا تو بات بگڑ جائے گی۔''

''ہاں' اس وقت تمہاری خاموشی ہی بہتر رہے گی'' درشت لہجے میں جواب آیا۔

''تم چاہو تو میں ایک اہم بات بتادوں؟'' میں نے نرمی سے پوچھا۔

''اس میں تمہاری طرف سے دوستی کا کوئی دعویٰ شامل نہ ہو تو ضرور بتادو۔''

''آج سہ پہر محمود آباد کے ایک مندر.....''

''ہاں۔ وہاں آگ لگی ہے جو میں نے لگوائی ہے'' اس نے میری بات کاٹ کر اعتراف کیا ''میں اپنا گھر جلا سکتا ہوں تو بھگوان کا مندر کیوں چھوڑوں؟ کیا اسے نظر نہیں آرہا کہ میرے ساتھ اچانک کیسا ظلم ہو رہا ہے' وہ کہاں سویا ہوا ہے؟''

''سوبھراج! اس وقت تمہاری ذہنی حالت قابلِ رحم ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

اب تم اپنے بھگوان سے بھی لڑو گے؟'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

جواب میں اس کا ایک بذیانی قہقہہ گونجا پھر اس نے کہا ''اب یہ نہ کہہ دینا کہ راج محل کو جلانے کے بعد میرا دماغ چل گیا ہے۔ میں بالکل نارمل ہوں۔ مندر جلا ہے تو اب ہندو سڑکوں پر آجائیں گے۔ کل کچھ اور ہوگا' میں پورے شہر کی زندگی تہ و بالا کر کے رکھ دوں گا۔''

''دوسروں کو یہ بات معلوم نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ سوبھراج کے ساتھ تم کو برا بھی ہو'' میں نے اس کی خطرناک ذہنی حالت کے پیش نظر تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ ''نقاب پوش کو برا بن کر تم راداليوں سے ملتے رہے اور اسی کو برا کی آواز شہر کے زرخرید بدمعاشوں پر راج کرتی تھی۔ ان کے ذریعے تم شہر میں چند روز کے لیے ہیجان پیدا کر سکتے ہو لیکن تمہارے لیے خطرات بڑھ جائیں گے۔ یہ خودکشی کا راستہ ہے' اس پر چلنے سے گریز کرو۔''

''اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟'' اس نے ٹکا سا جواب دے کر مجھے خاموش کر دیا۔

اس وقت سوبھراج کی ذہنی رو میرے خلاف چل پڑی تھی۔ بات جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی' اس کا لہجہ جارحانہ ہوتا جا رہا تھا۔

''تم جو چاہو کرتے رہو۔ میں تمہاری سلامتی کے لیے فکرمند رہوں گا'' میں نے بات ختم کرنے کے ارادے سے کہا ''شہر کے بدمعاش کو برا کے لیے صرف چند روز کام کریں گے۔ جب انہیں پیسے نہیں ملیں گے تو وہ سب تمہاری تلاش میں نکل پڑیں گے۔ کچھ باتیں آج کے اخبار میں چھپی ہیں' باقی کل آجائیں گی' پورے شہر کو پتا چل جائے گا کہ کو برا کون ہے؟''

''تم بہت دور دور کی کوڑیاں لا رہے ہو'' میری بات پوری ہونے کے بعد وہ بولا ''کان کھول کر سن لو کہ سوبھراج اب بھی فقیر نہیں ہوا ہے۔ میں وہاں سے لاکھوں ڈالر لے کر نکلا ہوں۔ مجھے نظر آ گیا تھا کہ میرے خلاف اب کیا ہونے والا ہے اسی لیے میں نے فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ اب میں ہر فکر سے آزاد اور بے نیاز ہو چکا ہوں۔''

''تم نے سب کچھ کر لیا مگر اپنی ذات کے لیے۔ اپنے گھر والوں اور سنیل کی گھر والی کے لیے کیا سوچا ہے؟ وہ سب مشکل میں گھر جائیں گے۔''

بات کا رخ میری ذات سے اس کی طرف مڑ گیا تھا۔ میں نے گفتگو منقطع کرنے کا ارادہ کچھ دیر کے لیے ملتوی کر دیا۔

''اگر قانون کے رکھوالوں نے انہیں تنگ نہ کیا تو وہ اپنا وقت گزار لیں گے اور اچھا گزاریں گے۔ کسی نے بلاوجہ ان کو ستایا تو وہ اپنی دردناک موت کو دعوت دے گا۔''

''پانی ابھی سر سے اتنا اونچا نہیں ہوا کہ تم ایسی حرکتیں کر کے اپنا دامن داغ دار کرو۔ ابھی بھی تم سامنے آ کر اپنا دفاع کر سکتے ہو۔ اچھے وکیل تمہیں عدالت سے بری کرا لیں گے۔ تم تنہائی اور روپوشی کی مجرمانہ زندگی گزارنے سے بچ جاؤ گے۔''

''نہیں ڈینی..... مجھے بچگانہ مشورے مت دو۔ میں قانون کی گرفت سے بچ جاؤں گا لیکن نک کا کوئی پالتو بھیڑیا مجھے عدالت کے کٹہرے میں گولی مار دے گا۔ ان کے اپنے طور طریقے ہیں جنہیں میں برسوں سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں۔ میں ایسی موت نہیں مرنا چاہتا۔''

''تم نے اپنے لیے جو راستہ چنا ہے اس کا رخ اسی انجام کی طرف جاتا ہے۔ نک کی نہیں تو قانون کے کسی محافظ کی گولی تمہارا کام تمام کر دے گی'' میں نے بے ساختہ اپنی نم ہوتی ہوئی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''یہ بھگوان کی مرضی ہوگی۔ انسان تدبیریں کرتا رہتا ہے۔ اپنی تقدیر کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ تم مجھ سے ہمدردی کے دعوے دار ہو تو نک کو مارنے میں میرا ہاتھ بٹاؤ.....''

''میں یہی کہہ رہا تھا۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم نے کہا ہے کہ نک برسوں یہاں سے جا رہا ہے۔ وقت کم رہ گیا ہے' پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ اس سے اپنا بدلہ لے لوں۔ اس دوران میں تم بھی لگے رہو'' دوران گفتگو میں پہلی بار اس کی آواز میں کچھ بشاشت اور اعتدال کا احساس ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اگر نک تمہارے ہاتھوں مارا گیا تو میں پرانی باتیں بھلا کر تم سے دوستی کر لوں گا۔ تم چھوٹ دینے کا وعدہ نبھا رہے ہو' میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔''

سوبھراج کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت اس کی طبیعت پر ہیجان اور تلون کا راج تھا۔ اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ نام کو بھی نہیں تھا۔

میں نے ایک ثانیے کے لیے اس صورت حال کے بارے میں سوچا پھر کہا ''ٹھیک ہے۔ میں تم سے کوئی پکا وعدہ نہیں کر رہا لیکن اپنی سی پوری کوشش ضرور کروں گا۔ مجھے بھی اس سے نفرت ہو گئی ہے کہ اس نے تم پر پہلے حملے کا الزام میرے سر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔''

''شاید تمہیں اندازہ نہ ہو۔ میں اپنی زندگی کے لیے ایک طرح سے تمہارا احسان مند ہوں'' مجھے برا بھلا کہتے کہتے اچانک اس نے میرے گن گانے شروع کر دیے ''تم نے سنیل کے گھر سے غائب ہونے کا مشورہ دے کر مجھے صحیح راہ سجھائی تھی۔ میں بچ گیا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ اس

Downloaded from https://paksociety.com

وقت تم مجھ سے بات نہ کرتے اور مجھے ہوشیار نہ کرتے تو میں بے خبری میں سنیل کے گھر پڑا رہتا۔ نک کے آدمی آتے اور میرا گلا کاٹ کر چلے جاتے۔''

''خدا کا شکر ہے کہ تمہیں میری کوئی اچھی بات بھی یاد ہے'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''تم سے تائب ہونے والا معاہدہ ہونے کے بعد سے میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ تمہیں بچانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔''

''تمہارا ماضی بہت داغ دار ہے۔ تم پر بھروسا کرتے ہوئے خوف آتا ہے۔''

''میں نے نک کو مار دیا تو تمہارے دل سے یہ خوف نکل جائے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... ویسے تو وہ تمہیں اپنا دشمن سمجھتا ہے لیکن ابھی تک زندہ ہے۔ اسے تم میرے کہنے پر موت کے گھاٹ اتارو گے۔''

''میں پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھ پر انحصار نہ کرنا' میں کوشش کروں گا۔''

''فکر نہ کرو۔ اب میں فارغ ہوں۔ پورا دھیان اسی پر دوں گا۔''

''کچھ دیر پہلے تم شہر کے امن وامان کو تہ وبالا کرنے کی بات کر رہے تھے۔''

''وہ کام بعد میں بھی ہوسکتا ہے'' اس کی آواز سے بے پروائی مترشح تھی ''نک یہاں سے بچ کر نکل گیا تو میں اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکوں گا۔''

اس کی زبان سے وہ فقرے سن کر میری جان میں جان آئی۔ میں بہت مشکل سے اسے اس موڑ تک لانے میں کامیاب ہوا تھا۔ مجھے یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ وہ کم از کم اگلے دو دنوں تک نک کی فکر میں مبتلا رہ کر دوسری تخریبی کارروائیوں سے دور رہے گا۔

جو شخص اپنی شکست کے انتقامی جنون میں مبتلا ہوکر اپنے بھگوان کے گھر کو آگ لگوا سکتا تھا' اس کے لیے شہر کی زندگی کو درہم برہم کرنا مشکل نہیں تھا۔

''کام کی کوئی بات سامنے آئی تو میں تم سے رابطہ کروں گا'' میں نے جلدی سے کہا۔ اس کی ذہنی رو کسی اور منفی سمت میں بھٹکنے سے پہلے میں خوشگوار فضا میں اس سے گفتگو ختم کرنا چاہتا تھا۔

سوبھراج نے کسی رسمی تکلفات کے بغیر محض او کے کہہ کر فون بند کردیا۔

میں نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

''کیا سر میں درد ہو رہا ہے؟'' غزالہ نے سادگی سے پوچھا۔

''درد!'' میں نے حیرت سے کہا ''اس خبیث نے اتنی دیر میں میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالیں۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ کیسے نادر نکتے اظہار کر رہا تھا۔''

''ناکامی سے اس کا دماغ چل گیا ہے'' ویرا تنفر آمیز لہجے میں بولی۔

''اس کی کسی بات سے پاگل پن نہیں جھلک رہا تھا'' سلطان شاہ نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا ''وہ ہر بات دلیل کے ساتھ کر رہا تھا۔''

''وہ صرف ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ اپنی زندگی کا بدترین صدمہ اور نقصان اٹھانے کے بعد کوئی بھی شخص اس سے زیادہ پراگندہ خیالی کا شکار ہوسکتا ہے'' میں نے سلطان شاہ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''کاش' اسے یاد رہے کہ اس نے تم سے کیا طے کیا۔ ویرا نے آرزو کی ''اس کے دماغ میں کوئی نیا فتور نہ آیا تو شہر کو دو دن سکون رہے گا۔''

''یہ ضمانت حاصل کرنے کے لیے آپ کو بہت پاپڑ بیلنے پڑے ہیں'' غزالہ بولی۔

''اسے سمجھاتے سمجھاتے میری عقل ماؤف ہونے تھی۔ اب اسے نک کا شغل مل گیا ہے' اس دوران میں جلال اول خان کو اپنے سارے وسائل بروئے کار لانا پڑیں گے تاکہ جلد از جلد سوبھراج کی گردن دبوچی جاسکے۔''

''اور اس وقت وہی دونوں یہاں سے غائب ہیں۔''

''وہ دانستہ غائب نہیں ہوئے'' میں نے ویرا کو گھور کر ہوئے جواب دیا ''اپنے کاموں میں الجھے ہوئے ہوں گے۔''

''راج محل اور پھر مندر کی تباہی معمولی واقعات نہیں ہیں'' سلطان شاہ تفہیمی انداز میں بولا۔ ''پورے شہر میں خوف وہراس پھیل گیا ہوگا۔''

سوبھراج سے میری فی البدیہہ گفتگو میرے لیے اعصابی شکن ثابت ہوئی تھی۔ اس کے تیکھے سوالات اور کاٹ دار تبصروں کو تحمل سے سننا اور پھر موزوں ترین جواب دینا آسان کام نہیں تھا۔ میں نے صوفے پر ہی دراز ہوکر سگریٹ سلگائی اور آنکھ سے غزالہ کو اشارہ کیا تو اس نے سر ہلا کر مسکراتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

''تم نے غزالہ سے کیا کہا ہے؟'' ویرا نے چونک کر اس سے پوچھا۔

''کسی نے کچھ نہیں کہا۔ تمہارے کان بج رہے ہیں'' سلطان شاہ نے کہا۔

''پھر وہ مسکراتی ہوئی کہاں گئی ہے؟'' ویرا کا لہجہ تلخ آمیز ہوگیا۔

''زحمت کرو اور اٹھ کر دیکھ لو'' میں نے جواب دیا

Downloaded from https://paksociety.com

کچن میں ہوگی اور میرے لیے چائے بنا رہی ہوگی۔''

''جب گھر میں دو آدمی موجود ہیں تو اسے چائے بنانے کی کیا ضرورت ہے؟''

''جس دن یہ رمز سمجھ لوگی' سگھڑ ہو جاؤ گی'' سلطان شاہ نے فقرہ چست کیا'' گھر میں آدمیوں کی موجودگی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ سارے کام ان کے سر ڈال کر مالکان حرام خوری کرتے رہیں۔ اپنا کام اپنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہاتھ پیر ہلانے ضروری ہوتے ہیں۔''

''چائے بنانے کے لیے کون سے کمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ دین محمد اور ابرار بہترین چائے بناتے ہیں۔ یہ بلاوجہ کے چونچلے ہیں کہ ڈبی کے لیے ہر کام اس کی بیوی کرے۔''

''کبھی کبھی ایسا بھی ہونا چاہئے'' میں نے اسے آنکھ مار کر کہا۔

''غزالہ بھی موم کی پتلی ہے۔ تم مجھے اشارہ کرتے تو میں ہرگز نہ جاتی۔ دونوں میں سے کسی کو آواز دے کر چائے بنانے کی ہدایت دے دیتی۔''

''تم کند ذہن ہو اس لیے تم کو اشارے نہیں کیے جاتے'' سلطان شاہ پھر بول پڑا'' کہتے ہیں کہ عقل مند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔ کند ذہن کے لیے چابک بھی کم پڑتا ہے۔''

''فکر نہ کرو۔ کسی وقت تخلیے میں ہاتھ آ گئے تو میں سارا حساب بے باق کر دوں گی'' ویرا سر ہلاتے ہوئے بولی'' میں نے نوٹ کر لیا ہے کہ تم اپنے چوڑے سینے کو کتنا مقدس سمجھتے ہو۔''

''اب تم ہوشیار رہنا'' میں نے سلطان شاہ کو وارننگ دی'' ویرا ایسے ارادوں کو بہت تیزی سے عملی جامہ پہناتی ہے۔''

''دیکھا جائے گا'' سلطان شاہ کی بے پروائی نے مجھے حیران کر دیا۔ اس نے مزید کہا'' میں یہ لحاظ نہیں کروں گا کہ ویرا ایک عورت ہے۔ عورت پہل کرے تو مرد کے لیے اپنا بچاؤ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔''

چائے غزالہ نے تیار کی لیکن کچن میں کھٹ پٹ کی آوازیں سن کر ابرار وہاں پہنچ گیا۔ وہ چائے لے کر آیا تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

سوبھراج سے تھکا دینے والے مذاکرات کے بعد آپس کی ہلکی پھلکی باتوں نے میرا دماغ تازہ کر دیا تھا۔ چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہی مجھے جلال کا خیال آیا اور میں نے اس کا نمبر ملا لیا۔

جلال اس وقت کسی اہم اجلاس میں شریک تھا۔ اس نے نمبر دیکھ کر میری کال وصول کرتے ہوئے فوری طور پر اپنی پوزیشن کی وضاحت کر دی۔

میرے لیے وہ اشارہ کافی تھا۔ میں نے مختصر ترین الفاظ میں اسے یہ بتایا کہ فون پر نک اور سوبھراج سے میری کار آمد گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے اجلاس سے نمٹتے ہی مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا اور فون بند کر دیا۔

''بیٹھے بٹھائے تم کو ایک دم جلال کیوں یاد آ گیا؟'' ویرا نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''اس کی آواز سننے کو دل چاہ رہا تھا'' میں نے مسکرا کر اسے سلگایا۔

''تم اس کے عادی ہو گئے ہو'' وہ جل کر بولی'' بات بات پر تمہیں اس کا خیال آنے لگتا ہے' جیسے وہ تمہارا استاد ہو۔''

''استاد طبلے بجاتے پھرتے ہیں۔ اس شریف آدمی کو یہ الزام نہ دو'' میں نے کھولتی ہوئی خوشبودار چائے کا ایک گھونٹ لے کر کہا۔

''تم نے اسے اپنی کارگزاری کی رپورٹ اس طرح دی ہے جیسے تم اس کی ماتحتی میں کام کر رہے ہو۔'' میرے برجستہ جواب سے وہ کھسیا گئی۔

''ہم سب ایک دوسرے کے افسر اور ماتحت ہیں۔ کبھی تم نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ بار بار یہاں کیوں دوڑا چلا آتا ہے۔ ہم اسے کیا دے سکتے ہیں؟''

''اسے یہاں سے تازہ ترین خبریں اور نت نئے خیالات ملتے ہیں۔''

''ہم سب اپنے لیے نہیں' ایک قومی مشن کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم برابری کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے ہیں' معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں اور پھر باہمی مشورے سے اپنی راہوں کا تعین کرتے ہیں۔ وہ پالیسی ساز سرکاری اداروں سے بہت قریب ہے اس لیے موجودہ مہم میں اس کی قریبی شمولیت بہت زیادہ ضروری ہے۔''

''مجھے سبق نہ پڑھاؤ۔ یہ سب باتیں مجھے معلوم ہیں۔''

''پھر تم اس کے نام سے کیوں چڑ رہی ہو؟''

''تم نے ان دونوں سے بات کر لی تھی اور قصہ ختم ہو گیا تھا'' اس نے چڑچڑے لہجے میں کہا'' اس ذرا سی بات کی جلال کو رپورٹ دینے کی کیا ضرورت تھی؟''

''ویرا! کچھ خدا کا خوف کرو'' سلطان شاہ نے اپنی ٹانگ اڑائی'' یہ ذرا سی بات نہیں تھی۔ نک آخر کار واپس جا رہا ہے۔ سوبھراج کی طرف سے شہر کا امن و امان خطرے میں تھا۔ شاید جلال اسی بارے میں کسی انتظامی اجلاس میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بہت بڑی خبر ہیں ہیں۔ جلال کو معلوم رہنا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟''

''تم خاک بھی نہیں کر رہے۔ خود کو درمیان میں نہ لپیٹو!'' ویرا نے جلے بھنے لہجے میں بے ساختہ کہا اور سب ہنس دیے۔

''سوبھراج نے نک کو مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب یہ

Downloaded from https://paksociety.com

ناگزیر ہوگیا ہے کہ وہ یاسنیل' نک کی گھات میں اس کے قرب وجوار میں منڈلانا شروع کردے گا۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ کڑی نگرانی کا کام جلال کے پیشہ ور آدمی سرانجام دے سکتے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ شہر میں سوبھراج کی طرف سے کوئی نئی تشدد آمیز کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہم اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال سکیں۔''

ویرا نے بہت غور سے میری وہ بات سنی پھر قائل ہوکر بولی ''یہ الجھی ہوئی باتیں ہیں' جو میرے ذہن میں نہیں آسکی تھیں۔''

''تم بلاوجہ بات بڑھاتی ہو۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو خاموش رہ کر اس کا نتیجہ برآمد ہونے کا انتظار کیا کرو'' غزالہ نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

''بات میں نہیں بڑھاتی' تم لوگ بڑھاتے ہو۔ ڈینی نے یہ باتیں پہلے ہی کیوں نہیں بتادیں' بات وہیں ختم ہوجاتی۔''

''چڑچڑا پن رفتہ رفتہ تمہارے مزاج کا حصہ بنتا جارہا ہے'' اس بار ناصح کا منصب سلطان شاہ نے سنبھال لیا ''تم چڑتی ہو اور سب کو تمہیں چڑانے میں مزہ آتا ہے۔''

ویرا نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھ سے مخاطب ہوکر بولی ''جلال کو دعوت دی ہے تو پھر تمہیں اول خان کو بھی بلالینا چاہئے۔ ایس ٹی ایف کے سارے اہلکار گھاگ اور پیشہ ور ہیں۔ وہ نک کو مارنے یا سوبھراج کا سراغ لگانے میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔''

''یہ خیال ذہن سے نکال دو'' میں نے کہا ''ہم میں سے کوئی نک کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔''

''تم نے سوبھراج سے وعدہ کیا ہے کہ اسے ٹھکانے لگانے کی سرتوڑ کوشش کروگے'' ویرا نے حیرت کے ساتھ مجھے یاد دلایا۔

''میں نے اسے شیشے میں اتارنے کے لیے بہت کچھ کہا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر بات پر عمل بھی کیا جائے' جلال بھی سوبھراج کے اس ارادے کی تائید نہیں کرے گا۔''

''یہ فیصلے بعد میں ہوں گے' تم اول خان کو بلانے سے کیوں گریز کررہے ہو؟'' ویرا نے پوچھا۔

''اب وہ تمہارے سر پر سوار ہوگیا۔ مجھے سکون سے چائے ختم کرلینے دو۔ میں اس سے بھی بات کروں گا۔ اس کا آنا بھی بہت ضروری ہے۔''

چائے ختم کرنے کے بعد میں اول خان کو فون کرنے میں ذرا بھی تاخیر کرتا تو ویرا دوبارہ میرے سر پر سوار ہوجاتی۔ میں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ فوراً اس کا نمبر ملالوں۔

موبائل فون پر رابطہ ہونے پر پتا چلا کہ وہ سبزی منڈی کے علاقے سے گزر رہا تھا اور سیدھا ہماری طرف آرہا تھا۔

''جلدی آؤ۔ ویرا بے چینی سے تمہارا انتظار کررہی ہے' اول خان کو یہ پیغام دے کر میں نے فون بند کردیا۔

چند منٹ بعد اول خان آپہنچا۔ اس کے بشرے سے تکان اور افسردگی کے آثار جھلک رہے تھے۔ چہرہ گرد آلود ہورہا تھا۔

''معلوم ہورہا ہے کہ کسی محاذ سے آرہے ہو'' میں نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ''ہاتھ منہ دھولو پھر چائے کی پیالی پر باتیں ہوں گی۔''

وہ بیٹھتے بیٹھتے فوراً ہی اٹھ گیا ''میں محمود آباد سے آرہا ہوں۔ وہاں کے حالات بہت بگڑ گئے تھے۔ متعدد گاڑیوں، دکانوں اور مکانوں کو نقصان پہنچا ہے۔ پندرہ بیس آدمی زخمی ہوئے ہیں۔ غنیمت ہے کہ کسی ہلاکت کے بغیر حالات پر قابو پالیا گیا۔ میرے آدمی رینجرز کے ساتھ گشت پر ہیں۔ اس وقت وہاں اعلان کے بغیر کرفیو نافذ کردیا گیا ہے۔'' اس نے جانے سے پہلے سوبھراج کے پیدا کیے ہوئے فتنے کی تفصیل بتائی اور سلطان شاہ کے کمرے کی طرف ہولیا۔

''گھٹنے ہر حال میں پیٹ کی طرف جاتے ہیں۔'' اس کے جانے کے بعد ویرا نے دبی زبان سے کہا۔

''یہ مثال تمہیں کیوں یاد آگئی؟'' غزالہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہ منہ دھونے کے لیے ہمارے کمروں کی طرف نہیں گیا۔ ایک پٹھان نے منہ دھونے کے لیے دوسرے پٹھان کا کمرا پسند کیا ہے۔'' ویرا اسی دبی آواز میں بولی۔

''تم بہت شر انگیز اور فتور کی عورت ہو۔'' میں نے ویرا کو گھورتے ہوئے ملامت کی ''جہاں کچھ نہ ہو وہاں تم فساد کھڑا کرسکتی ہو۔''

''کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟'' اس کی آنکھوں میں شوخی ناچ رہی تھی۔

''تم عورت ہو۔ میرے کمرے میں غزالہ بھی رہتی ہے۔ وہ عورتوں کے زیر استعمال کمروں میں بے دھڑک ہوکر کیسے جاسکتا تھا۔ اس کے لیے سلطان شاہ کا باتھ روم سب سے زیادہ موزوں تھا۔ وہ اسی طرف چلا گیا۔'' میں نے کہا۔

اول خان غسل خانے سے تازہ دم ہوکر سلطان شاہ کے ساتھ واپس آیا تو میں نے اسے کچھ بتانے کے بجائے محمود آباد کے بارے میں بات چھیڑ دی۔ میری خواہش تھی کہ کچھ دیر میں جلال بھی آجائے تو ان دونوں کی موجودگی میں نک اور سوبھراج کا ذکر کیا جائے۔

محمود آباد میں چھوٹے موٹے کام کرنے والے ناخواندہ ہندوؤں کی خاصی تعداد آباد تھی۔ ان کا مندر عام طور پر مقفل رہتا تھا۔ خاص مواقع پر اس کا تالا کھول کر جھاڑ پونچھ کے بعد عبادت کی جاتی تھی۔ وہاں نامعلوم افراد نے چلتی گاڑی سے

Downloaded from https://paksociety.com

آتش گیر بم پھینک کر آگ لگائی تو وہ خبر پھیلتے ہی ہندوؤں کی آبادی میں سخت اشتعال پھیل گیا۔

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سمیت پوری ہندو آبادی اپنے مندر پر جمع ہونے لگی۔ آگ سے مندر کی عمارت کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ شعلوں پر بروقت قابو پالیا گیا مگر وہ واقعہ سنگین تھا۔ مشتعل ہجوم نے سڑکوں اور گلیوں میں تھیل کر سنگ باری کا سلسلہ شروع کردیا۔

دکانیں تیزی سے بند ہونے لگیں۔ ٹریفک کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا اسی دوران میں کچھ ہندو لڑکے ایک درگاہ میں گھس گئے جس پر مسلمان تماشائی بپھر کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس کی بروقت آمد کی وجہ سے وہ محاذ آرائی زیادہ زور نہیں پکڑ سکی لیکن چند گھروں سے ہوائی فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

مشتعل ٹکڑیاں گلیوں میں پھیلی رہیں۔ متعدد افراد کو بے رحمی سے زدوکوب کیا گیا۔ چند افراد کو چاقوؤں کے زخم آئے۔ ان میں ہندو اور مسلمان، دونوں شامل تھے۔

حالات کا وہ رخ دیکھ کر علاقے کے بزرگ میدان میں آگئے۔ کئی تھانوں کی نفری کے علاوہ رینجرز کی طلبی کے بعد تشدد آمیز واقعات کا سلسلہ کم ہوا لیکن لوگوں میں اشتعال بڑھتا جارہا تھا۔ اندیشہ یہ تھا کہ رات کا اندھیرا پھیلنے کے بعد وہاں خوں ریزی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوجائے گا۔

کرفیو کا باضابطہ نفاذ انتظامیہ کی بدنامی تھی۔ تشدد کی لہر پر قابو پانے کے لیے متاثرہ علاقے کے رہے سہے بازار بند کرادیے گئے اور لوگوں کو اپنے گھروں میں محدود ہوجانے کا حکم دیا گیا تو حالات میں تیزی سے بہتری آئی اور مار دھاڑ کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔

ان سخت اقدامات کے باوجود دونوں طرف لٹھ بردار لڑکوں کی ٹولیاں دیکھی جارہی تھیں جو پولیس یا رینجرز کی گاڑیوں کے نمودار ہوتے ہی تنگ گلیوں میں بھاگ کر روپوش ہوجاتی تھیں۔ ان پر قابو پانے کے لیے پورے علاقے میں دو دو کی ٹولیوں میں مسلح سپاہیوں کی پیدل نفری پھیلائی جارہی تھی تاکہ رات امن وامان سے گزر سکے۔

سوبھراج کراچی کا قدیم باشندہ تھا۔ وہ شہر کی نبض سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اسے شہر کے مختلف علاقوں میں آباد ہندوؤں کی نفسیات سے بھی واقفیت تھی۔ اس نے شہر میں بدامنی پھیلانے کے لیے جان بوجھ کر اس حساس علاقے کا انتخاب کیا تھا جہاں انتظامیہ کی ذرا سی غفلت سے بڑے پیمانے پر خوں ریزی ہوسکتی تھی۔

یہ سوبھراج کی شیطانی کھوپڑی کا کمال تھا کہ اس نے فساد کی داغ بیل ڈالنے کے لیے ایک مندر کا انتخاب کیا تھا۔ مذہبی جنون انسانوں کو آپس میں لڑانے کا سب سے توانا ہتھیار ہے اور سوبھراج نے اپنی مذموم مہم کی ابتدا اسی نکتے سے کی تھی۔

شبہات سب کو تھے کہ مندر کی تباہی راج محل کی آتش زدگی سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھتی تھی۔ جب میں نے اول خان کو یہ بتایا کہ مندر میں سوبھراج ہی نے آگ لگوائی تو حیرت سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ روپوشی کے دوران میں سوبھراج کو اپنے ہم مذہب لوگوں کی مظلومیت سے کیا فائدہ حاصل ہوسکے گا۔

وہاں سرے سے فائدے کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ اپنا گھر جلا دینے کے بعد سوبھراج کا مقصد صرف امن وامان کو تباہ کرنا تھا اور وہ اپنی پہلی کوشش میں کسی نہ کسی حد تک کامیاب رہا تھا۔

وہ اس روز کا ایک سلگتا ہوا موضوع تھا۔ اول خان کی فراہم کی ہوئی چشم دید معلومات کی روشنی میں پورے زور وشور سے گفتگو کا دور چل رہا تھا کہ جلال بھی آپہنچا۔

محفل میں شامل ہونے کے بعد جب اسے موضوع سخن کا علم ہوا تو اس نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بتایا کہ وہ اسی سلسلے میں کمشنر ہاؤس میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں شریک تھا۔ وہاں فیصلہ کیا گیا تھا کہ فوری طور پر شہر بھر کے مندروں پر سخت حفاظتی پہرے بٹھادیے جائیں۔

''میں تمہارے فون کی وجہ سے وہاں سے اٹھ آیا ورنہ اجلاس ابھی جاری ہے۔'' جلال نے بتایا ''وہاں یہ مسئلہ بھی زیر غور ہے کہ سوبھراج کو کیسے زیر کیا جائے۔''

''وہ اس وقت زخمی لومڑی کی طرح بھڑکا ہوا ہے۔ اس پر آسانی سے ہاتھ نہیں ڈالا جاسکے گا۔'' میں نے اسے بتایا ''وہ پورے شہر کو ہلا دینے پر تلا ہوا تھا۔''

ان دونوں میں سے کسی کے استفسار سے پہلے میں نے اپنی کہانی شروع کردی۔

''مجھے حیرت ہے کہ اتنا کچھ ہوجانے کے بعد تم کامیابی سے اپنا دہرا کردار نبھا رہے ہو۔'' میرے خاموش ہوجانے پر جلال نے بے ساختہ کہا ''ذہانت اور حاضر دماغی کے بغیر ایسی کامیابی کا دور تک تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔''

''یہ بڑی بات ہے کہ وہ دو دن کے لیے اپنے تخریبی منصوبے التوا میں رکھنے پر آمادہ ہوگیا ہے۔ آج کے تجربے کے بعد مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ وہ خطرناک تخریبی ذہن کا مالک ہے۔'' اول خان نے سنجیدگی سے کہا ''ان دو دنوں میں ہمیں اس تک پہنچ جانا چاہیے۔''

''سب اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔'' ویرا بولی ''سوال یہ ہے کہ وہ کیسے پکڑا جائے گا۔''

''اس سلسلے میں قونصل خانے والے کراچی کی انتظامیہ کی بھرپور مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔'' جلال نے انکشاف کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''میٹنگ میں ڈی آئی جی کی زبانی پتا چلا ہے کہ وہ لوگ اپنے کمانڈوز کے بارے میں ایک انوکھی کہانی لے کر آئے ہیں۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ڈینی بھی سوبھراج سے ملا ہوا ہے۔ ان دونوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا ضروری ہوگیا ہے۔''

''وہ کہانی کیا ہے؟'' میں نے تفکر آمیز لہجے میں پوچھا۔

''امریکی شہریوں کو کراچی میں آزادانہ نقل وحرکت کی اجازت نہیں ہے۔'' جلال بتانے لگا ''کل رات ان کے دو کمانڈوز تھوڑی سی شراب پی کر سرور کے عالم میں شہر کی سیر کو نکلے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ رات گئے شہر میں انہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ میٹروپول ہوٹل کے قریب ایک خوب صورت اور خوش پوش لڑکی نے اشارے سے انہیں روکا اور ان سے لفٹ مانگی۔ وہ دونوں اپنے گھروں سے دور، کئی مہینوں سے یہاں سفارتی عمارتوں کی اندرونی حفاظت کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ وہ عورت کے سحر میں آ گئے۔ انہوں نے عورت کو اگلی سیٹ پر اپنے درمیان بیٹھنے کی پیش کش کی جو اس نے ہنستے ہوئے قبول کرلی۔ لڑکی بیٹھتے ہی ان سے بے تکلف ہوگئی۔ وہ شہر کی ویران سڑکوں پر گھومتے رہے۔ لڑکی نے انہیں اپنے گھر لے جانے کی پیش کش کی۔ وہ دونوں فوراً راضی ہوگئے۔ سولجر بازار میں اس عورت نے اپنے گھر کے قریب گاڑی رکوائی تو وہاں پہلے سے ایک گاڑی میں دو افراد بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کررہے تھے۔ عورت گاڑی سے اترتے ہی تیزی سے زینوں پر چڑھتی چلی گئی۔ دونوں مرد اپنی گاڑی سے نکل کر کمانڈوز پر ٹوٹ پڑے۔ وہ شراب اور عورت کے نشے میں تھے، مارکھا گئے۔ ان کی اس کہانی کے چیتھڑے اڑائے جاسکتے تھے۔ لڑکی کو کیسے پتا چلا کہ وہ کمانڈوز اس راستے سے گزریں گے۔ اسے یہ یقین کیوں تھا کہ وہ انہیں اپنے گھر لے جانے میں کامیاب ہوجائے گی۔ اس کے گھر کے باہر دو آدمی کب سے موجود تھے اور کب تک وہاں کھڑے رہتے۔ ڈی آئی جی کا کہنا ہے کہ ان کی وہ کہانی خاموشی سے لے لی گئی۔''

''اس طرح انہوں نے سنیل کی بیوی کو بھی گھیرنے کی کوشش کی ہے۔'' ویرا بولی۔

''ہاں۔ زندہ بچ جانے والے کمانڈو کا کہنا ہے کہ وہ دیکھتے ہی اس عورت کو پہچان لے گا۔'' جلال بولا۔

''اس لیے کہ وہی اوپر گیا تھا۔ اس نے شبیا کو دیکھا تھا۔'' میں نے کہا۔

''ڈینی کے بارے میں وہ اس وجہ سے پر یقین ہیں کہ اس واردات میں زہریلی سوئیاں استعمال ہوئی ہیں۔ انہوں نے سنیل کا نام نہیں لیا مگر مکان کی نشاندہی کرکے اسے بھی نامزد کردیا ہے۔''

''پھر اس رپورٹ پر کیا کارروائی ہوگی۔'' اول خان نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ خامیوں کی نشاندہی کے ساتھ رپورٹ فائل کردی جائے گی۔ یہ سفارتی حیلہ سازیاں ہیں۔ پاکستان میں اس کمانڈو پر مقدمہ نہیں بن سکتا اس لیے رپورٹ پر جرح بے سود تھی۔ انہوں نے اپنی طرف سے کاغذی خانہ پری کی ہے۔ انہیں اپنے سفید جھوٹ کا علم ہے۔ وہ کارروائی پر اصرار نہیں کریں گے۔ کبھی انہوں نے یہ مسئلہ اٹھانا چاہا تو ان کی رپورٹ کے سارے جھول ان کے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔ سفارتی معاملات میں ایسے خاموش سمجھوتے کرنے پڑتے ہیں۔''

''یہ بات واضح نہیں ہوسکی کہ انہوں نے مجھے سوبھراج کا حلیف کیسے بنادیا۔'' میں نے پرتشویش لہجے میں سوال کیا۔

''ڈینی ایک مدت سے روپوش ہے۔ اب سوبھراج نے بھی وہی راہ اختیار کی ہے۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دونوں الگ الگ بھی بدترین سزاؤں کے مستحق ہیں۔ ڈینی امریکا کو مطلوب ہے۔ سوبھراج پاکستان کو مطلوب ہے۔''

''اور وہ ان دونوں کی گرفتاری میں بھرپور مدد فراہم کریں گے۔'' ویرا نے سوال کیا۔

''میٹنگ میں ڈی آئی جی نے یہ تمام باتیں سب شرکا کے سامنے بتائی ہیں۔ وہ اس مہم کے لیے اپنے جدید ترین آلات بھی فراہم کریں گے جن میں فون اور انسانی آواز کی مدد سے کسی شخص کے ٹھکانے کا پتا چلانے والے حساس ترین آلات بھی شامل ہیں۔''

''ان کی اس چال میں ہرگز نہ آنا'' ویرا نے بے ساختہ کہا ''آلات دیں گے تو اس کے ساتھ ان کے ماہر بھی آئیں گے۔ وہ مقامی انتظامیہ میں گھسنے کی سازش کررہے ہیں۔ ایک بار ان کو ذرا سا موقع مل گیا تو ان سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہوجائے گا۔''

جلال کے ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ تیر گئی اور اس نے کہا ''مجھے بھی یہی شبہ تھا۔ میں نے یہ بات کہہ دی ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کو تربیت دیں تو ہم ان کے آلات بھی لے لیں گے۔ عملے کے ساتھ آلات ہمیں قبول نہیں ہیں۔ کمشنر اور ڈی آئی جی میرے ہم خیال تھے۔''

''ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ کیا ان سے عارضی طور پر مدد لے کر سوبھراج کا سراغ لگانا ہمارے لیے سودمند نہیں رہے گا؟'' اول خان نے پوچھا ''سوبھراج کے لیے وہ ہم سے زیادہ پریشان ہیں۔ اس بات پر رضامند ہوجائیں گے۔''

''وہ موقع دیکھ کر پیشکش کررہے ہیں ورنہ وہ منہ مانگے داموں پر بھی ہم جیسے ملکوں کو ایسے حساس اور جدید ترین آلات

Downloaded from https://paksociety.com

کی ہو انہیں لگنے دیتے'' جلال نے اول خان کی تجویز سے ذرا بھی اتفاق نہیں کیا۔

''ان کے چنگل میں پھنسنے سے بہتر ہے کہ ہم مردانہ وار سوبھراج کا مقابلہ کریں اور اپنے نقصان کی پروا کیے بغیر اسے تباہ کردیں'' 'ویرا' جلال سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئی۔

''سوبھراج کی ذات اس طلسمی حصار سے باہر آچکی ہے جو سرکاری مراعات نے اسے فراہم کیا ہوا تھا۔'' میں نے جلال سے مخاطب ہو کر کہا ''ہم سب کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر قانونی اور غیر قانونی طریقہ اختیار کر کے اسے زیر کرنا پڑے گا۔''

''تم نک والی بات کیوں نہیں بتاتے!'' ویرا نے میری بات کاٹ کر اضطراری انداز میں کہا ''اس وقت وہ آسانی سے چارہ بن سکتا ہے۔''

''میں وہی بتانے جارہا تھا۔ سوبھراج اس وقت نک سے اپنا بدلہ لینے کے لیے بے چین ہے۔ میں نے اسے یہ بتادیا ہے کہ نک پرسوں پاکستان سے چلا جائے گا۔ سوبھراج نے مجھے بھی نک پر ہاتھ ڈالنے کا مشورہ دیا ہے مگر وہ مجھ پر انحصار نہیں کرے گا۔ سوبھراج اور سہیل میں سے کوئی ایک اس پر مہلک وار کرنے کی کوشش کرے گا۔ نک کا پیچھا کیا جائے تو اس کی گھات لگانے والے کو پکڑا جاسکتا ہے۔ دوسرا آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔''

''تمہاری تجویز معقول ہے۔ خرابی یہ ہے کہ نک اپنے گردوپیش سے اتنا غافل نہیں رہے گا کہ دو آدمی اس کا پیچھا کریں اور وہ بے خبر رہے'' جلال نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہمارے پاس اس کے سوا کوئی متبادل راستہ نہیں ہے'' اول خان بولا ''اس طریقۂ کار میں ایک خوبی یہ ہے کہ ہم نک کو ان دونوں کے ہاتھوں مرنے سے بچالیں گے۔''

''کیوں؟ اسے تم کیوں بچانا چاہتے ہو؟'' جلال نے حیرت سے پوچھا۔

''پالیسی!'' اول خان پریشان ہو کر جلال کا منہ تکنے لگا۔

''تم ہی نے تو کہا تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر امریکیوں کا مزید خون بہنے سے شدید مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔''

''ہمارے ہاتھ صاف رہنے چاہئیں'' جلال نے مضبوط لہجے میں زور دے کر کہا ''تم نے کل رات ایک کمانڈو کو صحیح موقع پر مار دیا۔ میں نے ایک لفظ کہا نہ کوئی مشکل پیدا ہوئی۔ اب سوبھراج یا کوئی اور نک کو مار دیتا ہے تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟''

''یہ سب سے اچھی بات ہوگی'' اول خان نے مسرت سے کہا۔ جلال کا جواب سن کر سب کے چہروں پر ایک چمک سی آگئی تھی۔

''ایسے معاملات میں ہمدردیوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی مجبوری کے تحت رعایتیں دینا پڑتی ہیں اور وہ آج ہم دی جارہی ہیں۔ اس دوران میں کوئی موقع ہاتھ آتا ہے تو ہمیں اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہئے۔'' جلال نے وضاحت سے کہا۔

''اول خان کی حیرانی اپنی جگہ بجا تھی۔ میرے لیے بھی نئی خبر ہے کہ سوبھراج اور نک کی لڑائی میں ہمیں تماشائی یا ریلیف کا کردار ادا کرنا ہے۔ اپنے مقدروں کا فیصلہ وہ آپس میں لڑ بھڑ کر خود کریں گے'' میں نے کہا ''ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ ان میں سے کون کس کے ہاتھوں مرتا ہے۔''

''میں سمجھ رہا تھا کہ ایک امریکی کمانڈو کی ہلاکت پر آپ کوئی ردِعمل ظاہر نہ کرکے میں نے خاموشی سے اپنا پیغام تم تک پہنچادیا ہے'' جلال نے قدرے بے آرامی سے جواب دیا۔

''کمانڈو کے بارے میں تمہاری خاموشی میرے لیے حیران کن رہی تھی۔ میں سمجھا کہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے تم نے اسے نظرانداز کردیا۔''

''تم یہ سوچ کر بھی خاموش رہ سکتے تھے کہ تمہاری کسی تنقید سے مرنے والے کمانڈو کی لاش میں جان نہیں پڑ سکے گی'' ویرا نے ہنستے ہوئے کہا ''تمہاری رائے سامنے آنے کے بعد اب بہت بڑی الجھن دور ہوگئی ہے۔''

''امریکیوں کے تعاون کے بارے میں ہم نے انتظامی سطح پر اپنا فیصلہ کرلیا ہے لیکن کل صبح ایک مرحلہ درپیش ہے'' جلال نے قدرے توقف کے بعد آہستگی سے کہا ''ڈی آئی جی نے قونصل خانے کے ایک افسر سے پہلے سے وقت طے کرلیا تھا۔ کل صبح نو بجے تم کو میرے ساتھ وہاں جانا ہے۔ ڈی آئی جی بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔''

''وہاں کیا کرنا ہوگا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''ہم تینوں ان کے نمائندوں سے تعاون کے سوال پر رسمی مذاکرات کریں گے اور آخر میں انہیں اپنا فیصلہ سنادیں گے۔''

''اس کے لیے میرا جانا ضروری نہیں ہے۔ یہ کام تم بھی کرسکتے ہو'' میں نے تذبذب کے ساتھ کہا۔

''وہاں نکتہ آفرینی کی ضرورت ہوگی۔ وہ تعاون کے لیے ہر طرح سے دباؤ ڈالیں گے۔ وہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے'' جلال نے اپنا فیصلہ سنادیا۔

میرے لیے وہ کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ وہاں نک سے بھی سامنا ہوسکتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے مجھے کسی زخمی شیر کی کچھار میں جانے کا مشورہ دیا جارہا ہو!

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جنا گیر داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بین الاقوامی مافیا کے چنگل میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مفلسی معاشرے کو بیروزگاری کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں جرس کا بحران پیدا کر کے بیرونی کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ جو کہ سے آنکھ اپنا دوست گردہ کارروائیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شدید مشکلات سے دوچار کر دیا۔ میں بے گناہ ہونے کے باوجود ہر طرف سے مجرم بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ میں پر بھی ایجنٹ ہونے کا الزام لگا۔ میرے لیے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تلاش شروع ہو گئی۔ میرا لگایا ہوا بم بھی شروع کر دیا۔ ہر ذہن ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کرتا تھا کہ وہ میرا پتا بھی بتا کر مجھے ان کے حوالے نہ ہو سکے۔ قوی مفاد کے ان تین مضبوط کے تحفظ میں مجھے اغوا علی خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا سنگاپور سے آیا تھا۔ جسے انٹیلی ٹانک فورس کہا جاتا تھا۔ جس کا ایجنڈ کی بیٹی دریا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ دیرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مگا دی فوجائی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ سری طرف امریکا میں آ کر بھی بل شائی ایک سفاک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شکنی کے بے انداز مالی وسائل پر قابض ہو کر انیس ڈیڑھ اسٹار زمانی صیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخاب میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آنریبل جس ایلف کی ذہنی ڈائی کے ساتھ امریکا کی انٹی نیشنل کی انٹی تخصیبات کے نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا پھر میاں اور کیرن نے ایجنٹوں کے ذریعے اپنی ہلاکت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا مگر وہ ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا اس نے انہیں ٹرانسفیئر کے ذریعے ایک جگہ ملنے کی ہدایت کی ہم نے ان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر ہمیں ہماری توقع سے زیادہ تیز تگا۔ وہ دونوں ایجنٹ بھی مارے گئے۔ اب ہمارے سامنے صرف ہی نائن کا سراغ موجود تھا۔ اس پر ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ میں نے اولی خان اور ایس بی ایلف کے ہمراہ ہی نائن پر دھاوا بولا اور ایک جاں گسل مقابلے کے بعد ہیں کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اپنی گرفتاری پر اس قدر بددل ہوا کہ اس نے خودی اپنی جیب کٹی کی دو رگوں سے خود قبول کر لیا کہ۔ دوسری طرف سلطنت کولڈ کی نمائندہ کرنل کے ہم سب کو چونکا کر رکھ دیا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ رائی کیلی فورنیا تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اس کا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ وہ ہمیں دھوکا دے کر ہمارے ہی ہیڈ کوارٹر کیلی فورنیا میں لے جانا چاہتا تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد ہمیں ہی ملی ڈیٹا کے ذریعے اپنی ہلاکت کی سازش کا پتا چلا۔ ہم نے اس کی ناکامی کے بعد ہ

نہیں آ سکے۔ وہ در پردہ اپنی گھناؤنی مصروفیات میں مشغول رہا اور جب اس کے کرتوت حد سے تجاوز کر گئے اور ہاتفِ غیبی نے اس کی لگام کھینچی تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی اصل کی طرف واپس لوٹ گیا۔

وہ بنیادی اور فطری طور پر زیرِ زمین دنیا کا آدمی تھا جسے محض اپنے مقدر کی خوبی کی وجہ سے خوب پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا تھا۔ بُرا وقت آتے ہی وہ کسی تردد کے بغیر اپنی عزت، شہرت اور ساکھ سے دست بردار ہو کر زیرِ زمین چلا گیا۔

اس نے اپنے بچاؤ کے لیے وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ یہ میری غلطی تھی کہ میں پہلے سے اس کے متوقع اقدام کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ مجھے یہ خوش فہمی رہی تھی کہ وہ منظرِ عام پر رہ کر اپنے تمام تر اثر و رسوخ اور وسائل سے ہمارا مقابلہ کرے گا لیکن وہ میری توقعات کے برعکس بزدل ثابت ہوا۔ آسانی سے حاصل کی ہوئی دنیاوی نعمتوں سے بہت آسانی کے ساتھ کنارہ کش ہو گیا۔ بھرے شہر میں اس کو تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا۔

اس کا تعلق انسانوں کے اس سفّاک قبیلے سے تھا جو اپنی تحویل میں آئے ہوئے ہر ذی روح کو اپنا حقیر غلام تصور کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک ماں باپ، بیوی اور بچوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ان سب کو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی ملکیت تصور کرتا تھا۔ جب تک قسمت اس پر مہربان رہی وہ ان سب پر مہربان رہا۔ وقت بگڑا تو وہ ان سب سے آنکھیں پھیر کر، انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر کہیں روپوش ہو گیا۔

سوبھراج کو اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں تھی کہ اس کے یکا یک روپوش ہو جانے سے اس کے اہلِ خانہ کن پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اس کے وہ رشتے دیسے بھی کمزور ہی تھے۔ میرا یہ مشاہدہ اور اندازہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتے داروں کو عام طور پر راج محل سے دور اور اپنے آبائی گاؤں میں رکھتا تھا تاکہ اسے راج محل کی محفوظ چار دیواری میں اپنے کھیل کھیلنے کی مکمل آزادی میسر رہے۔ وہ اپنے قرابت داروں کے مقابلے میں خود کو اپنے ملازموں کے حصار میں زیادہ محفوظ اور آزاد تصور کرتا تھا۔ اس نے تنخواہوں اور بھاری انعامات کے ذریعے اپنے ملازموں کی زبانیں بند کی ہوئی تھیں۔ ان کے بارے میں یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ انہوں نے سوبھراج کے اہلِ خانہ کو اس کی مذموم سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتایا ہوگا۔

سوبھراج کا صرف ایک ملازم اس کا گہرا رازداں تھا۔ اسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان حالات میں یہ امید عبث تھی کہ سوبھراج کے اہلِ خانہ یا خاندان والوں پر محنت کر کے اس کے ٹھکانے کے بارے میں کوئی بات معلوم کی جا سکے گی۔

سوبھراج ایک شاطر مجرم تھا۔ وہ بھانپ چکا تھا کہ ہوا کا رخ اس کے خلاف ہو چکا تھا۔ اس نے کسی لالچ میں مبتلا ہوئے بغیر اولین موقع پر صحیح فیصلہ کیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر روپوشی کی راہ اختیار کر لی۔

وہ ایک طویل عرصے سے دہری زندگی گزار رہا تھا۔ ایک طرف وہ معزز سیاست داں کے روپ میں کامیاب زندگی گزار رہا تھا تو دوسری طرف کو برابن کر ایف بی آئی، سی آئی اے اور را کے آدمیوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ سوبھراج سے کوبرا کا روپ دھارنے کے لیے وہ درمیان میں حشمت بن کر ہوٹل میں کمرا حاصل کیا کرتا تھا۔ اس کا وہ تیسرا روپ صرف ہوٹل والوں کے لیے مخصوص تھا کیونکہ وہ سوبھراج بن کر وہاں جانا چاہتا تھا اور نہ ہی کوبرا کے راز کو طشت از بام کرنے کا خطرہ مول لے سکتا تھا۔

ہوٹل والوں سے صرف یہ تصدیق ہو سکی تھی کہ سوبھراج کے چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ کرنے کے نتیجے میں حشمت کا چہرہ وجود میں آ جاتا تھا۔ وہ سوبھراج کے خلاف سب سے بڑی شہادت تھی لیکن اس نے اپنے ہاتھوں سے راج محل کو آگ لگا کر ان چھوٹی موٹی شہادتوں کو خود ہی بے وقعت بنا دیا تھا۔

اس کے برسوں پرانے جرائم کا سارا ریکارڈ راج محل کی آگ میں جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔ سوبھراج منظرِ عام پر رہ کر باوقار انداز میں اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرتا تو وہ ثبوت اس کے خلاف کام آ سکتے تھے لیکن اس نے اپنے مسکن کو پھونک کر برسرِ عام اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا تھا۔ اس کے بعد سوبھراج کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

جرائم سامنے تھے مگر مجرم روپوش تھا۔ اس وقت ملین ڈالر کا سوال یہ تھا کہ سوبھراج شہر کے کس حصے میں چھپا ہوا تھا۔

میرے ذہن میں رات بھر وہی سب باتیں خوابوں کی صورت میں گردش کرتی رہیں اور صبح جب میں بیدار ہوا تو میرا ذہن سوبھراج کے پیدا کیے ہوئے مسائل سے بوجھل تھا۔

''تم کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟'' ناشتے کی میز پر مجھے خاموش اور فکرمند پا کر ویرا نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بتایا ''رات کو خواب میں سوبھراج پریشان کرتا رہا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔''

''اسے تم نے بلاوجہ اپنے سر پر مسلّط کیا ہوا ہے۔'' ویرا نے بے پروائی سے جواب دیا ''یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ریاست سے لڑ کر کوئی بھی شخص زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ مجرم ہو یا نہ ہو، آخر کار موت اس کا مقدر بنتی ہے۔''

''بعض اوقات تم خاصی بہکنے لگتی ہو۔'' سلطان شاہ نے پیالی سے چائے کا ایک گھونٹ لے کر کہا ''تم زندہ ہو، کیسے کہہ سکتی ہو کہ ریاست سے لڑ کر زندگی گنوانے کا ذاتی تجربہ رکھتی ہو۔''

''تم احمق ہو۔ یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ جمی لائیڈ میرا باپ تھا اور وہ وائٹ ہاؤس کی حدود میں پُراسرار حالات میں مارا گیا تھا۔'' ویرا نے چڑ کر وضاحت کی۔

سلطان شاہ نے مفکرانہ انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور کہا ''جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے، وہ ریاست کا باغی نہیں تھا، صدر کا منظورِ نظر تھا اور وہی اسے پروان چڑھانے کا ذمے دار تھا۔''

''غنیمت ہے کہ تمہیں اتنا یاد ہے۔ میں شرط لگا سکتی ہوں کہ اس کے قتل کے پس پردہ امریکی صدر کی ایسی کوئی خواہش کارفرما تھی جسے جمی لائیڈ نے ماننے سے انکار کر دیا ہوگا اسے بلاوجہ قتل نہیں کیا گیا تھا۔''

''تم بلاوجہ سلطان شاہ سے کیوں الجھنے لگتی ہو۔'' غزالہ نے ہنستے ہوئے ان کی باتوں میں دخل اندازی کی ''یہ باتیں روزِ اوّل کی طرح آج بھی سب کے ذہنوں میں تازہ ہیں۔''

''سوبھراج کو بھول جاؤ!'' ویرا نے مجھے مشورہ دیا ''اس نے تصادم کی راہ اختیار کی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکتی۔ دیر سویر ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنے عبرت ناک انجام سے نہیں بچ سکے گا۔''

''مجھے تمہاری ہر بات سے اتفاق ہے لیکن یہاں تم غلطی کر رہی ہو۔ اس کے دماغ پر انتقام کا جنون سوار ہے۔ اس تک پہنچنے میں دیر ہوئی تو وہ نہ جانے کیا کیا گل کھلائے گا۔ مندر کی آتش زنی سے اس کے خطرناک منفی رجحان کی نشان دہی ہو چکی ہے۔''

''بس، کوشش کرتے رہو۔ فکرمندی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔'' ویرا کے پتلے پتلے، گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی ''یہ یاد رکھو کہ عورت اس دنیا میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ مرد کو بنانے اور بگاڑنے میں اس کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ تم نے شیبا پر ڈورے ڈالے ہوئے ہیں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ عورت سوبھراج کو مروانے میں اپنا کردار ضرور ادا کرے گی۔''

''عورت جب وفا کے روپ میں دغا دیتی ہے تو اس کا ڈسا ہوا کبھی نہیں بچتا۔'' اس کے جواب میں سلطان شاہ بول پڑا ''اسی لیے میں ڈینی کو ہر قسم کی عورتوں سے دور رہنے کا مشورہ دیتا ہوں۔''

''کیا میں بھی ان عورتوں میں شامل ہوں۔'' ویرا نے غرا کر پوچھا۔

''پتا نہیں۔'' سلطان شاہ نے سادگی سے کہا ''یہ بات آنے والا وقت بتائے گا۔ اس سے پہلے تمہیں اپنی داڑھی کا تنکا نظر آ جائے تو بہتر ہوگا۔''

''کیا اول فول بک رہے ہو!'' میں نے اپنی بے ساختہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا ''عورتوں کی داڑھی نہیں ہوتی، وہ اس محاورے سے مستثنیٰ ہیں۔''

اسے میری مداخلت گراں گزری اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بول کر رہ گیا۔

میں ناشتا کر کے پوری تیاری کے ساتھ جلال کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے اس کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی میں گھر سے باہر نکل آیا۔

''غنیمت ہے کہ مندر کو آگ لگانے کے بعد سوبھراج نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔'' جلال نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ خاموشی نک کی شامت کی نشاندہی کر رہی ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا ''اسے علم ہو چکا ہے کہ نک کل کراچی بلکہ پاکستان سے جانے والا ہے۔ وہ پوری تن دہی سے اس کے خلاف کوئی منصوبہ بندی کر رہا ہوگا۔''

''کل تک یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ یوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے مگر آج یہ ایک اٹل حقیقت نظر آ رہی ہے۔ کم از کم اس معاملے میں، میں اس کی کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔''

''تم نیک اور شریف سرکاری افسر ہو۔ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔'' میں نے ہنس کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔

''تم نے ان دونوں کے درمیان بدگمانیاں پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تمہاری ان کوششوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔''

''مجھے یہ الزام نہ دو۔ میں نے کوئی بدگمانی پیدا نہیں کی۔ بس حقائق کو ان کے علم میں لاتا رہا۔''

''اسی سے بات بگڑی ہے۔ اگر تم نک کو یہ نہ بتاتے کہ سوبھراج نے میری کلارک کے روپ میں راج محل میں آنے

Downloaded from https://paksociety.com

والی ویرا کو پکڑ لیا تھا اور اپنی رازداری کے باوجود اس کو اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھا تو شاید آج کے حالات مختلف ہوتے۔''

''اس میں جھوٹ شامل نہیں تھا۔ یہ ایک کھلی حقیقت تھی۔''

''کبھی کبھی حقیقتیں بھی گلے کی ہڈی بن جاتی ہیں۔ ان سے فرار مشکل ہو جاتا ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ سوبھراج اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔'' جلال کے لب و لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس معاملے میں بہت سنجیدہ تھا۔

''دیکھنا ہوگا کہ اب قونصل خانے میں کس کس سے سامنا ہوتا ہے۔'' میں نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

''کوئی بھی ہو، ہمارا فیصلہ اٹل رہے گا۔ ڈی آئی جی سے میری مفاہمت ہو گئی ہے۔ ان کی امدادی پیش کش کے بارے میں وہ میرا ہم خیال ہے۔''

ان موضوعات پر منتشر سی گفتگو کے دوران میں ہمارا سفر طے ہو گیا۔ اس وقت جلال کسی مصلحت کی بنا پر سرکاری نمبر پلیٹ والی گاڑی میں ڈرائیور کے بغیر آیا تھا۔ ہم قونصل خانے کے پھاٹک پر پہنچے تو میرا خیال تھا کہ گاڑی کو کسی روک ٹوک کے بغیر اندر جانے کی اجازت مل جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔

سرکاری نمبر پلیٹ کا صرف اتنا فائدہ ہوا کہ گاڑی کو پھاٹک سے اندر جانے کی اجازت دے دی گئی مگر پھر بھاری رکاوٹوں اور مسلح محافظوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ایک باوردی امریکی افسر کے ایما پر ہم دونوں کو گاڑی سے اترنا پڑا۔

ایک ٹیم اپنے حسّاس آلات کی مدد سے گاڑی کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئی۔ وردی والے ہماری جامہ تلاشی لیتے ہوئے نرم، معذرتی کلمات ادا کر رہے تھے۔

ان کا سارا زور ایک نکتے پر تھا کہ پورا شہر دہشت گردی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ مجرموں کے ہاتھ بہت لمبے تھے اور مقامی انتظامیہ اپنی سرتوڑ کوششوں کے باوجود ان پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی اس لیے ان لوگوں کو اپنے طور پر غیر معمولی حفاظتی تدابیر اختیار کرنا پڑ رہی تھیں۔

جلال سرد انداز میں، تحکم آمیز خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا رہا۔ ان لوگوں نے اپنا کام بہت تیزی سے نمٹایا اور ڈیڑھ دو منٹ کے مختصر سے وقفے کے بعد ہمیں گاڑی سمیت اندر جانے کی اجازت مل گئی۔

پارکنگ لاٹ میں ایک اور گورا ہمارا منتظر تھا۔ ہماری گاڑی پارک ہوتے ہی وہ تیر کی طرح ہماری طرف آیا تھا۔ اس نے جلال سے اس کے نام کی توثیق چاہی اور تصدیق ہوتے ہی پُرتپاک انداز میں ہم سے باری باری ہاتھ ملانے لگا۔

بظاہر وہ استقبال کرنے کا ایک خوش گوار انداز تھا لیکن مجھے اس کی تہ میں ان کی اشتباہ آمیز حکمتِ عملی کارفرما نظر آ رہی تھی۔

وہ باہر سے آنے والے کسی بھی شخص کو یہ موقع دینے کے لیے آمادہ نہیں تھے کہ وہ غیر ضروری طور پر قونصل خانے میں آزادی سے بھٹکتا پھرے۔

ہر مہمان کو پھاٹک سے پارکنگ لاٹ تک اخلاق اور نرمی سے گھیر گھار کر براہِ راست اس مقام پر پہنچانے کا بندوبست کیا گیا تھا جہاں اس کی ملاقات کا وقت پہلے سے متعین تھا۔

اپنے حد سے بڑھے ہوئے خوف کو احتیاطی تدابیر کا نام دے کر ان دنوں قونصل خانے نے ویزا کے اجرا اور درخواستوں کی وصولی کا کام سرے سے معطل کیا ہوا تھا اس لیے عمارت کے احاطے میں عجیب سی ویرانی اور بے رونقی کا راج تھا۔

اپنے امریکی مددگار کی رہنمائی میں ہم دونوں عمارت کے خاصے اندرونی حصے میں ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو میری رسٹ واچ نو بجے سے دو منٹ اوپر کا وقت بتا رہی تھی۔

کمرا آراستہ و کشادہ تھا۔ اس میں ایک بڑی میز کے گرد آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن میں سے چار پر کچھ افراد براجمان تھے۔

ان میں سے ایک شہر کا ڈی آئی جی تھا جو اپنی وردی کی بنا پر دور ہی سے پہچانا جا سکتا تھا۔ بقیہ دو چہرے میرے لیے اجنبی تھے۔ ان میں سے چوتھا فرد نک تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے سب سے پہلے اپنی کرسی چھوڑی تھی اور غیر رسمی انداز میں میری طرف لپکا تھا۔

''یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ جلال کے ساتھ تم بھی آ گئے۔'' اس نے پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''میری دلی خواہش تھی کہ کراچی چھوڑنے سے پہلے میں تم سے مل لوں۔ میں جلال کا ممنون ہوں کہ اس نے یہ موقع فراہم کر دیا۔''

''مجھے امید نہیں تھی کہ یہاں تم سے ملاقات ہو سکے گی۔'' میں نے کہا۔

''ٹام کو بھی آنا تھا مگر اسے رات سے پیچش ہو گئی ہے۔'' اس نے اطلاع دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

تعارف کا سلسلہ شروع ہوا تو پتا چلا کہ گیری نامی امریکی شخص پینٹا گون کا نمائندہ تھا اور اس اجلاس میں وہی سب سے سینئر تھا۔ جیک نامی شخص کا تعلق امریکا کے محکمہ انصاف سے تھا۔

رسمی مزاج پرسی ختم ہونے کے بعد سب نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں۔ وہ اجلاس بہت قلیل نوٹس پر منعقد ہو رہا تھا لیکن ہر شخص کے بشرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ وہاں آیا تھا۔

''یس سر!'' قدرے توقف کے بعد گیری نے ڈی آئی جی سے مخاطب ہو کر کہا ''دونوں مجرموں کے بارے میں ہماری پیش کش.....''

''ذرا ایک منٹ!'' نک نے اس کی بات کاٹ کر معذرت خواہانہ لہجے میں کہا ''اصل موضوع پر بات شروع کرنے سے پہلے کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ان لوگوں کو تازہ ترین واقعے سے بھی باخبر کر دیا جائے۔''

''میری گفتگو کا اگلا نکتہ یہی تھا۔'' گیری نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''تم کہتے ہو تو اب میں اسی سے ابتدا کرتا ہوں۔ ان لوگوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ ان کی ناک کے نیچے پرورش پانے والے مجرموں کے حوصلے کتنے بڑھ چکے ہیں۔''

اس کے الفاظ میں چھپا ہوا تحقیر اور تنفر کا عنصر بہت ناگوار گزرا لیکن میں زبان بند کر کے اس کی بات پوری ہونے کا منتظر رہا۔

''گھر سے یہاں آتے ہوئے نک پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔'' گیری نے ڈی آئی جی سے مخاطب ہو کر سرد لہجے میں کہا ''نشانہ بہت بے خطا تھا۔ نک کو یہاں لانے والی گاڑی بلٹ پروف نہ ہوتی تو شاید ہم اس وقت نک کی نوحہ گری کر رہے ہوتے۔''

''اوہ..... یہ کب ہوا؟ یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟'' ڈی آئی جی نے مضطرب ہو کر اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا ''مجھے اس کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں ملی۔''

گیری کی سنائی ہوئی اس خبر نے مجھے بھی چونکا دیا تھا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ سوبھراج ہر خطرے کو نظر انداز کر کے اتنی تیزی سے کام دکھانے کی کوشش کرے گا۔

''کہیں کوئی رپورٹ نہیں کی گئی!'' نک نے کہا ''کسی بے آواز ہتھیار سے دو گولیاں چلائی گئی تھیں۔ بلٹ پروف شیشہ ان گولیوں کو نہ روکتے تو وہ میرے سر یا چہرے میں پیوست ہو سکتی تھیں۔ یہ فائر اس وقت کیے گئے جب میری گاڑی احاطے سے نکل رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی پہلے سے وہاں میری گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ میرا ڈرائیور تیزی سے گاڑی نکال لے گیا اور میں یہاں پہنچ گیا۔''

''اس خوش نصیبی پر تم مبارک باد کے مستحق ہو۔'' میں نے بے ساختہ مسرت سے کہا۔ مجھے اس کے بچنے سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ سوبھراج نے نک کے خلاف اپنا کام شروع کر دیا تھا۔

''تمہاری دانست میں یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟'' جلال نے بقراطی انداز میں پوچھا۔ اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اس واقعے پر تشویش کا اظہار کرے۔

''ڈینی اینڈ سوبھراج!'' نک کے بجائے گیری نے کہا۔ ''اس وقت صرف وہی دو حریف ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی گردنوں کو ناپنا ضروری ہو گیا ہے۔''

''ان کی تلاش کے لیے ہم اپنے سارے وسائل بروئے کار لا چکے ہیں۔'' ڈی آئی جی پورے پس منظر سے بے خبر تھا اس لیے اس کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔

''دونوں بہت ہائی پروفائل مجرم ہیں۔ ان کے لیے تمہارے وسائل ناکارہ ہیں۔'' جیک نے سرد مہری سے کہا۔ ''ہماری مدد کے بغیر تم ان کو نہیں پکڑ سکو گے۔ انصاف کے تقاضوں کو جلد از جلد پورا کرنے کے لیے تمہیں گیری کی پیش کش کو قبول کر لینا چاہیے۔''

''تمہاری بات درست ہے۔'' ڈی آئی جی سے پہلے جلال بول پڑا ''ہم خود بھی یہی محسوس کر رہے ہیں لیکن حالات ایسی کسی ڈیل کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ لوگ شور مچا دیں گے کہ پولیس کا محکمہ امریکیوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ ہم آلات لے لیں گے مگر ان کو ہمارا عملہ استعمال کرے گا.....''

''غیر تربیت یافتہ افراد ان آلات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔'' گیری نے بے رخی سے کہا۔

''میں تربیت کے لیے اپنے آدمی نامزد کر دوں گا۔'' ڈی آئی جی نے کہا۔

''یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جب تک تمہارے آدمی ان آلات وغیرہ کا استعمال سیکھیں گے، سوبھراج اور ڈینی مل کر یہاں ایک قیامت برپا کر دیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پولیس ہیڈ کوارٹرز میں آٹھ دس ہفتوں کے لیے تین امریکی ماہروں کے بیٹھنے سے کیا فرق پڑے گا۔ تعلیم و تربیت کے لیے دنیا بھر میں ایسی تعیناتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں کوئی شور نہیں ہوتا۔''

''اس خطے کے حالات مختلف ہیں۔'' میں نے نرمی سے کہا ''یہاں عام طور پر امریکیوں کو پسند نہیں کیا جاتا۔ تم نے

Scanned from mobile by Scanner Free
Downloaded from https://paksociety.com

سرکاری طور پر امریکی شہریوں کو ہدایت کی ہوئی ہے کہ وہ ناگزیر ضرورت کے بغیر ادھر کا رخ نہ کریں اور ادھر آنا ہی پڑے تو اپنی نقل و حرکت کو محدود رکھیں۔ یہ حالات ہمیں غیر ملکی تعاون کی اجازت نہیں دیتے۔''

''یہ تمہاری سوچ ہوسکتی ہے لیکن ہم انصاف کے تقاضوں کے پیش نظر ایسا تعاون ضروری سمجھتے ہیں۔'' اس طرح وہ کالی بھیڑیں بھی بے نقاب ہوسکیں گی جو تمہاری صفوں میں شامل ہوکر مجرموں کے ہاتھ مضبوط کررہی ہیں۔''

''ایسے لوگوں کے احتساب کے لیے ہمارا اپنا نظام ہے۔'' ڈی آئی جی نے قدرے خفگی سے کہا ''ہم اپنی فورس کی تطہیر کے لیے دوسروں کی مدد کے محتاج نہیں ہیں۔''

''یہ تمہارا خیال ہے لیکن ایک بڑی تعداد ڈینی کے حوالے سے یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ تم لوگ سرکاری سطح پر جو کچھ کہتے رہتے ہو، عملی حقائق اس سے بہت مختلف ہوتے ہیں ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص قانون کی گرفت سے مسلسل بچا رہے۔'' اس بار گیری نے جیک کی بات آگے بڑھائی تھی۔

''اس کے سلسلے میں تم لوگ بھی ناکام رہے ہو۔ تم نے اس کے خلاف ہر روایتی اور غیر روایتی حربہ آزما کر دیکھ لیا ہے لیکن نتیجہ صفر رہا ہے۔'' جلال نے جواب دیا ''تم لوگوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ امریکا بھی ہو آیا ہے۔ اس نے وہاں ایک ہنگامہ برپا کردیا تھا۔ وہاں بھی تم اسے گھیرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔''

''وہ غیر معمولی کیس ہے۔'' نک نے اپنے ساتھیوں کو خفت سے بچانے کی کوشش کی ''اس کا عام مجرموں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔''

''تم لوگ یہ بات اپنے ذہن میں بٹھالو تو پھر تمہیں ہماری کارکردگی میں کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔'' جلال نے کہا۔

''میں کسی پر الزام تراشی نہیں کررہا تھا۔'' جیک نے اپنی صفائی پیش کی ''میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے پاس معلومات ہیں۔ ہمارے پاس اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ جدید وسائل بھی ہیں، اپنے مشترک مجرموں کے خلاف ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔ اس طرح بہت جلد اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔''

''اس بارے میں، میں تمہیں اپنے تحفظات سے آگاہ کرچکا ہوں۔'' اس بار میں نے جواب دیا ''تم ہمارے افسروں کی تربیت کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔''

''یہ بہت حساس معاملہ ہے۔'' گیری نے نئی قلابازی کھائی ''ہم اپنے جدید ترین آلات کسی وسیع تر مفاہمت کے بغیر کسی اور کو نہیں سونپ سکتے۔''

''پھر ان کا ذکر بے سود ہے۔'' وہ صاف بات ہوجانے کے بعد جلال نے دو ٹوک لہجے میں جواب دیا ''تم ساز و سامان نہیں دے سکتے، ہم تمہارا عملہ قبول نہیں کرسکتے۔ بات ختم ہوجاتی ہے۔''

''کیا تم بھی جلال کے ہم خیال ہو؟'' گیری نے ڈی آئی جی سے پوچھا۔

''اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' ڈی آئی جی نے پرزور لہجے میں کہا ''پولیس کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ ایجنسیوں کو اپنے کاموں کی تکمیل کے لیے بہتر وسائل درکار ہوتے ہیں۔ تمہاری تجویز کا زیادہ تعلق جلال اور کرنل داور سے ہے۔ میرا محکمہ ان سہولتوں سے صرف ضمنی فائدے حاصل کرسکتا تھا۔''

''پولیس کا کردار اتنا محدود نہیں ہوتا۔ سولجر بازار کے علاقے سے ہمارے آدمی کو تمہاری فورس نے اپنی تحویل میں لیا تھا۔'' جیک بولا۔

ڈی آئی جی کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ ''کیا تم اس ناخوش گوار واقعے کو بھی زیر بحث لانا چاہتے ہو؟''

''قطعی نہیں۔'' جیک نے صاف انکار کردیا ''میں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ کوئی بھی واقعہ رونما ہونے کے بعد سب سے پہلے پولیس حرکت میں آتی ہے۔''

''اور معاملہ اس کے اختیار سے باہر ہو تو اسے متعلقہ لوگوں کے سپرد کردیتی ہے۔'' ڈی آئی جی نے اس کی بات میں اضافہ کیا۔

''یہ ذکر نکل ہی آیا ہے تو یہ بتاؤ کہ اس بارے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے۔'' جیک بولا۔

''کچھ نہیں۔'' ڈی آئی جی کے منہ توڑ جواب نے مجھے حیران کردیا۔ ''زندہ پکڑے..... جانے والے کمانڈو کے بیان میں جو جھول ہیں، وہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں ہوں گے۔ اس کیس پر کسی ذہین افسر نے کام شروع کردیا تو وہ کہانی بے نقاب ہوجائے گی جسے چھپانے کے لیے کمانڈو نے ایک بے سروپا بیان دیا ہے۔''

''واقعات کچھ بھی رہے ہوں، یہ بات ہر شک و شبہے سے بالا ہے کہ وہ دونوں ڈینی کا نشانہ بنے تھے۔'' نک نے زور دے کر کہا ''ڈینی ہمارے ایک کمانڈو کا قاتل ہے۔ وہ پکڑا گیا تو اس سے اس خون کا حساب ضرور لیا جائے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ہم سب اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔'' جلال بولا ''سولجر بازار میں کمانڈوز والا واقعہ پیش نہ آتا تب بھی ڈینی کی تلاش کی مہم جاری رہتی۔''

''ویری گڈ!'' نک ایک گہرا سانس لے کر بولا ''میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ ہمارے آدمی کے بیان سے قطع نظر ڈینی کی تلاش ضروری ہے۔''

''اور اب سوبھراج کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہو چکا ہے۔'' میں نے یاد دلایا۔

نک سر ہلا کر رہ گیا۔ فون پر وہ مجھ سے کھل کر باتیں کرتا رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ سوبھراج کس وجہ سے ان لوگوں کے عتاب کا نشانہ بنا تھا لیکن اس اجلاس میں نک سمیت کسی نے بھی سوبھراج کے بارے میں اندر کی وہ باتیں نہیں چھیڑی تھیں۔ گفتگو کے دوران میں کافی لائی گئی مگر میں نے کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میں پوری طرح محتاط تھا کہ وہاں کسی چیز پر اپنے فنگر پرنٹس نہ چھوڑوں جنہیں وہ بعد میں اپنے ریکارڈ کا ایک حصہ بنا سکیں۔

''مجھے مایوسی ہوئی ہے کہ ہمارا یہ اجلاس نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکا۔'' گیری نے اپنے شانے اچکا کے کہا ''میرا اندازہ تھا کہ ہم مل کر بیٹھیں گے تو آئندہ کے لیے ایک دوسرے کے کام کرنے کی راہ نکل آئے گی۔''

''دیکھا جائے تو ہم اب بھی ایک دوسرے سے مل کر کام کر رہے ہیں۔'' ڈی آئی جی نے جواب دیا ''ہمارے ہدف مشترک ہیں۔ ہم سب قانون کی بالادستی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ بس اتنا سا فرق ہے کہ ہمارے طریقے الگ ہیں۔''

''برا نہ مانو تو ایک بات پوچھ لوں!'' میں نے گیری سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ایک نہیں، دو باتیں پوچھ لو۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تمہاری طرف سے اس اجلاس کا انعقاد کیا اس بات کا غماز نہیں ہے کہ اب پینٹاگون والے بھی ان معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''امریکا کی حدود سے باہر ہونے والی ہر سرگرمی میں میرا محکمہ کسی نہ کسی حد تک ملوث ہوتا ہے۔ اپنے مطلوب مجرموں کو امریکا لا کر انصاف کے کٹہرے تک پہنچانا بھی ملکی دفاع کے زمرے میں آتا ہے اور پھر یہ معاملہ زیادہ اہم ہے۔'' گیری نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا ''ہم جن آلات اور سہولتوں کی باتیں کر رہے ہیں، وہ سب حسّاس دفاعی نوعیت کی حامل ہیں اور پینٹاگون کی تحویل میں ہیں۔ بات بن جانے کی صورت میں سارا بندوبست مجھ ہی کو کرنا ہوتا۔''

گیری کا وہ اعتراف خیال انگیز تھا۔ بات رفتہ رفتہ بڑھتی جا رہی تھی۔ کراچی میں اپنے کئی باوردی ملازمین کی جانوں سے ہاتھ دھو لینے کے بعد امریکی محکمہ دفاع براہِ راست ان معاملات میں کودنے کی تیاری کر رہا تھا۔

یہ غنیمت ہوا کہ ان کی پیش کی ہوئی تجویز مسترد کر دی گئی تھی ورنہ پینٹاگون والے کراچی میں اپنے پیر جمانے کے بعد اپنے مطلوب مجرم کی گرفتاری کے نام پر کوئی بھی محدود فوجی آپریشن شروع کر سکتے تھے۔

ان کو ایک بار مداخلت کی اجازت دے دینے کے بعد محض انتظامی نسخے پر ان کو روکنا بہت مشکل ہو جاتا۔ فنی امداد اور سہولتوں کی فراہمی کے نام پر کراچی میں مامور کیے جانے والے امریکی افسر پوری انتظامیہ کے لیے ایک عذاب بن جاتے۔

میں نے اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد نک کی صورت دیکھتے ہی اندازہ لگایا تھا کہ اس اجلاس میں وہ معاملات بھی زیر بحث آ سکتے تھے جن پر میرے یعنی کرنل داور اور نک کے درمیان مذاکرات چلتے رہے تھے۔

ان لوگوں کے لیے وہ بہت حسّاس موضوعات تھے جن میں سوبھراج اور ڈینی کے تبادلے والا معاملہ سب سے اہم تھا۔ میرے لیے یہ باور کرنا ممکن نہیں تھا کہ گیری اور جیک کو ان سب باتوں کی کوئی بھنک نہیں ملی ہوگی۔

ان دونوں نے سب کچھ جانتے بوجھتے اپنی زبانیں سختی سے بند رکھی ہوئی تھیں اور ان خفیہ معاملات کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

کافی دیر بعد ان کی پراسرار خاموشی کا جواز میری سمجھ میں آ گیا۔

یہ بات وہ سب جانتے تھے اور برملا اس کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ ڈینی کے بارے میں پاکستانی حکام کے دلوں میں نرم گوشے موجود تھے۔ ان صفوں میں صرف کرنل داور ایسا آدمی تھا جو ڈینی کی حد سے بڑھی ہوئی آزادروی اور خودسری کو پسند نہیں کرتا تھا۔

نک کے ساتھ طے ہونے والی ڈیل کرنل داور نے اپنی ذاتی حیثیت میں کی تھی۔ اس کا دوسرے افسران سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ شاید ان کے ذہنوں میں ڈینی کی قید اور پھر پکا یک فرار کے بارے میں بہت سے سوالات کلبلا رہے ہوں مگر وہ جلال اور ڈی آئی جی کے سامنے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھ سکتے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ سب اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ اپنے اصل مشن میں ناکام رہنے کے باوجود نک نے یہ کامیابی ضرور حاصل کی تھی کہ وہ ایس ٹی ایف کی نا قابل شکست صفوں میں دراڑ ڈال کر، ڈینی کے خلاف کرنل داور کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

وہ ایک طویل مدت کے بعد اپنے ہاتھ آئے ہوئے اس مہرے سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ذہن میں یہ بات موجود رہی ہوگی کہ ڈینی ایک بار کرنل داور کے چنگل سے نکل گیا تھا لیکن بعد میں وہ دوبارہ اس کے قابو میں آسکتا تھا۔

وہ ان درپردہ معاملات کو موضوع سخن بنا کر ایسے امکانات ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔

''تمہارے چہرے پر کچھ ضربات نظر آرہی ہیں۔'' کافی نوشی کے دوران میں گیری نے مجھ سے کہا ''کیا تم اس سینئر پوزیشن میں بھی مار دھاڑ کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے ہو؟''

مجھے خوشی ہوئی کہ اس نے وہ سوال پوچھ لیا۔ وہ چوٹیں سنیل کے گھر کے باہر، امریکی کمانڈوز سے ہونے والے مقابلے کا نتیجہ تھیں مگر میں نے نک کو ان کے بارے میں کوئی اور کہانی سنائی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کسی وقت نک سے سامنا ہوا تو میرے چہرے پر نظر آنے والے وہ نشانات اسے شک و شبہے میں ڈال دیں گے۔ ایسے کسی امکان کا تدارک کرنے کے لیے میں نے فون پر اسے یہ بتایا تھا کہ ڈینی میرے ساتھ مقابلہ کرکے میری قید سے فرار ہوا تھا۔

گیری کے سوال پر میں نے مسکرا کر نک کی طرف دیکھا اور کہا ''ضرورت پڑ جائے تو پوزیشن کا خیال کیے بغیر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ چہرے پر نظر آنے والی چوٹیں معمولی ہیں مگر یہ اس گہری چوٹ کی غماز ہیں جسے میں ایک مدت تک فراموش نہیں کرسکوں گا۔''

''تم ذومعنی مسکراہٹ کے ساتھ نک کی طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟'' جیک نے سوال کیا ''کھل کر ہمیں بھی کچھ بتاؤ۔''

''یہ غیر ضروری اور ذاتی باتیں ہیں۔ ان کے لیے یہ فورم مناسب نہیں ہے۔'' نک نے جلدی سے اپنے ساتھی کی بات اڑا دی۔

وہ تینوں اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہے تھے۔ کافی کا دور ختم ہونے کے ساتھ اجلاس بھی ختم ہوگیا۔ ان تینوں نے عمارت کے بیرونی دروازے تک آکر ہمیں گرم جوشی سے رخصت کیا۔ وہاں ہماری رہنمائی یا نگرانی کے لیے ایک باوردی گورا مستعدی سے کھڑا ہوا تھا۔ میری توقع کے برعکس نک نے بھول کر بھی اپنی بی گن کا کوئی ذکر نہیں نکالا تھا۔

گورے نے غیر ضروری طور پر پارکنگ لاٹ تک ہماری رہنمائی کی۔ وہاں ڈی آئی جی کی سرکاری جیپ میں ڈرائیور اس کی واپسی کا منتظر تھا۔ وہ ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوگیا۔

ہمارے سروں پر مسلط امریکی محافظ کی موجودگی کی وجہ سے ہم تینوں کے درمیان کسی غیر رسمی تبادلہ خیال کی نوبت نہیں آسکی تھی۔

قونصل خانے کی بلند فصیل سے باہر نکلتے ہی جلال نے آزادی کا ایک گہرا سانس لیا اور کہا ''اس اجلاس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

''معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کافی پلانے کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ میں تو اس سے بھی محروم رہا۔'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''اجلاس میں جو کچھ کہا گیا، وہ فون پر بھی بتایا جاسکتا تھا۔ اس کے لیے چھ آدمیوں کا اجلاس بلانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''گیری نے اپنی تجویز پر مذاکرات کی پیشکش کی تھی جو ڈی آئی جی نے قبول کرلی۔ وہ عجلت میں بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا کہ آلات اور سہولتوں کی آڑ میں وہ اپنے آدمیوں کو پولیس کے محکمے میں بٹھانا چاہ رہا ہے۔''

''یہ بات تم نے اس کے ذہن میں ڈالی ہوگی!''

''نہیں۔ وہ خود ہی اس تجویز کے مضمرات سمجھ گیا تھا۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا اور پھر ہم نے اجلاس میں شریک ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ بات سہولتوں تک محدود رہتی تو ان کو قبول کیا جاسکتا تھا۔ اسٹاف کے بارے میں ڈی آئی جی کا موقف بہت سخت تھا۔''

''وہ اپنی تجویز اوپر لے جائیں گے۔ آئی جی اور محکمہ داخلہ والے اس فریب میں آسکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر شخص ان کی چال کو سمجھ سکے۔''

''ڈی آئی جی اس اجلاس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرچکا ہے۔ وہ اس کی رپورٹ اوپر ضرور بھیجے گا۔ اس کی روشنی میں کوئی فیصلہ تبدیل کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ ایک بات ریکارڈ پر آجاتی ہے تو اسے نظر انداز کرنا آسان نہیں ہوتا۔''

''اب وہ زور پکڑ رہے ہیں۔'' میں نے چند ثانیوں کے بعد کہا ''پینٹاگون کے کسی ذمے دار افسر کی کراچی میں موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہے۔''

''اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ ان کی نظروں میں پاکستان

Downloaded from https://paksociety.com

کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ افسروں کی تعیناتی کے بارے میں ہم ان سے کوئی سوال نہیں کر سکتے۔ سرکاری محکموں میں افسران کے تبادلے ہوتے رہتے ہیں۔ کہہ دیا جائے گا کہ گیری کو کچھ عرصے کے لیے فارن سروس میں بھیج دیا گیا ہے۔''

''ان کی نظروں میں اہم ہونا ہمارے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔ وہ یہاں پنجے گاڑنے کی کوششیں شروع کر چکے ہیں۔''

''یہاں ان کی ریشہ دوانیوں کا توڑ کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہر محکمے میں ڈی آئی جی جیسے راست گو اور بے خوف افسر موجود ہیں جو ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔''

''میں مانتا ہوں کہ اس ملک میں جہاں کرپشن کی جڑیں بہت گہری ہیں محبِ وطن اہلکاروں کی بھی کمی نہیں ہے لیکن کسی بھی سازش کی بیخ کنی کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ لوگ دشمنوں کے چہرے اور ان کے عزائم پہچانتے ہوں۔ یہاں خرابی یہ ہے کہ سب کچھ پس پردہ ہو رہا ہے۔ جو باتیں ہم لوگ جانتے ہیں، دوسرے ان سے خبر ہیں۔''

''عقابی نظریں رکھنے والے بین السطور بھی بہت کچھ پڑھ لیتے ہیں۔ اس وقت یہ سوال ہر حساس پاکستانی کو پریشان کر رہا ہے کہ دو امریکی کمانڈوز سولجر بازار کے علاقے میں کیا کرتے پھر رہے تھے۔ کسی کے کچھ نہ کہنے کے باوجود لوگ اپنے طور پر صحیح نتائج اخذ کر لیتے ہیں اور یہی رائے عامہ کسی ملک کے دفاع کی سب سے مضبوط ڈھال ہوتی ہے۔''

بات کرتے کرتے جلال چند ثانیوں کے لیے خاموش ہوا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''دو ریاستوں کی سرد جنگ میں افراد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنی توجہ سوبھراج پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ اس وقت وہ سب سے خطرناک مقامی فتنہ ہے۔ اس کی جلد از جلد سرکوبی ضروری ہے۔''

''تمہاری بات درست ہے۔ ہم لوگ رہیں یا نہ رہیں، یہ ملک قائم رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں امریکا کی ترجیحات بدل جائیں اور وہ ہمارا دوست بن جائے لیکن جب تک ہمارے دم میں دم ہے اور امریکا کی نیت خراب ہے، ہمیں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ یہ ہماری مٹی کا ہم پر قرض ہے جسے ادا کرنا ضروری ہے۔''

''میں یہ نہیں کہہ رہا کہ سب کچھ دوسروں پر چھوڑ دو۔'' جلال نے جلدی سے کہا ''جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرتے رہو اور تم کر ہی رہے ہو لیکن صرف مضبوط دیوار سے سر نہ ٹکراتے رہو۔ اس میں دراڑیں ڈالنے کے ساتھ دوسری کمزور دیواروں کو بھی گراتے رہو۔''

ہماری پے در پے کوششوں کے نتیجے میں سوبھراج کے جمے جمائے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن پھر بھی وہ بہت زیادہ کمزور نہیں ہوا تھا۔ شیبا کی فراہم کی ہوئی اطلاع کے مطابق وہ خاصا زخمی ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کا حوصلہ بلند تھا۔

اپنا سب کچھ کھو کر بھی وہ تہی دست نہیں ہوا تھا۔ راج محل سے ایک خطیر رقم لے کر نکلا تھا۔ اس رقم کے ذریعے وہ اپنے من پسند لوگوں کی خدمات خریدنے کی پوزیشن میں تھا۔ کام کے لوگ پہلے سے اس کی نظروں میں تھے۔ وہ نہ جانے کب سے کوبرا کے روپ میں ان سے امریکی ایجنسیوں اور را کے لیے کام لے رہا تھا۔

امریکی قونصل خانے میں ہونے والے اجلاس میں گیری صدر نشین تھا اس لیے نک پر ہونے والے قاتلانہ حملے پر زیادہ تفصیل سے بات نہیں ہو سکی تھی لیکن یہ جاننے کے لیے کسی محنت کی ضرورت نہیں تھی کہ نک پر ہونے والی فائرنگ نے امریکیوں کو مزید خوفزدہ کر دیا ہوگا۔

نک نے سوبھراج پر دو وار کیے تھے۔ ایک میں وہ زخمی ہوا، دوسرے میں صاف بچ کر نکل گیا۔ اس نے وہ حساب بے باق کرنے کے لیے نک پر جوابی وار کرنے میں بہت تیزی سے کام لیا تھا۔

یہ بات سوبھراج کے دماغ میں بیٹھ گئی تھی کہ نک کراچی سے روانگی کے لیے پر تول رہا تھا۔ اس کے پاس وقت کم تھا۔ نک ایک بار کراچی سے نکل جاتا تو سوبھراج کے لیے اس پر ہاتھ ڈالنا ناممکن ہو جاتا۔

سوبھراج زخمی تھا لیکن اس کا تخریبی ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ نک پر گولیاں برسانے کے لیے وہ خود میدان میں اترا ہوگا۔ وہ زخمی تھا۔ اس کے ساتھ سنیل بھی مجروح تھا۔ سوبھراج نے وہ کام یقینی طور پر کرایے کے کسی آدمی سے لیا تھا۔

اجلاس میں اس واردات کی جو مختصر روداد سامنے آئی تھی اس سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ سوبھراج نے اس کام پر کسی ماہر نشانے باز کو مامور کیا تھا اور اگر نک کو بلٹ پروف کار کا تحفظ میسر نہ ہوتا تو اس کا کام تمام ہو گیا ہوتا۔

''سوبھراج کے لیے اب تم نے کیا سوچا ہے؟'' کچھ دیر بعد میں نے جلال سے پوچھا۔

''نک پر ہونے والے حملے نے مجھے حیران کر دیا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

اپنی زندگی کے بدترین مراحل سے گزرنے کے باوجود سوبھراج کے اعصاب بہت مضبوط ہیں۔ میں نے ایسے مجرم کم دیکھے ہیں۔''

''نک کے لوٹ جانے کے بعد اس کی توجہ دوسری طرف مبذول ہوجائے گی۔ وہ دہشت گردی پر تلا ہوا ہے۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''مندر میں آگ لگنے کا واقعہ معمولی نہیں تھا۔ ایسے کسی نئے واقعے کے سدباب کے لیے پوری شہری انتظامیہ کے ساتھ وفاقی ادارے بھی حرکت میں آئے ہوئے ہیں۔ سوبھراج ایک مشہور و معروف آدمی ہے۔ کہیں بھی اس کی جھلک نظر آگئی تو پھر وہیں ڈیرے ڈال دیئے جائیں گے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ اب زیادہ دیر تک آزاد نہیں رہ سکے گا۔''

''نک کی نگرانی ہورہی ہوتی تو اس پر حملہ کرنے والا ہاتھ آسکتا تھا۔'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''نک غافل نہیں ہے۔ اس کا تعاقب کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے خطرات کا اندازہ ہے اسی وجہ سے اس نے سفر کے لیے بلٹ پروف گاڑی کا انتخاب کیا۔ اس تازہ ترین واقعے کے بعد وہ اور زیادہ محتاط ہوجائے گا۔''

ہم دونوں کے ذہن بہت زیادہ الجھے ہوئے تھے۔ ہماری گفتگو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکی۔

وہ اس وقت سرکاری نمبر پلیٹ والی گاڑی میں تھا۔ اس گاڑی کا زیادہ دیر تک ہمارے گھر کے سامنے موجود رہنا مناسب نہیں تھا۔ اس نے مجھے گھر پر اتارا اور ہاتھ لہرا کر تیزی سے آگے نکلتا چلا گیا۔

گھر پر اول خان بے چینی سے میری واپسی کا انتظار کررہا تھا۔

''میٹنگ کا کیا رہا؟ نک بھی وہاں آیا ہوا تھا؟'' میری صورت دیکھتے ہی اس نے بے ساختہ دو سوال داغ دیے۔

میں نے دل ہی دل میں اس کے تجسس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی تھی کہ وہ مضطربانہ انداز میں دوبارہ بول پڑا۔

''اس نے اپنی گاڑی پر ہونے والی بے آواز فائرنگ کا ذکر کیا تھا؟''

اول خان کی زبان سے وہ تذکرہ سن کر میں چونک پڑا۔ وہ شہر میں رونما ہونے والا تازہ ترین اہم واقعہ تھا۔ گولیوں سے بچ کر نک سیدھا اپنے قونصل خانے میں پہنچا تھا۔ واردات کی کہیں کوئی رپورٹ درج کرانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ سوال یہ تھا کہ پھر اول خان کو آن واحد میں وہ خبر کہاں سے مل گئی۔

''اس بارے میں تمہیں کہاں سے اطلاع ملی؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

''کل کی گفتگو کے بعد میں نے اپنے ایک آدمی کو رابن ہائٹس نامی عمارت کی نگرانی پر مامور کردیا تھا۔ آج کل ٹام اور نک اسی کے ایک فلیٹ میں رہ رہے ہیں۔ ساڑھے آٹھ بجے نک کی گاڑی رابن ہائٹس کے احاطے سے جونہی باہر نکلی، نکڑ سے ایک شخص نے تاک کر اس پر دو فائر کیے۔ گاڑی بلٹ پروف تھی۔ گولیاں لگتے ہی وہ بہت تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔'' اول خان نے بتایا۔

''گڈ!'' وہ خوش خبری سن کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا ''تمہارے آدمی نے نک کا پیچھا کیا ہوگا۔''

''نک بچ کر نکل گیا۔ اس وقت حملہ آور زیادہ اہم تھا۔ فائرنگ کرتے ہی وہ اپنی کار میں وہاں سے فرار ہوا تھا۔'' اول خان پُرجوش لہجے میں بتا رہا تھا ''میرے آدمی نے موٹر سائیکل پر اس کا پیچھا کیا اور ڈیفنس کی ایک گلی میں اسے روکنے میں کامیاب ہوگیا۔ مزاحمت کے دوران میں اس کا داہنا بازو ٹوٹا ہے۔ اب تک وہ بے ہوش کرکے اسٹیشن فور میں پہنچایا جاچکا ہوگا۔''

''تم نے اور تمہارے آدمی نے غیر معمولی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔'' میں نے اس کی پشت پر تھپکی دے کر کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ نیا قیدی ہمیں سوبھراج کی کمین گاہ کا کوئی سراغ بتا سکے۔ وہ سیٹ لائٹ فون کے ذریعے کبھی گرفت میں نہیں آسکتا۔''

''کوشش کرلینے میں کوئی ہرج نہیں لیکن مجھے قیدی سے زیادہ توقع نہیں ہے کہ وہ سوبھراج کے ٹھکانے کے بارے میں کچھ بتا سکے گا۔''

اجلاس کے بارے میں جان کر ان سب کو مایوسی ہوئی کیونکہ ہماری طرف سے وہاں وہی فیصلہ سنایا گیا جس پر پہلے سے اتفاق رائے ہوچکا تھا۔ کوئی نئی بات نہیں ہوئی تھی۔

''تم کو یہاں آئے ہوئے کافی دیر ہوچکی ہے لیکن تم نے ہمیں نک پر ہونے والے حملے اور قاتل کے پکڑے جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' اہم باتوں کا سلسلہ ختم ہوجانے کے بعد ویرا نے اول خان سے شکوہ کیا۔

''مجھے ڈینی کی واپسی کا انتظار تھا!'' اول خان نے ہنس کر کہا۔

''مجھے بھی معلوم ہے۔ کیا تم ہم میں سے کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اسے کوئی بات بتائی جائے!'' ویرا کے لہجے

Downloaded from https://paksociety.com

میں ہلکی سی تلخی آ گئی۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اسے میری ذہنی اپج کہہ لو۔ میں ڈینی کے آ جانے کے بعد ایک ہی مرتبہ بات کرنے کے موڈ میں تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس واقعے کے بعد نک کی کیا کیفیت تھی اور وہ اجلاس میں پہنچا یا کہیں رہ گیا۔''

''یہ بلاوجہ کی باتیں ہیں۔ قوتِ فیصل خانے میں اس کا دفتر ہے۔ وہ وہیں بیٹھتا ہے مگر اجلاس میں اس کی شرکت کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا۔ جلال نے رات کو صرف یہ بتایا تھا کہ ڈی آئی جی نے باہمی تعاون کے مسئلے پر کسی افسر سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ وہاں ڈینی اور جلال کا جانا بھی ضروری نہیں تھا۔ وہ ڈی آئی جی اور گیری کی دن تُو دن ملاقات تھی۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی، معاف کر دو!'' اول خان نے خلوصِ دل سے اپنی غلطی تسلیم کر کے ہنستے ہوئے معافی مانگ لی۔

چائے کی ایک پیالی ختم ہونے تک ہم باتیں کرتے رہے۔ گیری اور جیک کے نکموں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی میری طرح دوسروں کے لیے بھی تشویش کا باعث تھی لیکن ہم اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ٹھوس حقائق تھے جن کا سامنا کرنا ہی تھا۔

''ابھی تک تمہاری نئی گرل فرینڈ کا کوئی پیغام نہیں آیا!'' اچانک ویرا نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا ''وہ کہاں سو رہی ہے؟''

''کس کا ذکر کر رہی ہو؟'' میں نے بے ساختہ سوال کیا۔

''شیبا کے علاوہ تم نے کسی اور سے بھی نئی دوستی کی ہے؟''

''لاحول ولا قوۃ!'' میں نے برا سا منہ بنا کر کہا ''تم بلاوجہ اسے ایک اعزاز دے رہی ہو۔ میں بتا چکا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی حیثیت ایک ٹاؤٹ سے زیادہ نہیں ہے۔''

''حیثیت کچھ بھی ہو۔ اس کا فون کیوں نہیں آیا؟''

''سوبھراج یا سٹیل کے بارے میں اس کے پاس کوئی خبر ہو گی تو وہ مجھے ضرور فون کرے گی۔ مجھے اس سے بے مقصد فون کی توقع نہیں ہے۔''

''آوارہ مزاج والی عورتیں وجیہہ مردوں سے کبھی مایوس نہیں ہوتیں۔ ان پر ڈورے ڈالنے کی کوششیں جاری رکھتی ہیں۔''

''تم ڈینی کو وجیہہ سمجھتی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس بارے میں شیبا تمہاری ہم خیال نہ ہو۔'' سلطان شاہ کو اس پر چوٹ کرنے کا موقع مل گیا۔

ویرا نے پلٹ کر پھاڑ کھانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''میری زبان سے ڈینی کی تعریف سن کر تم کیوں مرچیں چبا رہے ہو۔''

''بلاوجہ لڑنے کی ضرورت نہیں۔ بات شیبا تک محدود رکھو۔'' اول خان نے ناصحانہ انداز میں ان دونوں کو ہلکی سی تادیب کی پھر مجھ سے مخاطب ہو گیا ''یہ ممکن نہیں ہے کہ راج محل چھوڑنے کے بعد سٹیل نے اپنی بیوی سے رابطہ نہ کیا ہو۔''

''شیبا کو وہ شاید اہمیت نہیں دیتا۔ بیوی سے ذرا بھی مخلص ہوتا تو اسے اتنی آسانی سے سوبھراج کی گود میں نہ ڈالتا۔ وہ ضرورت کے بغیر شاید کسی سے کوئی رابطہ نہ کرے۔ اس وقت وہ دونوں رازداری کی اہمیت کو سمجھ رہے ہوں گے۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا ''وہ جانتے ہیں کہ ان کی جانوں کو سخت خطرہ لاحق ہے۔''

''چاہیں تو آپ شیبا سے بات کر لیں۔'' غزالہ نے پیشکش کی۔

''اس کا دماغ خراب ہو جائے گا۔'' میں نے کہا ''اپنے شوہر کو سوبھراج کے چنگل سے نکالنے کے لیے وہ مجھ سے ضرور رابطہ کرے گی۔ بہتر یہی ہے کہ اس کی کال کا انتظار کیا جائے۔''

اسے میں نے اپنا موبائل فون نمبر دیا ہوا تھا جو ان دنوں میرے ساتھ رہتا تھا۔ میں ان تینوں کو خدا حافظ کہہ کر اول خان کے ساتھ اسٹیشن فور کے لیے روانہ ہو گیا۔

''راج محل میں لگنے والی آگ اس قدر بھیانک تھی کہ عمارت میں سب کچھ جل کر خاک ہو گیا۔'' راستے میں جلال نے متاسفانہ لہجے میں کہا ''آگ اتنی شدید تھی کہ دھات کی بنی ہوئی بعض چیزیں پگھل کر بہہ گئیں۔ آہنی اشیا یوں تڑمڑ کر رہ گئی ہیں جیسے کسی دیوزاد وحشی نے ان پر زور آزمائی کی ہو۔''

''چشم دید تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم ادھر گئے تھے۔''

''مجھے شبہ تھا کہ اس واقعے کی رپورٹنگ میں مبالغے سے کام لیا جا رہا ہے۔ میں کچھ نہ کچھ تلاش کر لینے کی امید میں وہاں گیا تھا مگر مجھے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ آگ کی تپش سے کنکریٹ پھٹ جانے کے سبب سے عمارت کا بیشتر حصہ منہدم ہو چکا ہے۔''

''راج محل کو آگ لگا کر اس نے اپنے خلاف موجود ہر ثبوت کو ضائع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب جو کچھ ہے، اس کے سینے میں دفن ہے۔''

''اگر وہ بھی کہیں مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا تو بے شمار باتیں

Downloaded from https://paksociety.com

ہمیشہ کے لیے تشنہ رہ جائیں گی۔ اسے زندہ ہاتھ آنا چاہیے۔''

وہ اول خان کی ایک نیک آرزو تھی۔ میں نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

اسٹیشن فور میں اول خان نے اپنی گاڑی اسی بیرک کے قریب لے جا کر روکی جس کے ایک کمرے میں زخمی قیدی کو رکھا گیا تھا۔

کمرے کا دروازہ باہر سے مقفل تھا اور باہر ایک مسلح گارڈ موجود تھا۔ اول خان کو دیکھتے ہی اس نے کمرے کا تالا کھول دیا۔

وہ کمرا کشادہ ضرور تھا لیکن وہاں فرش پر ایک گدے کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ قیدی اسی گدے پر لیٹا ہوا تھا۔

اس کے داہنے بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر تازہ اور گیلا پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ بائیں کلائی میں پڑی ہوئی ہتھکڑی ہیڑیوں سے منسلک تھی۔ مجموعی طور پر وہ اس حالت میں تھا کہ نقل و حرکت ممکن نہیں تھی۔

جسمانی طور پر وہ صحت مند اور توانا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے مہرے سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ وہ کوئی پیشہ ور قاتل ہوگا۔

''تم لوگ کون ہو؟ تم نے مجھے یہاں کیوں بند کیا ہوا ہے۔'' ہم دونوں کے اندر پہنچنے کے بعد اس نے بگڑی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ہم خدائی فوج دار ہیں۔'' میں نے جارحانہ تیوروں کے ساتھ اسے گھورتے ہوئے جواب دیا ''ابھی تک تمہیں یہ اندازہ نہیں ہوا کہ تمہارا کیا قصور ہے۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔ میری چلائی ہوئی گولیوں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔'' اس نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

''نقصان پہنچنا بعد کی بات ہے۔ تم نے ایک بڑے غیر ملکی افسر پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔''

''جرم کی بات پولیس والوں کے منہ سے اچھی لگتی ہے۔ تم لوگ مجھے بلاوجہ دھمکا رہے ہو۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔'' وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

''یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم پولیس والوں کے بجائے ہماری پارٹی کے ہاتھ آئے ہو۔'' میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا ''تم نے شرافت سے ہمارے سوالوں کے جواب نہیں دیے تو میں تمہارا ٹوٹا ہوا بازو کاٹ کر تمہارے جسم سے الگ کر دوں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

اول خان کے عملے نے شاید اس سے کوئی باز پرس نہیں کی تھی۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر پلاسٹر چڑھا کر اسے کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اسے بے ہوش کر کے وہاں لایا گیا تھا۔ اس کی سرخ اور بوجھل آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ہوش میں آئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

میرے اگلے قدم کے اٹھتے ہی وہ بول پڑا ''شیر دل نام ہے میرا۔''

''تمہیں کس نے نک کے پیچھے لگایا تھا؟'' میں نے دوسرا سوال کیا لیکن اسی لمحے ہماری توجہ دروازے کی طرف مبذول ہوگئی۔

بیرک کے برآمدے کے پختہ فرش پر کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی۔ چند ثانیوں میں ایک شخص دوڑتا ہوا اندر آ گیا۔

وہ سادہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے رکتے ہی اول خان کو سلیوٹ کیا پھر چڑھے ہوئے سانسوں کے درمیان بولا۔

''سس..... سر! یہ بے ہوش تھا۔ اس کی ڈریسنگ کر دی گئی تھی۔ باز پرس کے لیے ہم اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔''

''یہ ہوش میں آنے کے لیے ہماری آمد کا انتظار کر رہا تھا۔'' اول خان نے خوش دلی سے کہا ''تم آرام کرو۔ اسے میں خود دیکھوں گا۔''

آنے والے کے سلیوٹ اور پھر تخاطب کے انداز نے قیدی کو پریشان کر دیا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہنا شروع کیا ''مم..... میں اسے نہیں جانتا۔ وہ فون پر مجھے کام بتاتا ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو اس کے بتائے ہوئے کام پر لگا دیتا ہوں۔ کل رات اس نے خاص طور پر کہا تھا کہ نک کا کام مجھے تمام کرنا ہے۔ میں رات کے دو بجے سے وہاں پہنچا ہوا تھا۔''

وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ نووارد کی مداخلت سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پوری طرح ہمارے رحم و کرم پر تھا۔ اس کے لیے گلوخلاصی کی کوئی راہ نہیں تھی۔ اس نے ایک ہی سانس میں کئی ممکنہ سوال کے جواب دے ڈالے۔

''کیا تم نک کو پہلے سے جانتے تھے؟'' اول خان نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''ہاں!'' اس نے اپنے سر کی جنبش سے کہا ''میں نے ایک مرتبہ نک کے گھر سے مال لے کر ایک ہوٹل میں پہنچایا تھا۔''

''کیسا مال تھا وہ؟'' اول خان نے کڑک کر سوال کیا ''کس کو پہنچایا تھا تم نے؟''

ہم میں سے کسی کے ہاتھ لگائے بغیر اس کے سارے کس

Downloaded from https://paksociety.com

بل نکل چکے تھے۔ وہ جلدی سے بولا ''وہ بند کارٹن تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں کیا تھا۔ نک سے لے کر میں نے وہ بھاری ڈبا ایک ہوٹل کے منیجر کو پہنچایا تھا۔''

شیر دل کے ان الفاظ پر اول خان نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اس کے جواب نے قدرے پرانے قصے کی گمشدہ کڑیاں یکجا کر دی تھیں۔

''اسی طرح بولتے رہو گے تو فائدے میں رہو گے۔'' اس بار میں نے نرمی سے کہا ''اڑنے کی کوشش کرو گے تو بری طرح مار کھاؤ گے۔ یہاں دور دور تک کوئی تمہاری چیخیں نہیں سنے گا۔ ہم تمہیں پیس کر رکھ دیں گے۔ یہ تمہارے لیے زندگی اور موت کا سب سے کٹھن مرحلہ ہے۔ اس کے نتیجے کا انحصار تمہاری زبان پر ہے۔''

وہ کچھ نہیں بولا۔ میلے گدے پر پڑا، خوف زدہ نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔

''ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کس کے لیے کام کرتے ہو؟'' سوچنے کے لیے اسے چند لمحوں کا وقفہ دے کر میں نے سوال کیا۔

''میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ میں اسے نہیں جانتا۔'' اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا ''وہ ہمیشہ مجھے فون پر ہدایات دیتا ہے۔ میں اسے اس کی آواز سے پہچانتا ہوں۔ وہ اپنے لیے کوبرا کا لقب استعمال کرتا ہے۔''

''تم کو اپنے کام کا معاوضہ ملتا ہوگا۔ تم اس کے لیے مفت میں کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ پیسے کے لیے تم ہر کام کر سکتے ہو۔''

''ہاں..... وہ ہر کام کے لیے معقول رقم دیتا ہے۔''

''رقم فون کے ذریعے نہیں دی جا سکتی۔ اس کا کوئی نہ کوئی آدمی تم سے ضرور ملتا ہوگا۔ اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔''

''میں کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے اچانک فون پر ہدایت ملتی ہے کہ فلاں جگہ جا کر نیلے رنگ کی تھیلی یا براؤن رنگ کا لفافہ اٹھالوں۔ میں وہاں جاتا ہوں اور بتائی ہوئی تھیلی یا لفافے میں بڑی مالیت کے نئے نوٹ موجود ہوتے ہیں۔''

''کوئی فلمی کہانی سنا رہے ہو!'' میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

''یہ حقیقت ہے۔ وہ ہمیشہ کسی سنسان مقام کا انتخاب کرتا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اس نے مجھے کہیں پہنچنے کی ہدایت کی ہو اور مجھے وہاں سے رقم نہ ملی ہو۔ ہو سکتا کہ رقم پہنچانے والا آدمی چھپ کر نگرانی کرتا رہتا ہو اور رقم میرے ہاتھ میں آ جانے کے بعد خاموشی سے واپس لوٹ جاتا ہو۔''

''تم نے کبھی اس آدمی تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی!''

''مجھے اپنی جان عزیز ہے۔ وہ کہہ چکا ہے کہ میں نے کبھی اس تک پہنچنے کی کوشش کی تو کوئی اور خاموشی سے میری گردن کاٹ دے گا۔ اس سے کام ملتا رہتا ہے اور رقم بھی مل جاتی ہے تو مجھے ان چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہتی۔''

''نک کے قتل کے لیے کیا معاوضہ طے ہوا تھا؟''

''کچھ نہیں۔ کام ہو جانے کے بعد وہ اپنی مرضی سے رقم بھیجتا ہے جو کم نہیں ہوتی۔''

''پھر بھی وہ ایسے کاموں کے لیے کیا دیتا ہے۔''

اس نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی زبان سے کسی اور قتل کا اعتراف کرتے ہوئے جھجک رہا تھا۔

''ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ تم پیشہ ور قاتل ہو.....''

''میں قاتل نہیں ہوں۔'' اس نے بلبلا کر میری بات کاٹ دی ''وہ مجھ سے دوسرے کام لیتا ہے۔ میں آج پہلی بار کسی کو مارنے کے ارادے سے.....''

اس کے الفاظ یکا یک ایک دردناک چیخ میں تحلیل ہو گئے۔ میں نے غصے کی اضطراری رو میں اس کی پسلیوں میں زوردار ٹھوکر رسید کی تھی۔

''صفائی پیش مت کرو۔ جو پوچھا جا رہا ہے، اس کا جواب دو۔'' میں نے کہا۔

''مم..... میرے آدمیوں نے اس کے کہنے پر دو خون کیے تھے۔'' وہ ہانپتے اور کراہتے ہوئے بولا ''دونوں بار اس نے ڈیڑھ لاکھ روپے پہنچائے تھے۔''

قتل اس نے کیے ہوں یا اس کے اشارے پر کسی اور نے انسانی خون بہایا ہو، بات ایک ہی تھی۔ اس تاویل سے شیر دل کی فرد جرم پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

''تم اس سے کیسے رابطہ کرتے ہو؟'' میں نے اگلا سوال پوچھا۔

''میں اس سے رابطہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاس اس کا کوئی فون نمبر نہیں ہے۔'' وہ کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے جسم کو یوں سمیٹ رہا تھا جیسے میری لگائی ہوئی ضرب کے نتیجے میں اس کی پسلیوں میں شدید درد ہو رہا ہو۔

''اسے کام ہو جانے کی خبر کیسے دیتے ہو؟''

''اسے کام ہو جانے کی خبر خود بخود مل جاتی ہے اور

Downloaded from https://paksociety.com

معاوضے کے لیے اس کا فون آجاتا ہے۔ مجھے اس کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔''

''تمہاری ناکامی کی صورت میں کیا ہوتا ہے؟''

''آج سے پہلے میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ میرے آدمی ہمیشہ سرخ رو رہے ہیں۔''

''نک اس کا اہم نشانہ تھا۔ تمہاری اس ناکامی کو وہ برداشت کرلے گا۔''

''میرا قصور نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ بلٹ پروف کار میں سفر کرتا ہے تو میں اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے انکار کردیتا۔''

''وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے بھی کام لیتا ہے؟'' میری جرح جاری رہی۔

''ضرور لیتا ہوگا۔ شہر میں کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں جن میں میرے آدمیوں کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔'' اس نے بتایا۔

''اور اس نے تمہیں دھمکی بھی دی تھی کہ تم نے اس تک پہنچنے کی کوشش کی تو وہ کسی اور کے ذریعے تمہیں مروادے گا۔''

''یہ بات میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔''

''اب نک سے لیے ہوئے مال کی طرف آجاؤ۔ اس ڈبے میں کیا تھا؟''

''ڈبا بھاری تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں کیا تھا۔''

''کوکین..... ہیروئن!'' میں نے امکانات کی طرف اشارہ کیا ''یا پھر بارودی ہتھیار!''

''ہیروئن نہیں تھی۔ ڈبا زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس میں ہتھیار نہیں ہوسکتے تھے۔ ممکن ہے کہ اس میں کوئی ٹائم بم وغیرہ رکھا گیا ہو۔ ایسے ہتھیار چھوٹے ہوں تب بھی بیٹری اور دوسرے آلات کی وجہ سے بہت بھاری ہوجاتے ہیں۔''

''وہ ڈبا تم نے ہوٹل کے کس منیجر کو پہنچایا تھا؟''

''اگلے روز وہ اپنے دفتر میں مارا گیا تھا۔ اس کا نام ارجن کمار تھا۔''

ارجن کمار کا نام آتے ہی بات واضح ہوگئی۔ وہ سوبھراج کی سازشوں میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ شیر دل نے نک سے لے کر اسے وہی ٹائم بم پہنچایا ہوگا جو گوپال راج نامی بلیک میٹ نے کچھ دنوں پہلے ایمپریس مارکیٹ کے ایک پیشاب خانے میں نصب کرکے اس علاقے میں انسانی خون کی ہولی کھیلنے کی کوشش کی تھی۔

اس روز ہمارے ستارے یاور تھے کہ گوپال کی وہ کوشش بروقت ناکام بنادی گئی ورنہ شہر کے باسیوں کو نہ جانے کتنے جنازے ایک ساتھ اٹھانے پڑتے۔

نک ان سازشوں کا روح رواں تھا۔ وہ سوبھراج کو بربادی کا سامان فراہم کررہا تھا۔ ان کے درمیانی رابطے مقامیوں کے ذریعے استوار تھے۔ اس سازو سامان کو سوبھراج راکے ایجنٹوں کے ذریعے شہر میں استعمال کرتا رہا تھا۔

وہ سب ملک وقوم کے دشمن تھے۔ وہ آپس میں اس طرح مربوط اور منظم تھے کہ ان کے درمیان کہیں بھی حد فاصل قائم کرکے یہ تعین نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کون کیا کررہا تھا۔ ان تمام تخریبی رابطوں کی ہر کڑی اپنی جگہ پر بہت اہم تھی۔ اس میں شیر دل کا نام بھی شامل تھا۔

سیتا کانت کو غزالہ نے جہنم واصل کردیا تھا۔ گوپال آئی بی کی تحویل میں تھا۔ شیر دل ہمارے ہاتھ آچکا تھا مگر سوبھراج آزاد تھا اور نک ہمارے لیے شجر ممنوعہ بنا ہوا تھا۔

ہماری حکمت عملی کی بنا پر ان دونوں میں ٹھنی ہوئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے لہو کے پیاسے ہورہے تھے۔ میرے دل میں شدت سے آرزو ابھری کہ کاش اس روز شیر دل اپنے مشن میں ناکام نہ ہوا ہوتا۔

وہ نک کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تب بھی اول خان کے مامور کیے ہوئے آدمی کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔ نک کی ہلاکت کے بعد شیر دل کی کہانی سامنے آتی تو دنیا بھر کے خفیہ اداروں میں ایک بھونچال آجاتا۔

یہ بات کسی کی سمجھ میں آہی نہیں سکتی تھی کہ اعلیٰ ترین سطح پر قریبی مراسم رکھنے والے دو سیکرٹ ایجنٹ یکساں مفادات کے لیے کام کرنے کے باوجود ایک دوسرے کے اتنے بڑے دشمن کیسے ہوسکتے ہیں۔

شیر دل نے اپنی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کا نشانہ بے خطا رہا تھا۔ جس کا ذکر میں نک کی زبان سے سن چکا تھا لیکن شیر دل کی کامیابی کا لمحہ بہت سرعت سے گزر گیا تھا۔ اس کی بدنصیبی بلٹ پروف کار کی صورت میں آڑے آگئی تھی۔

''ارجن کے قتل کے بعد تمہیں خیال نہیں آیا کہ تم ایک خطرناک کھیل میں گھسے ہوئے ہو۔'' میں نے چند ثانیوں کے سکوت کے بعد شیر دل سے پوچھا۔

''اس لائن میں دن رات خطروں سے کھیلنا پڑتا ہے۔ جان سولی پر ٹنگی رہتی ہے۔ جب کوئی بات پہلے سے معلوم ہو

Downloaded from https://paksociety.com

تو پھر کسی کے جینے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... خدا کے لیے اب تو مجھے بتا دو کہ تم لوگ کون ہو اور میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اول خان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہم دونوں کی اچانک روانگی سے شیر دل دہشت زدہ ہو کر گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا ''مجھے مت مارو..... میں نے کچھ نہیں کیا..... میں زندہ رہنا چاہتا ہوں.....''

وہ سمجھ رہا تھا کہ ہم نے اس کی قسمت کا فیصلہ کر کے وہ کمرا چھوڑ اتھا اور کسی بھی لمحے کوئی اور آدمی اندر آ کر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دے گا۔

''تم اس قدر اچانک اور ڈرامائی انداز میں کیوں لوٹ آئے؟'' اول خان نے شیر دل کے شور سے بچنے کے لیے اپنے کانوں پر ہتھیلیاں ٹکا کر مجھ سے پوچھا۔

''وہ وہی سمجھا ہے جو میں اسے سمجھانا چاہ رہا تھا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''اپنے آس پاس موت کے قدموں کی آہٹیں سن کر اس کے اوسان ٹھکانے آ جائیں گے اور ہم اس سے بہتر انداز میں سودے بازی کر سکیں گے۔''

''سودے بازی!'' اول خان نے حیرت سے دہرایا ''تم اس سے کس قسم کی سودے بازی کرنا چاہ رہے ہو۔''

''اسے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لایا گیا تھا۔'' برآمدے میں کچھ دور نکلنے کے بعد میں نے کہا ''اس نے بند کمرے کی دیواروں کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔''

اول خان کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنا سر ہلا کر رہ گیا۔

''تمہارے سادہ پوش آدمیوں کے طور طریقوں کے علاوہ کوئی ایسی بات اس کے سامنے نہیں آئی جس سے وہ ہمارے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم کر سکے۔'' میں نے اپنی بات جاری رکھی ''میری خواہش ہے کہ تھوڑی سی برین واشنگ کے بعد اسے آزاد کر دیا جائے۔''

اول خان کی آنکھوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ میں نے اس کے دونوں آدمیوں کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنے ہاتھ لہراتے ہوئے، وحشت زدہ انداز میں قیدی کے کمرے میں گھسیں اور اسے بری طرح خوف زدہ کر کے لوٹ آئیں۔

''پتا نہیں تم نے اچانک کیا چکر چلانا شروع کر دیا ہے۔'' ان کے چلے جانے کے بعد اول خان تشویش زدہ آواز میں بڑبڑایا۔

''میں اسے اپنی ناکامی کے ازالے کا ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تم اس کی کس ناکامی کی بات کر رہے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''شیر دل آج تک کو موت کے گھاٹ اتارنے کے مشن پر نکلا تھا۔''

''اوہ! تو تم تک کو اس کے ہاتھوں مروانا چاہتے ہو!'' اس کے ہونٹوں سے تحیر زدہ آواز نکلی۔ میری بات سمجھ کر وہ بھونچکا رہ گیا تھا۔

فضا میں شیر دل کی گھگھیائی ہوئی آوازیں سنائی دیں۔ اسپیشل ٹاسک فورس کے دو مسلح آدمیوں کے روپ میں اسے اپنی موت سر پر نظر آنے لگی تھی۔

ان دونوں کی بلند آہنگ ڈانٹ پھٹکار کے بعد فضا پر سکوت طاری ہو گیا۔ شیر دل نے کسی خوف زدہ گیدڑ کی طرح چیخنا بند کر دیا تھا۔

میں نے اختصار کے ساتھ اول خان کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ اس دوران میں اس کے دونوں آدمی اپنا کام پورا کر کے باہر آ چکے تھے اور داد طلب انداز میں شیر دل والے کمرے کے باہر ٹہل رہے تھے۔

اسپیشل ٹاسک فورس کے بیشتر اہلکار صلے کی تمنا یا کسی ستائش کی پروا کیے بغیر، سر جھکا کر اپنے فرائض انجام دیتے تھے لیکن اپنی ہیئت میں وہ ایک انسانی فورس تھی جس میں ہر مزاج کے لوگ شامل تھے۔ ان دونوں کی فخریہ چہل قدمی کو ناپسند کرنے کے باوجود میں نے نظر انداز کر دیا۔

ہم دونوں دوبارہ کمرے میں پہنچے تو شیر دل کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا، اس کی آنکھیں متوقع موت کی دہشت سے پیشانی پر جا چڑھی تھیں۔

''زندگی اور موت..... تم ان میں سے کیا چاہتے ہو؟'' میں نے ذرا سی دیر کے لیے خاموشی سے اسے گھورتے رہنے کے بعد سوال کیا۔

''میرے سامنے موت کا نام نہ لو۔ ابھی میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔'' وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے، سہمی ہوئی آواز میں بولا ''ابھی میری بیوی جوان ہے اور میرے دونوں بچے بہت چھوٹے ہیں، وہ اس عمر میں تمہارے ہاتھوں یتیم ہو گئے تو آگے چل کر مجھ سے بڑے مجرم بنیں گے..... میں..... میں انہیں پڑھا لکھا کر اچھا شہری بنانا چاہتا ہوں۔ میں اپنی مجرمانہ زندگی سے تنگ آیا ہوا ہوں۔ مجھ پر

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں تو میرے بیوی بچوں پر رحم کردو۔ مجھے معاف کردو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب کسی جرم کے قریب نہیں پھٹکوں گا.....''

''تم ایک سانس میں اتنی باتیں کہہ گئے ہو جو تم جیسے آدمی پوری عمر گزار کر بھی نہیں سوچتے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''یہ انقلاب کیسے آ گیا۔''

''اس وقت میں نے موت کے قدموں کی آہٹ سنی ہے اور میں اندر سے لرز کر رہ گیا ہوں۔'' اس کی آواز واقعی کانپ رہی تھی۔

''ہم اتنے اچھے آدمی نہیں ہیں کہ تم جیسوں کی اصلاح کرتے پھریں۔ تمہیں پکڑا نہیں گیا بلکہ کام کا آدمی سمجھ کر یہاں لایا گیا ہے۔ یہ تمہاری غلطی تھی کہ مزاحمت کی وجہ سے تمہارے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔''

اس کے چہرے پر حیرت اور بے یقینی کے آثار ابھر آئے اور اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا ''میرے ساتھ ایسا بے رحمانہ مذاق مت کرو!''

''مذاق نہیں یہ حقیقت ہے۔ ہمارا آدمی بھی وہاں نک کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نک بلٹ پروف کار میں نکلے گا۔ وہ خاموشی سے نک کا پیچھا کرتا اور وہ جہاں بھی اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتا، اس کے بھیجے میں گولی اتر جاتی۔ تم نے اس پر بے مقصد گولیاں چلا کر ہوشیار کر دیا۔ اب اسے مارنا مشکل ہو گیا ہے۔''

''لل..... لیکن تم تو کوبرا کے دشمن معلوم ہوتے ہو۔ تم نک کو کیوں مارنا چاہتے ہو۔''

''کیا کوبرا نے تمہیں نک کو مارنے کا مقصد بتایا تھا؟'' میں نے ترشی سے پوچھا۔

''نہیں!''

''پھر مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو۔ تم کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ یہ باتیں دس جنم لینے کے بعد بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔''

''اب میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔'' وہ عاجزی سے گڑگڑایا ''تم مجھے کوئی کام دو گے تو میں اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''بازو کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد تمہارے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ اب نک پر حملہ کر سکو۔''

''تم کام بتاؤ۔ میرے پاس آدمی ہیں۔ میرے ایک اشارے پر وہ اپنی جانیں لڑا دیں گے۔'' وہ ذرا سی حوصلہ افزائی پر دوبارہ اپنی پرانی ڈگر پر آ گیا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ چند منٹ پہلے وہ اپنے بچوں کی یتیمی کی دہائی دے کر مجھ سے تائب ہونے کے بلند بانگ دعوے کر رہا تھا۔

''حیرت ہے کہ نک کا نام سن لینے کے باوجود تم بار بار کام جاننے کی خواہش کر رہے ہو۔ اس وقت وہی سب سے اہم کام ہے جسے جلد از جلد تمام ہو جانا چاہیے۔''

''لیع..... یعنی تم مجھے چھوڑ دو گے!'' مسرت سے اس کا چہرہ دمک اٹھا۔

''تم معذور ہو۔ خود کچھ نہیں کر سکتے۔ یہاں سے اپنے آدمیوں کو فون پر ہدایات دو۔ وہ اپنا کام پورا کر لیں گے تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔'' میں نے اسے آزمانے کے لیے کہا۔

''ان لوگوں میں پہنچے بغیر میں اتنے بڑے کام کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔ آج کے حملے کے بعد وہ بہت زیادہ ہوشیار ہو چکا ہوگا۔''

''تم اخبار پڑھتے ہو؟'' اچانک میں اس سے سوال کر بیٹھا۔

وہ حیرانی سے میرا منہ تکتے ہوئے بولا ''اخبار پڑھنا ہماری مجبوری ہے۔ جو ساتھی پڑھنا نہیں جانتے، وہ دوسروں سے خبریں سنتے ہیں۔ اخباروں سے پتا چلتا ہے کہ پولیس کدھر جا رہی ہے اور شہر میں کیا ہو رہا ہے۔''

''آج تم نے سوبھراج کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہوگا۔''

''کل زیادہ خبریں آئی تھیں۔ آج صبح سے میں کام پر تھا، اخبار نہیں پڑھ سکا۔'' اس کے لیے سوبھراج کے نام کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

''کوبرا کے نام سے وہی کام کر رہا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اس جیسے مشہور، دولت مند اور عزت دار آدمی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''نک اسے بلیک میل کر رہا تھا اسی لیے وہ اسے مردانا چاہتا ہے۔''

''کوبرا والی بات ابھی اخبار میں نہیں آئی ہے۔ ایک آدھ دن میں یہ بھی آ جائے گی۔'' شیر دل کو خاموش پا کر میں نے دوبارہ اپنی بات شروع کر دی ''ہمیں سوبھراج کی بہت سی ایسی باتیں معلوم ہیں جو اب بھی کسی کے علم میں نہیں ہیں۔ نک راستے سے ہٹ جائے گا تو ہم سوبھراج یا کوبرا سے اپنا حصہ وصول کر لیں گے۔''

''وہ ہماری برادری سے ابھر کر سیاست میں آیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اسے عزت کی زندگی زیادہ راس نہیں آئی۔ سنا تھا کہ کل اس نے اپنے محل کو بھی آگ لگا دی۔'' تحفظ کی امید بندھ جانے کے بعد اس کی گفتگو میں اعتماد جھلکنے لگا تھا۔

''وہ پاگل ہوگیا ہے۔ پیسے کی کثرت نے اس کا دماغ الٹ دیا ہے۔ اس کی جیبیں ہلکی ہوں گی تو وہ اپنی عقل استعمال کرنی شروع کرے گا۔''

''یہ تمہاری اور اس کی باتیں ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔ یہ بتاؤ کہ میری آزادی کے بارے میں تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''سوبھراج، کوبرا بن کر تم سے کام لے سکتا ہے تو تم فون پر اپنے آدمیوں سے فون پر کام کیوں نہیں لے سکتے؟''

''روز چہرے بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی حوالات میں چلا جاتا ہے، کوئی پولیس سے چھپتا پھر رہا ہوتا ہے۔ کسی کو مال مل جاتا ہے تو وہ شراب اور عورت کو لے کر کہیں پڑ جاتا ہے۔ ہم ساتھ رہ کر کام کرتے ہیں۔ ان باتوں پر نظر رکھتے ہیں۔ میرے فون سے انہیں شبہ ہو جائے گا۔''

''رہا ہونے کے بعد تم اپنے وعدے سے پھر سکتے ہو۔''

''وعدے سے پھروں تو میری گردن کٹوا دینا۔''

''یہاں سے جانے کے بعد تم کو اس کام میں کتنا وقت لگے گا؟''

''اس کی زندگی پوری ہو چکی ہے تو ذرا سی دیر نہیں ہوگی۔ سوبھراج نے مجھے نک کا کام دیا تھا۔ وقت طے نہیں کیا تھا۔ وہ سمجھے گا کہ میں نے اسی کے کہنے پر نک کو مارا ہے۔ تم کسی کو نہ بتانا کہ تم نے بھی مجھے اسی کام پر لگایا ہے تاکہ مجھے کوبرا سے رقم مل جائے۔ کام ہو جانے پر وہ اس بار ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہی دے گا۔''

''تم آرام کرو۔ ہم سوچتے ہیں کہ تم پر کتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔''

''میری زبان پر یقین کرو۔ میں تمہیں دغا نہیں دوں گا۔'' میرے تذبذب کا اندازہ ہوتے ہی اس کی زبان تیزی سے چل پڑی ''تم سے وعدہ خلافی کروں تو میں اپنے باپ کی اولاد نہیں۔ میرے منہ پر پیشاب کر دینا۔''

''نئے آدمی کے مقابلے میں تم بہتر ہو۔'' میں نے اسے تسلی دی ''تم نے نک کے ساتھ اس کا گھر بھی دیکھا ہوا ہے۔ تم آسانی سے اس تک پہنچ سکتے ہو۔''

''مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس کی گاڑی بلٹ پروف ہے تو میں اس کے گھر میں گھس کر اس کا کام تمام کرتا۔ ایک غلطی ہوگئی۔ اب میں اسے نہیں دہراؤں گا۔''

ہمارے باہر نکلتے نکلتے اس نے اپنی بات پوری کر ڈالی۔

اول خان کا دفتر اس بیرک سے زیادہ دور نہیں تھا۔ گاڑی وہیں چھوڑ کر ہم پیدل دفتر کی طرف چل دیئے۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم شیر دل کے ساتھ بہت سنگ دلی سے کھیل رہے ہو۔'' راستے میں اول خان نے کہا ''اس کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔''

''وہ موت کا مستحق ہے مگر میں نک سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسے آزاد کروں گا۔''

''یہ بات تم مجھے سمجھا چکے ہو لیکن مجھے اب بھی معاملہ الجھا ہوا نظر آرہا ہے۔ رابن ہائٹس میں سکیورٹی کا نظام بہت مضبوط ہے۔ کوئی بھی آسانی سے وہاں گھسنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ محض تحفظ کی وجہ سے بہت سے آسودہ حال گھرانے اپنے بڑے گھر چھوڑ کر ایسے فلیٹوں میں منتقل ہو رہے ہیں جہاں اغوا، چوری اور ڈکیتی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔''

''آخر میں وہ نک کے فلیٹ میں گھسنے کی بات کر رہا تھا۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''اس وقت وہ ہماری قید سے چھٹکارا پانے کے لیے آسان میں تھگلی لگانے کا دعویٰ بھی کر سکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ اس کی تجویز کتنی قابلِ عمل ہے۔''

میں نک کی قیمت پر ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ شیر دل ہماری قید سے نجات حاصل کرنے کے بعد اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوتا۔ اس سے صورت حال پر کوئی فرق نہ پڑتا۔

ہم شیر دل کو قید رکھتے یا اس کے سنگین جرائم کی پاداش میں مار دیتے تب بھی نک پاکستان سے زندہ و سلامت واپس لوٹنے میں کامیاب ہو جاتا۔ دونوں صورتوں میں اصل مسئلہ جوں کا توں رہتا۔ سارا فرق شیر دل کی قید یا آزادی کا تھا۔

میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی جبکہ اول خان کے ذہن میں کئی تحفظات موجود تھے۔ وہ شیر دل کی آزادی کو نقصان تصور کر رہا تھا۔

دفتر میں اپنی میز پر موجود کاغذات اور فائلوں کو نمٹاتے ہوئے وہ میرے ساتھ اسی بحث میں مشغول رہا۔

میں بہت مشکل سے یہ بات اس کے ذہن میں بٹھانے میں کامیاب ہو سکا کہ شیر دل، سوبھراج سے براہِ راست

Downloaded from https://paksociety.com

رابطہ رکھنے والا آدمی تھا۔ اسے بساط پر آزاد چھوڑ کر ہم سوبھراج تک رسائی کی ایک نئی راہ پیدا کر سکتے تھے۔

اس دوران میں مجھے نک کی دی ہوئی بی گن یاد آ گئی۔ اس نے اجلاس کے دوران مجھ سے اپنے خفیہ مذاکرات کے حوالے سے کوئی بات کی تھی نہ اپنی گن کی واپسی کا سوال اٹھایا تھا مگر اس بارے میں مجھے اس کی بے چینی کا اندازہ تھا۔

میرے استفسار پر اول خان نے بتایا کہ پہلے سے دی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اس کا ایک آدمی اس گن کا سر بمہر لفافہ نک کے نام تیار کر کے دس بجے قونصل خانے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اس کے حساب سے اسے اپنا کام پورا کر کے کچھ دیر بعد اسٹیشن فورٹ لوٹ آنا چاہیے تھا۔ دفتر سے نکلنے سے پہلے خبر ملی کہ وہ لفافہ منزل پر پہنچا کر لوٹ آیا تھا۔

میں کرنل داور کے روپ میں ایس ٹی ایف کا افسر تھا اس لیے اس کام کی غرض سے اول خان کے عملے کے کسی آدمی کا استعمال مصلحت کے خلاف نہیں تھا۔

اس نے اپنے طور پر نک کی نگرانی کا جو بندوبست کیا تھا اس کا ثمر شیر دل کی صورت میں ہمارے ہاتھ آ چکا تھا۔ اس واقعے کے بعد نگرانی کا سلسلہ از خود منقطع ہو گیا تھا اور یہ بہتر ہی رہا تھا۔ نک کو اس بارے میں کوئی شبہ ہو جاتا تو وہ ایسی غیر معمولی حفاظتی تدابیر اختیار کر سکتا تھا جن کے روبہ عمل آنے کی صورت میں اس تک رسائی ناممکن ہو کر رہ جاتی۔

اسٹیشن فورٹ سے روانگی سے پہلے ہم دونوں ایک مرتبہ پھر شیر دل کے کمرے میں پہنچے تو وہ امید و بیم کی حالت میں ہمارا منتظر تھا۔

''میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' ہمیں دیکھ کر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا ''اس وقت میں بے یقینی کی اذیت ناک حالت میں مبتلا ہوں۔''

''تمہیں تنہائی میں سکون سے سوچنے کا موقع مل گیا ہے۔ اب میں تمہارے متوقع پلان کی تفصیل سننا چاہتا ہوں۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''میرا سکون غارت ہو چکا ہے۔ میں خود کو پھانسی گھاٹ پر محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ پتا نہیں کہ میرے پیروں کے نیچے سے تختہ نکل جائے گا یا میری گردن سے پھندا نکال لیا جائے گا۔ ایسی حالت میں، میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں۔''

''تم اس کے فلیٹ میں گھسنے کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔ رابن ہائنس میں کسی مکین کی اجازت کے بغیر تمہیں عمارت میں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی۔''

وہ ایک عادی مجرم تھا۔ جرم کے بارے میں شاید سوتے ہوئے بھی اس کا ذہن کام کرتا رہتا تھا۔ اس نے بے ساختہ کہا ''یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں ٹیلی فون کیبل کو کہیں سے کاٹ کر لائنوں کی مرمت کے بہانے وہاں جا سکتا ہوں۔ کوئی مجھے نہیں روکے گا۔''

اس کی وہ برجستہ تجویز واقعی بہت آسان اور قابل عمل تھی۔ ذہنی انتشار کے عالم میں وہ اتنا آسان نسخہ تجویز کر سکتا تھا تو یکسوئی کی حالت میں اس کی کامیابی پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں نے تائید طلب نظروں سے اول خان کی طرف دیکھا تو وہ براہِ راست شیر دل سے مخاطب ہو گیا ''تمہاری یہ ترکیب بہت عامیانہ ہے۔ اس کا کوئی متبادل بھی ہے؟''

''پھر پندرہ بیس ہزار روپے خرچ کرنا ہوں گے۔'' اس بار بھی شیر دل نے بلا توقف جواب دیا تھا ''بازار سے ایک نیا ریفریجریٹر خرید کر کرائے کی گاڑی میں وہاں پہنچ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ میں آٹھ نمبر والوں کے لیے کسی کمپنی کے ایما پر مفت انعامی فرج لایا ہوں۔ مفت کے انعام سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ لفٹ بچ جائے گی۔ نک سات نمبر میں رہتا ہے۔ جتنی دیر میں مزدور گاڑی سے فریج اتاریں گے، میں سات نمبر میں اپنا کام کر لوں گا۔''

میں حیرت سے اس کا منہ دیکھتا رہ گیا ''تم نکل بھاگو گے۔ کرائے کی گاڑی کے ڈرائیور اور اس کے مزدوروں کا کیا بنے گا۔''

''کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ایک آدھ رات حوالات میں گزارنے کے بعد انہیں آزادی مل جائے گی۔ یہ میرا نہیں، ان کا مسئلہ ہوگا۔''

''تم ایسا نہیں کرو گے۔'' میں نے اسے گھور کر سختی سے کہا ''ٹیلی فون کیبل کاٹنے والی بے ضرر تجویز زیادہ بہتر ہے۔''

''تو تم نے مجھے آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' فرطِ مسرت سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

''تم جس طرح لائے گئے تھے، کچھ دیر بعد اسی طرح واپس بھجوا دیے جاؤ گے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا ''وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ اس ملاقات کا تم کسی سے ذکر نہیں کرو گے۔''

''کاش میرے ہاتھ پیر آزاد ہوتے اور بازو نہ ٹوٹا ہوا ہوتا تو میں تم دونوں کے ہاتھ پیر چوم لیتا۔'' اس کی آواز

Downloaded from https://paksociety.com

وفور جذبات سے بھرا گئی۔ ”تم نے مجھے نئی زندگی کی نوید سنائی ہے۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔“

میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں واپس لوٹتے لوٹتے ٹھٹک کر وہیں رک گیا۔ اس کی فی البدیہہ تجاویز کے سحر میں گرفتار ہو کر میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ سب کام اس کی بساط سے باہر تھے۔ اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کی وجہ سے وہ ہلنے جلنے سے بھی معذور تھا لیکن دعوے یوں کر رہا تھا جیسے نک جیسے شاطر حریف کو ٹھکانے لگانا اس کے بائیں ہاتھ کی بات ہو۔

”تم ہل جل بھی نہیں سکتے۔ رابن ہائٹس میں اپنی شعبدے بازیاں کیسے دکھاؤ گے۔“ میں نے ملامت آمیز لہجے میں پوچھا ”ہمیں چکر کیوں دے رہے ہو۔“

”میں چکر نہیں دے رہا۔“ اس نے عجلت سے جواب دیا ”میری حالت تمہارے سامنے ہے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی میں آتش سی بھری ہوئی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ کام میں کروں گا۔ میں سے مراد وہ چاق و چوبند آدمی ہے جسے میں اس کام پر لگاؤں گا۔ ہدایات میری ہوں گی۔ کام وہ کرے گا۔ اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوگا۔“

اس کی وضاحت سے مجھے اطمینان ہوگیا۔ میں نے جرائم پیشہ لوگوں کی زیر زمین دنیا میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔ میرا تجربہ بتا رہا تھا کہ شیر دل جان بوجھ کر وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔ حالات اس کے آدمی کی گرفت سے نکل جاتے تو اور بات تھی۔

شیر دل، سوبھراج کی طرح کوئی روپوش مجرم نہیں تھا۔ اول خان کے آدمی اس کے نام کے حوالے سے کسی بھی وقت اس تک رسائی حاصل کر سکتے تھے لیکن پھر بھی ہمارے لیے ضروری تھا کہ اس کے تمام رابطوں سے آگاہ رہتے۔

اسے نک کے خلاف استعمال کرنے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اس کی اہمیت میں یکا یک اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کو سونپے جانے والے کام کی تازہ ترین صورتِ احوال سے واقفیت کے لیے مجھے کسی بھی وقت اس سے بات کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔

وہ خود کسی مہم جوئی میں عملی حصہ لینے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔ اسے گھر یا اپنے کسی اڈے پر بیٹھ کر اپنے کسی آدمی کو میدان میں اتارنا تھا اس وجہ سے وہ ہر وقت میرے رابطے میں آ سکتا تھا۔

میں نے اس بارے میں اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بلا تامل مجھے اپنے ٹھکانوں کے پتے اور فون نمبر وغیرہ بتا دیے جو اول خان نے اپنی جیبی ڈائری کے ورق پر نوٹ کر لیے۔

”اور اب مجھے ایک اہم سوال کا جواب درکار ہے۔“ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر، جانے سے پہلے آخری بات چھیڑی۔

آزادی کی امید ہو جانے کے بعد شیر دل کا رویہ بہت سعادت مندانہ ہو چکا تھا۔ وہ ہمہ تن گوش ہو کر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

”کوبرا نے تم کو ذاتی طور پر نک کے پیچھے جانے کے لیے کہا تھا۔ کیونکہ تم اسے پہچانتے تھے۔ اب ایک نئے آدمی سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے شکار کی شناخت میں کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کرے گا؟“

”میں ہمیشہ کوبرا کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہوں۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے، میں کوئی چوں و چرا کیے بغیر اس پر عمل کر گزرتا ہوں۔ کراچی میں کسی سفید فام غیر ملکی کی شناخت زیادہ مشکل نہیں ہے۔ میں نے اس پر گھر سے باہر گولیاں چلائی تھیں۔ میرے پاس شناخت کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس وقت غلطی ہو سکتی تھی۔ میرا آدمی اس کے گھر میں جا کر اپنی کارروائی کرے گا۔ اس سے غلطی ہونے کا امکان نہیں ہے۔ وہ رابن ہائٹس کے سات نمبر فلیٹ میں جائے گا تو وہاں اسے نک ہی ملے گا۔“

”اس بھول میں نہ رہنا۔ وہاں اس کے ساتھ ٹام بھی رہتا ہے۔“

”میں نک کے خدوخال اس کے ذہن میں بٹھا دوں گا۔ تم بلاوجہ فکرمند ہو رہے ہو۔ دو میں سے ایک آدمی کی شناخت میں مشکل نہیں ہوگی۔“

اپنی حد تک وہ ہر یقین دہانی کرانے پر تلا ہوا تھا لیکن میرا ذہن اس منصوبے کی عملی کمزوریوں میں الجھا ہوا تھا۔

”یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارا آدمی وہاں پہنچے تو فلیٹ میں نک سرے سے موجود نہ ہو۔ اس کا سامنا صرف ٹام سے ہو۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرے گا۔“

اس بار شیر دل میرا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس سے فوری طور پر کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ اس نے جھنجلتے ہوئے کہا ”فون لائنوں کی مرمت کے لیے اسے دیر تک عمارت میں رکنا پڑے گا۔ وہ باہر آ کر نک کے پہنچنے کا انتظار کر لے گا.....“

”اس حماقت کی ضرورت نہیں۔“ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ”وہ دونوں خود کو درپیش خطرات سے پوری طرح واقف ہیں۔ تمہارے آدمی کو بار بار ان کے فلیٹ میں

Downloaded from https://paksociety.com

گھنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔''

''پھر اسے کیا کرنا ہوگا؟'' شیر دل کی آواز میں ہلکی سی مایوسی ابھر آئی۔

''ہمارا اصل نشانہ نک ہے۔ کوبرا بھی اسی کو مروانا چاہتا ہے لیکن ناگزیر مجبوری درپیش ہو تو اسے دوسرے موقع کا رسک لینے کے بجائے ٹام کو ہی اڑا کر پہلی فرصت میں وہاں سے نکل آنا چاہیے۔ یہ نک کے لیے سنگین وارننگ ہوگی۔''

اس کا چہرہ کھل اٹھا ''تم نے کام آسان کر دیا۔ اب کسی بھی قسم کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''یہ کام آج ہو جانا چاہیے۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''آج ہی ہوگا۔ میں خوش خبری کے بغیر کوبرا سے بات نہیں کروں گا۔ اس نے بھی مجھے وقت کے بارے میں سخت تاکید کی تھی۔''

''تھوڑی دیر میں تمہیں واپس بھجوا دیا جائے گا۔'' یہ کہہ کر میں واپسی کے لیے مڑ گیا۔

اس کمرے سے باہر آنے کے بعد اول خان نے برآمدے میں رک کر اپنے آدمیوں کو شیر دل کی واپسی کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔

''تم نے بہت تفصیل سے شیر دل کی بریفنگ کی ہے لیکن پھر بھی ایک امکان پر سرے سے کوئی بات نہیں ہو سکی۔'' اسٹیشن فور کی حدود سے نکل کر چھاؤنی کی مرکزی سڑک پر آنے کے بعد اول خان نے لب کشائی کی۔

''اسے میں نے دانستہ چھوڑ دیا۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا ''اس مہم پر سلطان شاہ کو بھیجا جاتا تو میں اسے بہت لمبی بریفنگ دیتا۔ شیر دل کے آدمی کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ ضرورت سے زیادہ اندیشوں کی نشان دہی ہونے کی صورت میں وہ تذبذب کا شکار ہو سکتا تھا۔ نک کے خلاف یہ آخری موقع ہے۔ اسے بار آور ثابت ہونا چاہیے۔''

''تم کو کیا معلوم کہ میں کس امکان کی بات کر رہا ہوں!''

''صرف ایک بات باقی رہی ہے۔ اگر اس فلیٹ میں شیر دل کے آدمی کو ٹام اور نک کا ایک ساتھ سامنا کرنا پڑا تو کیا ہوگا۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں چبھ رہی تھی لیکن میں نے شیر دل کے سامنے اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا۔''

''تم نے بہت اچھا کیا۔ دراصل ایسی خون ریز کارروائیوں کے لیے پہلے سے سب کچھ طے نہیں کیا جا سکتا۔ اہم ترین فیصلے موقع کی نزاکت کو دیکھ کر بہت سرعت سے کرنا پڑتے ہیں۔ ساری اہمیت آدمی کے انتخاب کی ہوتی ہے۔ اگر شیر دل نے غلط آدمی چن لیا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ آدمی ذہین اور حاضر دماغ ہوا تو ہر صورت حال کو سنبھال لے گا۔''

''وہ دونوں ہوئے تو ان کا پلہ بھاری رہے گا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم دونوں فریقوں کی نفسیات کو نظر انداز کر رہے ہو۔ شیر دل کا آدمی ایک جیتے جاگتے انسان کو قتل کرنے کی بھرپور ذہنی اور عملی تیاری کے ساتھ ان کے دروازے پر جائے گا۔ اپنی جانوں کے خوف میں مبتلا ہونے کے باوجود ان دونوں کے ذہن سپاٹ ہوں گے۔ قاتل نے پھرتی سے کام لیا تو وہ ان دونوں کے سنبھلنے سے پہلے اپنا کام کر گزرے گا۔ آگ اگلتے ہوئے بے آواز ریوالور کی نال کی ذرا سی جنبش دونوں کو ٹھنڈا کر سکتی ہے۔''

''یہ بہت بڑا رسک ہے۔ اس کے.....''

میں نے اس کی بات کاٹ دی ''ہمارا کوئی رسک نہیں ہے۔ سارا رسک سوبھراج کے لیے ہے۔ یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک بڑا فیصلہ ہے۔ اس کے اثرات بہت دور رس ثابت ہوں گے۔ شیر دل کی آزادی کے ساتھ تمہارے کسی آدمی کو رابن ہائٹس کے قرب و جوار میں موجود رہنا ہوگا تاکہ وہاں رونما ہونے والے کسی بھی واقعے کے بارے میں ہمیں فوری اطلاع مل سکے اور ہم اس کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔''

''مجھے توقع نہیں تھی کہ نک پر حملہ کرنے والے کو پکڑ کر ہم کسی اتنی بڑی کارروائی کی داغ بیل ڈال سکیں گے۔ تم نے شیر دل کو آج کا مرکزی کردار بنا دیا ہے۔''

میں نے اس کے تبصرے کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت میرا ذہن اس معاملے کے کچھ اور پہلوؤں میں الجھا ہوا تھا۔

گھر پہنچنے کے بعد اس بارے میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو میں نے اول خان کے کسی آدمی کے بجائے سلطان شاہ کو رابن ہائٹس کی دیکھ بھال کے لیے بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے فوری رابطے کی سہولت فراہم کرنے کے لیے اول خان نے اپنا موبائل فون پیش کیا جو میں نے شکریے کے ساتھ لے کر سلطان شاہ کے حوالے کر دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میرے موبائل کا نمبر نک اور سوبھراج کے علاوہ شیبا کے بھی علم میں تھا۔ ان تینوں میں سے کوئی بھی، کسی وقت مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرسکتا تھا۔ اس فون کا ہر وقت میری تحویل میں رہنا ضروری تھا۔

''تم نے سلطان شاہ کے لیے کام نکال لیا ہے تو مجھے بھی کچھ بتاؤ۔ گھر میں پڑے پڑے میرے بدن کو زنگ لگ رہا ہے۔'' ویرا نے مجھ سے فرمائش کی۔

''زیتون کے تیل سے اپنے جوڑوں کی مالش کرو۔ سارا زنگ نکل جائے گا۔'' سلطان شاہ نے تمسخرانہ انداز میں تجویز پیش کی۔

''تمہارا باہر نکلنا مناسب نہیں ہے۔'' میں نے ویرا کو سمجھایا ''میری کلارک کے روپ میں راج محل جانے کی وجہ سے تمہارا نام سب دشمنوں کے ذہنوں میں تازہ ہوگیا ہے۔ کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو دشواریاں پیدا ہوجائیں گی۔''

''اس وقت ہمارے دشمن خوف زدہ ہوکر اپنی کمین گاہوں میں دبکے ہوئے ہیں۔ سوبھراج کو نک کے آدمیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے، نک صبح کے حملے سے ڈرا ہوا ہوگا۔ ہمیں بڑھ کر ان کا سر کچل دینا چاہیے۔''

''سوبھراج کا ٹھکانا معلوم ہے تو اپنا یہ شوق ضرور پورا کرلو۔ نک کے لیے شیر دل کا بندوبست ہوچکا ہے۔ اسے چھیڑنا مناسب نہیں ہوگا۔'' غزالہ بولی۔

''تم سوبھراج کو فون کیوں نہیں کرتے۔ کچھ تو پتا چلے کہ وہ کیا کررہا ہے۔'' ویرا نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا۔

''یہ سامنے کی بات ہے کہ وہ شیر دل کو نک کے پیچھے لگا کر نتیجے کا انتظار کررہا ہے۔ تم اور کیا معلوم کرنا چاہتی ہو!'' میں نے سوال کیا۔

''کیا اسے یہ معلوم ہوچکا ہوگا کہ شیر دل اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہا ہے؟''

''مشکل ہے!'' میں نے اسے جواب دیا ''نک کی گاڑی پر بے آواز فائر کیے گئے تھے۔ کسی کو پتا نہیں چل سکا ہوگا کہ وہاں کیا ہوا ہے۔ شیر دل ایس ٹی ایف کی تحویل میں ہے۔ نک کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کوئی باضابطہ رپورٹ درج کرائی ہے یا اس واقعے پر خاموشی اختیار کرلی ہے۔''

''سب چھپ کر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ جو سامنے آیا وہ بے موت مارا جائے گا۔'' ویرا نے بیزاری سے کہا ''ایسی صبر آزما لڑائیوں سے مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔ اعصاب تک چٹخنے لگتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے حریفوں کی غلطیوں کا انتظار کرتے رہو۔''

''تم شی والی مار دھاڑ کی عادی ہو اور ہر وقت ایکشن دیکھنا چاہتی ہو۔'' میں نے خوش دلی سے جواب دیا ''آج صبح کے اجلاس میں کسی نے میرے اور سوبھراج کے لیے ہائی پروفائل مجرموں کے الفاظ استعمال کیے تھے۔ جب مقابلہ چوروں، اُچکوں اور بدمعاشوں سے ہو تو ہر وقت ہاتھ پیر چلتے رہتے ہیں۔ ذہن پر بہت کم زور پڑتا ہے۔ خون خرابا اتنا ہوتا ہے کہ طبیعت مکدر ہونے لگتی ہے۔ جب جرائم کی نوعیت بدلتی ہے اور وہ بین الاقوامی روپ دھار لیتے ہیں تو ہر وقت ذہنی جنگیں ہوتی رہتی ہیں۔ جسمانی ٹوٹ پھوٹ کم رہ جاتی ہے۔ سوبھراج کو مہلت ملی تو وہ تمہارے شوق پورے کرادے گا۔''

ویرا کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسی وقت میرے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

میں نے بٹن دبا کر انسٹرومنٹ اپنے کان سے لگایا تو دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی نسوانی آواز میرے کانوں میں آئی ''کیا تم مہیش اگروال ہو؟''

آواز میرے لیے اجنبی تھی لیکن سوال سے میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ شیبا ہی ہوسکتی تھی۔

''میں مہیش ہی ہوں۔'' میں اپنی جگہ چھوڑ کر ٹہلتا ہوا کھانے کے کمرے کی طرف نکل گیا تاکہ اس سے ذرا آزادی سے بات کرسکوں۔

''سنیل کا کہیں کوئی پتا نہیں ہے۔ اس نے گھر کا چکر لگایا نہ اس کا کوئی فون آیا۔ میں اس کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔''

''اس کی غیر حاضری تمہارے لیے نئی بات نہیں ہے۔''

''مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ راج محل میں ہے۔ جب جاہتی، اس سے بات کرلیتی تھی مگر اب تو کچھ پتا ہی نہیں کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔''

''اس نے یہ روپوشی خود مول لی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اسے کہاں تلاش کروں۔''

''وہ نہیں مل رہا تو کچھ دیر کے لیے تم میرے پاس آجاؤ۔ تمہارے آجانے سے میرے دل کو بہت حوصلہ ملا تھا۔''

''اسے تمہارے پاس کسی کی موجودگی کی بھنک مل گئی تو وہ گھر کا رخ نہیں کرے گا۔ اس وقت وہ بھڑ کا ہوا ہے۔ اسے ہر طرف خطرات ہی خطرات نظر آرہے ہوں گے۔

Downloaded from https://paksociety.com

حوصلے کے ساتھ اس کی واپسی کا انتظار کرو۔''

''میں تمہارے قریب ہونا چاہتی ہوں۔'' اس کی آواز دھیمی ہوگئی ''تمہیں چھونا اور محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز! کچھ وقت میرے ساتھ بھی گزار لو۔''

''جب تک سنیل سامنے نہیں آتا، یہ ممکن نہیں ہے۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ مجھے اس کے تعاون کی ضرورت تھی اس لیے میں اسے مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''پھر مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ گھر میں اکیلی رہ کر میں گھٹ جاؤں گی۔''

''شاید تم بہت شدت سے کسی مرد کی ضرورت محسوس کررہی ہو!''

''میں کسی مرد کی نہیں، تمہاری ضرورت محسوس کررہی ہوں۔ میں نے بہت پریشان ہوکر اس وقت تمہیں فون کیا ہے۔ میں اتنی بری تو نہیں ہوں کہ تم مجھے یوں ٹھکرا رہے ہو۔''

''میں تمہیں نہیں ٹھکرا رہا۔ تم موتیوں میں تولے جانے کے قابل ہو، خوب صورت ہو، جوان ہو، اچھی باتیں کرتی ہو۔ سو بھراج بلاوجہ تمہارا دم نہیں بھرتا تھا۔ میں سنیل کے برے وقت سے ڈرا ہوا ہوں۔ حالات سازگار ہوگئے تو تم مجھے اپنے قریب پاؤ گی۔''

میری ان جھوٹی تسلیوں نے اسے کچھ تسکین فراہم کردی۔ میری ان چکنی چپڑی باتوں کے سہارے کچھ اچھا وقت گزار لینے کی امید میں اس نے اپنی وارفتگی کے اظہار کے ساتھ فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

تخلیے میں جاکر کس سے بات کررہے تھے؟'' میرے واپس لوٹتے ہی ویرا نے سوال داغ دیا۔

''شیبا تھی۔ وہ سنیل کے لیے پریشان تھی۔'' میں نے بتایا۔

''تمہیں بلا رہی ہوگی تاکہ تم اس کے شوہر کی کمی کو پورا کرسکو!'' ویرا نے طنزیہ پیرایے میں تلخی سے کہا۔

''بعض اوقات تم حد سے تجاوز کرنے لگتی ہو۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔'' اس بار مجھے اپنی مدافعت کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔

ایسے مشکوک معاملات میں ویرا کا قیاس اس قدر صحیح سمت میں کام کرتا تھا کہ وہ بے دھڑک ہوکر اپنے دل میں آئی ہوئی بات کہہ ڈالتی تھی جیسے اس نے دوسرے فریق کی پُرگفتگو اپنے کانوں سے سنی ہو۔

''اگر سنیل گھر نہیں لوٹا تو اس کے فون کرنے کا کیا مقصد تھا؟''

''وہ مجھے سنیل کا دوست اور خیر خواہ سمجھ رہی ہے۔ مجھ سے بات کرکے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہ رہی تھی۔ تم ہر ایک کی طرف سے اتنی بدگمان کیوں ہوجاتی ہو۔''

''میں بلاوجہ کسی سے بدگمان نہیں ہوتی۔ باتوں کے آئینے میں بعض عورتوں کے چہرے مجھے صاف نظر آنے لگتے ہیں۔''

''اس نے بلایا ہے تب بھی ڈینی وہاں کب جارہے ہیں۔'' اس بار غزالہ خاموش نہیں رہ سکی۔ ''تم بلاوجہ ان کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔''

ویرا نے مجروح نظروں سے غزالہ کی طرف دیکھا اور سپاٹ لہجے میں بولی ''تم گونگی گڑیا بنی رہتی ہو۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کہتی ہوں۔ میری باتیں تمہیں ناگوار گزرتی ہیں تو میں بھی آئندہ تماشا دیکھتی رہوں گی، منہ سے کچھ نہیں بولوں گی۔''

''یہ بری بات ہے کہ آپس میں باتیں کرتے کرتے تم لوگ لڑنا شروع کردیتے ہو۔ ایسی تلخ کلامیوں سے بلاوجہ دل خراب ہوتے ہیں۔'' اول خان نے دونوں کو سمجھایا۔

کچھ دیر بعد سلطان شاہ مختصر سی تیاری کے ساتھ رابن ہائنس کے لیے روانہ ہوگیا۔ میرا اندازہ تھا کہ شیر دل اسٹیشن فور سے واپسی اور ہوش وحواس میں آنے کے بعد اپنا کام شروع کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔

شہر کے کسی ویران پارک یا میدان میں ہوش میں آنے کے بعد اسے اپنے ٹھکانے تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے تھی۔

پھر اول خان بھی چلا گیا۔ غزالہ اپنا کمرا سمیٹنے کے لیے چلی گئی لیکن ویرا ڈرائنگ روم میں میرے ساتھ بیٹھی سگریٹ پیتی رہی۔

بارہ بجے کے بعد میرے موبائل فون پر نک کی کال آئی تو میرا دل خوش ہوگیا۔ میرے ذہن میں اس کے لیے بہت سی باتیں جمع ہوچکی تھیں۔

میری آواز سن کر اس نے رسمی لہجے میں میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے اپنے وعدے کے مطابق بی گن اسے واپس بھجوادی تھی۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم صبح کے حملے میں بچ گئے۔'' میں نے اس کے رسمی الفاظ ختم ہوتے ہی وہ بات چھیڑ دی۔

''یہ اچھی بات ہے کہ یہاں ایسی ناکامیوں پر خوش ہونے والے کچھ لوگ بھی موجود ہیں۔'' میرے الفاظ پر اس نے

Downloaded from https://paksociety.com

کسی خاص ردِعمل کے بغیر کہا ''تمہارا ملک اب بہت بدل گیا ہے۔ میں نے خود کو دوستوں کے بجائے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا محسوس کیا ہے۔''

''تم نے اس واقعے کی رپورٹ درج کرادی ہوگی۔''

''میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں رہا۔ کسی نہ کسی نے یہ کام کرلیا ہوگا۔'' اس نے سرسری سا جواب دیا۔

''کچھ عجلت میں معلوم ہورہے ہو!'' میں نے رائے زنی کی۔

''سر پر سفر سوار ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں جانے سے پہلے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ صبح کے اجلاس میں تم کو دیکھنے کے بعد تمہاری طرف سے میرا دل صاف ہو چکا ہے۔ تمہارے چہرے پر آئی ہوئی چوٹوں کے نشان دیکھ کر یہ اندازہ ہوگیا کہ ڈینی تم کو اپنے تشدد کا نشانہ بنا کر فرار ہوا تھا۔ مجھے اس بات کا قلق رہے گا کہ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ میرے ساتھ تمہارے ہاتھوں سے بھی نکل گیا۔''

''دونوں کی طرف یکساں حال ہے۔ مجھے سوبھراج کے بارے میں افسوس ہے۔ تمہاری وجہ سے وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح ہمارے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔''

''شاید میرے بعد آنے والے سے تمہاری کوئی بات بن سکے۔ زندگی رہی تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔ بس اپنا دھیان رکھنا۔'' اس نے فون بند کردیا۔

''اس کے سر پر سفر سوار ہوگیا ہے۔ وہ یہاں سے دل برداشتہ ہوکر جارہا ہے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''دیکھنا ہے کہ وہ اپنے وطن جاتا ہے یا عالم بالا کے سفر پر روانہ ہوتا ہے۔'' ویرا نے سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے بناتے ہوئے کہا۔

''آدمی ساری عمر اپنی منصوبہ بندیوں میں لگا رہتا ہے۔ اسے یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس کے لیے پردۂ غیب سے اگلے لمحے میں کیا ظہور میں آئے گا۔''

''کاتب تقدیر نے اب نک کی زندگی کا فیصلہ شیر دل کو سونپ دیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کارنامہ دکھاتا ہے۔''

''میرا اچھی بات ہے کہ نک دفتر کے بجائے اپنے گھر میں ہے۔ موبائل فون میں یہ بڑی خوبی ہے کہ ہر آنے والے فون کا نمبر اسکرین پر آجاتا ہے۔'' یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب عام ٹیلی فون صارفین کو سی ایل آئی کی سہولت کا تصور ناپید تھا۔

''کل کسی وقت اسے روانہ ہوجانا ہے۔ اسے پیکنگ وغیرہ کے لیے چھٹی مل گئی ہوگی۔''

''صبح کے تلخ تجربے کے بعد اب وہ گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ یہ صورتِ حال شیر دل کے آدمی کے لیے سازگار نظر آرہی ہے۔''

''میرا مشورہ ہے کہ اب سوبھراج کو بھی ٹٹول لو۔ دیکھو کہ وہ کیا کہانی سناتا ہے۔''

''کل بھی میں نے اسے فون کیا تھا۔ اب اس کا فون آنا چاہیے۔''

''اس چکر میں نہ پڑو۔ وہ مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ زخمی بھی ہے۔ اس وقت اس کی ساری توجہ نک پر مرکوز ہے۔ پتا چلانا چاہیے کہ اسے نک پر کیے جانے والے ناکام حملے کا علم ہو چکا ہے یا وہ ابھی تک بے خبر ہے۔''

میں نے کچھ دیر تک غور کرنے کے بعد سوبھراج کا سیٹ لائٹ فون نمبر ملا لیا۔

اس بار پہلی گھنٹی پر جواب مل گیا۔ اس کی آواز کا کھویا ہوا تحکم بحال ہو چکا تھا۔

''تمہاری آواز سے اندازہ ہورہا ہے کہ تمہارے زخموں کا حال بہتر ہے۔'' میں نے دوستانہ لہجے میں اس کی مزاج پرسی سے بات کی ابتدا کی۔

''میں بہتر ہوں۔'' اس کا جواب بہت مختصر تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ اس سے بات کیسے آگے بڑھائی جائے پھر میں نے برجستہ کہا ''میں نک کی گھات میں لگا ہوا ہوں۔ اس وقت وہ اپنے گھر پر ہے۔''

نک کا نام سنتے ہی اس کے ایک بے ساختہ قہقہے کی آواز آئی پھر وہ بولا ''کل تک وہ مجھے بھگا رہا تھا۔ آج اس کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔''

''کیا وہ بھی زخمی ہوگیا ہے!'' میں نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

''تھوڑی دیر پہلے اس کا فون آیا تھا۔ صبح وہ اپنی بلٹ پروف کار کی وجہ سے گولیوں کا نشانہ بننے سے بچا ہے۔ اب وہ مجھ سے صلح کرنے کی لیے تڑپ رہا ہے۔''

''اسے کیسے پتا چلا کہ وہ گولیاں تم نے چلوائی تھیں۔''

''جو لوگ خطرناک دشمنیاں پالتے ہیں، وہ اپنے دشمنوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اس کی باری آئی ہے تو اب وہ گھبرایا ہوا ہے۔''

''میں اس کی گھات میں لگا رہا اور تم نے اپنا کام شروع بھی کردیا۔'' میں نے توصیفی لہجے میں اسے پھونک دینے کی کوشش کی۔

''اب وہ روئے زمین پر میرا بدترین دشمن ہے۔ اس

Downloaded from https://paksociety.com

نے مجھے غدار قرار دے کر میری پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگایا ہے۔ وہ بھول گیا ہے کہ ایف بی آئی والے اپنے غداروں سے کبھی صلح کرتے ہیں نہ ان کو معاف کرتے ہیں۔''

''اس کا جانا طے ہو چکا ہے۔ وہ ایک دو روز کے لیے تمہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا تاکہ اس دوران میں اسے اپنی جان بچا کر یہاں سے نکلنے کا موقع مل سکے۔ بعد میں کوئی زرخرید قاتل آسانی سے تمہارا کام کر دے گا۔''

''مجھے معلوم ہے کہ اب مجھے ان کے قاتلوں سے بچ کر زندہ رہنا ہوگا۔ میں ان کی نظروں میں آیا اور مار ڈالا جاؤں گا۔ اس سے پہلے میں نک کو جہنم واصل کرنا چاہتا ہوں۔ میری بربادی کے ذمے دار کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''ابھی تم نے کہا ہے کہ صبح تمہارا آدمی اسے مارنے میں ناکام ہوگیا۔ کل وہ پاکستان سے چلا جائے گا۔ تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔''

''مجھے اسی آدمی کی تلاش ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں مرا ہوا ہے۔'' اس کی عصیلی آواز گونجی۔

''تم اسے کیوں تلاش کر رہے ہو؟'' میں نے سادگی سے پوچھا۔

''میں سامنے نہیں آسکتا۔ اسی کو کچھ کرنا ہوگا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ پے در پے حملوں کے باوجود نک مجھے نہیں مار سکا اور میں اسے نہیں مار سکا۔ پتا نہیں یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''ان ناکامیوں کا قصور میرے سر نہ ڈال دینا۔''

''یہ کسی کا قصور نہیں ہے، مقدر کی خرابیاں ہیں۔ وقت بگڑتا ہے تو سب کچھ بگڑتا چلا جاتا ہے، کوئی تدبیر کسی کام نہیں آتی۔''

''اپنا وقت تم نے خود خراب کیا ہے۔ شہر کے معزز ہندو کہہ رہے ہیں کہ تم نے ان کی نیک نامی کو داغ لگایا ہے۔''

''یہ کون کمینہ کہہ رہا ہے؟'' وہ غرایا۔

''یہ بات شہر میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں تم اکیلے نہیں رہتے۔ صرف کراچی میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ کوئی ان سے تعصب نہیں کرتا۔''

''وہ سب بزدل ہیں۔ یہاں دوسرے درجے کے شہری بن کر رہ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی غلامی کرتے ہیں۔ میں نے ہر بات میں مسلمانوں کا مقابلہ کیا ہے، ان کو مات دے کر ان سے بہت آگے نکلا ہوں۔ میری یہ ترقی ان کو کھل رہی ہے۔ میرے اوپر کیچڑ اچھالی جارہی ہے۔ مجھے شرمناک نام دیے جارہے ہیں.....''

میری قوتِ برداشت جواب دے گئی اور میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی ''یہ باتیں تم دوسروں کو بتا سکتے ہیں۔ مجھ سے نہیں کہہ سکتے۔ یہاں کسی کو تم سے کوئی پرخاش نہیں رہی۔ تمہاری گاڑی چل رہی تھی۔ ساری خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب تم نے خاموشی سے ویرا کو پکڑ لیا اور کسی کو ہوا نہیں لگنے دی.....''

اس بار اس نے درمیان سے میری بات اچک لی ''میں مانتا ہوں کہ خرابی وہیں سے ہوئی مگر پھر بات کا بتنگڑ بنایا جانے لگا۔''

''یہ بھی غلط ہے۔ سارے الزامات درست ہیں۔ تم نے اس کا سامنا کیوں نہیں کیا۔''

''ڈینی! تم سب کچھ جانتے ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ وہ مجھے غدار قرار دے چکے تھے۔ میں اپنا دفاع کرنے کے لیے سامنے آتا اور وہ مجھے مروا دیتے۔''

''مائی ڈیئر سوبھراج! پھر مسلمانوں اور ہندوؤں کو گالیاں نہ دو۔ تمہاری بربادی کی ساری ذمے داری نک پر ہے۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے اس کا خوف نہ ہوتا تو آج میرے حالات مختلف ہوتے۔ میں بہترین وکیل کر سکتا تھا۔ منہ مانگی رشوتیں دے سکتا تھا۔ میرے پاس کس چیز کی کمی تھی۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پیسے کے بل پر سب کچھ ہو سکتا ہے۔''

اس کی وہ بات بھی غلط تھی لیکن میں نے اسے چیلنج نہیں کیا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ جن معاملات کے پیچھے اول خان اور جلال جیسے لوگوں کا دماغ کام کر رہا ہو وہاں قارون کا خزانہ بھی حقائق کو تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت سوبھراج کی ذہنی حالت قابلِ رحم تھی۔ وہ ایک وقت میں متضاد باتیں کر رہا تھا۔ بے مثال عروج کے بعد آنے والے زوال نے اس کے دماغ پر اچھا اثر نہیں ڈالا تھا۔

اس کے دماغ میں دو باتیں جم کر رہ گئی تھیں۔ اول یہ کہ ایف بی آئی کی سزا سے بچنے کے لیے اسے اپنی بقیہ زندگی روپوش رہ کر گزارنی تھی۔ دوئم یہ کہ ایف بی آئی کے سفاکانہ فیصلے کی ساری ذمے داری نک ہارووے کی تھی، اس سے بدلہ لینا ضروری تھا۔

''وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ اپنے آدمی کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ، میں اس کا کھوج لگانے کی کوشش کروں

Downloaded from https://paksociety.com

گا۔'' میں نے اشتعال انگیز اور متنازعہ باتوں سے گریز کرتے ہوئے مخلصانہ لہجے میں اسے پیش کش کی۔

''ایسے کام کرنے والے رازداری کے معاملے میں بہت حسّاس ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے اپنا کام شروع کردیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک ناکامی کے بعد کوئی دوسرا منصوبہ بنا رہا ہو۔ وہ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا۔''

''میری کوشش سے وقت بچ سکتا ہے۔'' میں نے اسے ترغیب دلائی۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسے خود تلاش کروں گا۔''

''کیا سنیل بھی زخمی ہے۔'' میں نے محتاط الفاظ میں پوچھ لیا۔

'اس کا حال مجھ سے برا ہے۔ وہ ٹھیک ہوتا تو مجھے کسی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اب تک اپنا کام دکھا چکا ہوتا۔''

''وہ بھی تمہارے ساتھ روپوش ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''مجبوری ہے۔ مجھے ہر وقت ایک ساتھی اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''اور تم بقیہ زندگی اسی طرح چھپ کر گزارو گے۔''

''دونوں سمندر امریکا پر چڑھ جائیں یا کوئی بھیانک زلزلہ آئے اور اس ملک کو ایف بی آئی سمیت صفحہ ہستی سے مٹا دے تو اور بات ہے ورنہ مجھے یہی کرنا پڑے گا۔ اب روپوشی میرا مقدر بن چکی ہے۔''

''سکون اور خاموشی سے ایسی زندگی دشوار ہوجائے گی۔''

''تم میری فطرت سے واقف نہیں ہو۔ میں خاموش ہوکر بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اس ملک اور معاشرے نے مجھے ٹھکرایا ہے۔ اس سے ایسا انتقام لوں گا کہ بھلائے نہ بھولا جاسکے گا۔''

''یہ کیوں بھول رہے ہو کہ اسی ملک اور معاشرے نے تمہیں فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچایا تھا۔ آج تم ان کے دشمن ہو رہے ہو؟''

''میرے لیے کسی نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے اپنی کوششوں سے اپنا مقام بنایا تھا۔''

''اپنے اس مقام کو برقرار رکھنے کے لیے چند روز پہلے تک تم مجھ سے مہلت کے طلب گار تھے۔ کل تک کے خلاف مجھ سے مدد مانگ رہے تھے۔ آج تمہارے تیور بدلے ہوئے ہیں۔''

''مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس اب کیا رہا ہے جسے تم مجھ سے چھین سکتے ہو، تک مرجائے گا یا چلا جائے گا۔ اس کا قصہ بھی ختم ہوجائے گا۔''

اس وقت سوبھراج کا ذہنی توازن کچھ بگڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس سے گفتگو کو طول دینے میں بات بگڑ سکتی تھی۔

میں نے اس کی صحت کی بحالی کے لیے ایک منافقانہ دعا مانگی اور فون بند کردیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ تم سے بھی منحرف ہوگیا۔'' ویرا نے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''وہ شدید مایوسی کا شکار ہو چکا ہے۔'' میں نے تفکر آمیز انداز میں بتایا۔

''پھر اس کی واپسی کے سب راستے بند سمجھو۔ کوئی اس تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تو وہ پاگل ہوکر کہیں مرجائے گا۔''

''ابھی تک میں اس خوش فہمی میں تھا کہ وہ مجھ سے بگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہتا۔'' میں نے کہا ''لیکن اس وقت اس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کی کسی بات پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کسی بھی وقت قلابازی کھا سکتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ کسی کو تمہارے پیچھے لگا دے۔''

''اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اب بھی نہ جانے کون کون میرے خون کا پیاسا ہے۔''

''ہم لوگ شہر کے اس کونے میں چھپے بیٹھے ہیں لیکن جہانگیر سب کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔ ایسے حالات میں مجھے اس کی فکر دامن گیر ہوجاتی ہے۔''

''کیا کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال ایس ٹی ایف کے دو آدمی وہاں دن رات ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے۔''

''یہ مکان ہمارا اپنا ہے۔ تم اوپری منزل بنوا کر اسے یہاں کیوں نہیں بسا لیتے۔ آئے دن کے خدشوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔''

''یہاں دوسرے جھگڑے شروع ہوجائیں گے۔'' میں نے سلمیٰ کا تصور کرتے ہوئے کہا ''اکیلے رہتے ہیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کو برداشت کرلیتے ہیں۔ یہاں حمایتی مل جائیں گے تو ان دونوں کو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔''

''جہانگیر سے زیادہ سلمیٰ تمہیں پسند کرتی ہے۔ تمہیں وہ ایسی نظروں سے دیکھتی ہے جیسے تمہارا سینڈوچ بنا کر چٹ کرجانے کا ارادہ رکھتی ہو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''تمہیں دنیا کی ہر عورت میں یہی کیڑے نظر آتے ہیں۔ کسی کو تو معاف کر دیا کرو۔''

وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی ''ایک بات سامنے نظر آ رہی ہو تو میں اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتی۔ میں نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ تم اس کے رویے سے بے آرام ہونے لگتے ہو۔ وہ یہاں آباد ہو گئی تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔''

''ان دونوں کے ساتھ گزارا ہونا مشکل ہے۔ گولڈن فارمیسی جلنے کے بعد جہانگیر ذرا سکون سے ہے۔ کیا پتا کہ کسی دن اس کے سر پر چون کی دکان کھولنے کا خبط سوار ہو جائے۔ اسے میں کہاں کہاں سنبھالتا پھروں گا۔''

''اسے درزی کی دکان کھلوا دو۔ وہ بہت خوش رہے گا۔ ہر آنے والی عورت کا ناپ خود لے گا اور مگن رہے گا۔''

''تم اسے غلط سمجھتی ہو، وہ عیاش طبع نہیں، بس ذرا سا ٹھرکی ہے۔ عورتوں سے بات کر کے خوش رہتا ہے۔''

''بیوی ہر وقت نظر رکھتی ہو تو شوہر مجبور ہو جاتا ہے لیکن اپنی ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا۔ کبھی کبھی مجھے ان دونوں پر بہت ترس آتا ہے۔''

''میری طرف سے اجازت ہے، روز ادھر کا چکر لگا لیا کرو۔''

''سلمٰی مجھ پر شبہ کرنے لگے گی۔ وہ ایسی ہی عورت ہے۔''

''دین محمد نے کھانے کی میز لگنے کا اعلان کیا اور وہ گفتگو وہیں ختم ہو گئی۔

کھانے کے دوران میں گفتگو کا رخ نک اور سوبھراج کی طرف مرکوز رہا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں سستانے کے لیے اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔

لیٹے لیٹے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔ شاید میں دیر تک سوتا رہتا مگر غزالہ نے مجھے جھنجوڑ کر اٹھا دیا۔

''کیا بات ہے..... ایسی کیا قیامت آ گئی جو مجھے اس طرح جگا رہی ہو!'' میں نے بے زاری کے عالم میں اس سے پوچھا۔

''منہ ہاتھ دھو کر آ جائیں۔ سلطان شاہ لوٹ آیا ہے۔''

غزالہ کی زبان سے وہ خبر سنتے ہی میری نیند کافور ہو گئی۔ میں اچھل کر بستر سے اتر آیا۔ اس وقت وال کلاک شام کے چار بجا رہا تھا۔

مجھے حیرت تھی کہ سلطان شاہ نے اول خان کا دیا ہوا موبائل فون استعمال کرنے کے بجائے گھر واپس آنے کو ترجیح دی تھی۔

میرے ذہن میں سب سے پہلے اس شبہے نے سر ابھارا کہ سلطان شاہ کو کسی گڑبڑ سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا ہو گا ورنہ وہ اتنی جلدی واپس آنے والا نہیں تھا۔

میں منہ ہاتھ دھوئے بغیر تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ ڈرائنگ روم میں ویرا کو کچھ بتا رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی فضا میں دونوں ہاتھ اچھال کر بولا ''وہاں ضرورت سے کچھ زیادہ کام ہو گیا۔ نک مارا گیا۔ ٹام زخمی ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دبلے پتلے مقامی آدمی کو بھی زخمی حالت میں اسپتال لے جایا گیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ شیر دل کا بھیجا ہوا آدمی تھا۔''

''تمہیں وہاں اندازے لگانے کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا۔'' میں نے قدرے غصے سے کہا ''تم کو وہاں سے پوری معلومات یک جا کر کے ہلنا چاہیے تھا۔''

''میں ویرا کو یہی بتا رہا تھا کہ عین وقت پر موبائل کی بیٹری جواب دے گئی۔ اس کی اسکرین صاف پڑی ہوئی تھی۔'' اس نے اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا موبائل فون میری طرف بڑھا دیا۔

''بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ کر سکون سے بتاؤ کہ وہاں کیا ہوا تھا۔'' ویرا نے اس کے دونوں شانے تھام کر اسے صوفے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

''وہاں زبردست افراتفری اور خوف و ہراس کا راج ہے۔'' سلطان شاہ نے صوفے پر گر کر اپنی بات جاری رکھی ''میں بہت مشکل سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکا کہ نک اپنے فلیٹ میں مارا جا چکا ہے۔ دبلے پتلے مقامی کے بارے میں پتا چلا ہے کہ وہ ٹیلی فون کمپنی کی طرف سے رابن ہائٹس کی بہت سی خراب لائنوں کی مرمت کے لیے وہاں آیا تھا۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ زخمی ہونے والے کا نام ٹام ہے؟'' مین نے پوچھا۔

''وہ وہیں رہتا ہے۔ سکیورٹی والے اسے پہچانتے ہیں۔ ہر طرف یہی سننے میں آ رہا تھا کہ کسی نے ٹام صاحب کو گولی مار کر زخمی کر دیا۔''

''نک کی موت کی تصدیق کیسے ہوئی؟'' میں نے اگلا سوال کیا۔

''وہاں یہ خبر پھیلی ہوئی تھی کہ ٹام صاحب کے فلیٹ میں دوسرے گورے کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اوپر سے ایک

Downloaded from https://paksociety.com

فائر اور پھر چیخ کی آواز میں نے بھی سنی تھی۔''

''یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک فائر سے دو آدمی زخمی ہوں اور تیسرا مر جائے۔'' غزالہ نے تائید طلب انداز میں کہا۔

''وہ ٹام کی پستول کی آواز رہی ہوگی۔'' میں نے کہا ''شیر دل کے آدمی نے یقینی طور پر بے آواز ہتھیار استعمال کیا ہوگا۔''

''مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آخر کار نک مارا گیا۔'' ویرا بولی۔

''دشمن کی موت پر خوش ہونا کم ظرفی کے زمرے میں آتا ہے۔'' سلطان شاہ نے اسے جواب دینا ضروری سمجھا۔

''بات سمجھ میں آئی کہ وہاں کیا ہوا ہوگا؟'' میں نے ویرا سے پوچھا۔

''میں اتنی روشن ضمیر نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھ کر وہاں کے بارے میں صحیح اندازے لگالوں۔'' اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ وہ نک کی ہلاکت کی خبر سن کر واقعی بہت زیادہ مسرور نظر آرہی تھی۔

''میرا اندازہ ہے کہ قاتل فلیٹ میں داخل ہوا تو وہاں ٹام اور نک، دونوں موجود تھے۔'' سلطان شاہ نے از خود کہنا شروع کر دیا ''قاتل تیاری سے گیا تھا اور شاید اس نے ان میں سے نک کو پہچان لیا تھا۔''

''ویری گڈ!'' میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

''قاتل نے اپنے بے آواز ہتھیار سے نک کا کام تمام کیا اور پھر ٹام پر گولی چلا دی۔ اس اثنا میں ٹام کو اپنا پستول وغیرہ نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے فائر کر کے قاتل کو زخمی کر دیا۔ اس کے فائر کی آواز دور تک سنی گئی تھی۔''

''میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ نک کی لاش کے ساتھ دو زخمیوں کی موجودگی یہی کہانی سنا رہی ہے لیکن یہ بہت برا ہوا کہ شیر دل کا آدمی زخمی ہوگیا۔''

''زخمی ضرور ہوا لیکن اس نے اپنا کام پورا کر دیا۔'' ویرا بولی ''یہ خبر ملے گی تو کچھ دیر کے لیے سوبھراج بھی خوش ہو جائے گا۔''

''میرے لیے یہ خوشی کے ساتھ تشویش کی بات ہے۔'' میں نے فکرمندانہ لہجے میں کہا ''وہ زخمی ہوگیا ہے تو اسپتال میں ہی حراست میں لے لیا جائے گا۔''

غزالہ میرے الفاظ پر چونک پڑی اور بولی ''وہ کتنا ہی مضبوط ہو، پولیس کا تشدد زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکے گا۔ وہ جائے واردات سے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے۔ اسے ادھیڑ کر رکھ دیا جائے گا اور وہ اگل دے گا کہ اسے شیر دل نے وہاں بھیجا تھا۔''

''یہ معاملہ ٹام اور نک کا ہے۔ اب تک پورے شہر کی پولیس حرکت میں آچکی ہوگی۔ شیر دل بھی زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہے۔ اس کے ذریعے یہ بات پھیل جائے گی کہ سوبھراج کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی نک کی موت کے خواہاں تھے جنہوں نے بلٹ پروف کار والے معاملے کے بعد، بازو توڑ کر شیر دل کو اغوا کر لیا تھا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''نک کی موت کے بعد اس بات کا پھیلنا خطرناک ثابت ہوگا۔'' پوری بات سمجھ لینے کے بعد ویرا بھی فکرمند ہوگئی ''ایک نامعلوم پارٹی کا نام ریکارڈ پر آجائے گا اور امریکی اس فریق کا سراغ لگانے کے لیے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔''

''وہ سوبھراج کے نام سے زیادہ اس مسئلے کو اچھالیں گے۔'' غزالہ بولی۔

''اس طرف میرا دھیان نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں رابن ہائمٹس سے ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر گھر پہنچوں گا۔'' سلطان شاہ نے اعتراف کیا۔

''قاتل پولیس کی تحویل میں زیر علاج ہے۔ مگر شیر دل کا نام ابھی پردے میں ہے۔'' میں نے ان کے چہروں پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا ''اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے کہ پولیس کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے شیر دل کو اڑا دیا جائے!''

''وہ قاتل اور مجرم ہے۔ اسے بے خوف ہو کر مارا جا سکتا ہے۔'' ویرا نے میری تائید کی۔

جلال صبح والے اجلاس کے بعد سے غائب تھا۔ میں نے اول خان کو اعتماد میں لینے کی نیت سے فون اٹھا تو وہ اپنے دفتر میں تھا اور نہ گھر میں موجود تھا۔ اس کا موبائل فون اپنی ناکارہ بیٹری سمیت سلطان شاہ کی تحویل میں تھا۔ کوشش کی جاتی تو اسٹیشن نور کے ریڈیو روم والے اپنے وائرلیس سسٹم پر اول خان کو کہیں نہ کہیں تلاش کر کے میرے پیغام سے آگاہ کر سکتے تھے مگر میں وقت کے اس زیاں کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ اس وقت ساری اہمیت ٹائمنگ کی تھی۔ ہم سے پہلے پولیس شیر دل تک پہنچ جاتی تو آنے والے مصائب کو کسی طرح نہیں روکا جا سکتا تھا۔

''تم میرے ساتھ چلو گے۔'' میں نے سلطان شاہ سے کہا۔

''تو کیا تم شیر دل کے ٹھکانے کی طرف جا رہے ہو؟'' ویرا نے بے اعتباری سے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''ارادہ یہی ہے۔ سلطان شاہ گاڑی میں رہ کر میرا انتظار کرے گا۔ میں نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''تمہارا جانا مناسب نہیں ہے۔ وہ کہاں رہتا ہے؟'' میرا ارادہ سن کر وہ مضطرب ہوگئی۔

''وہ دھوبی گھاٹ کے علاقے میں ملے گا۔ اس کا اڈا وہیں ہے۔ اس کے لیے میرے یا اول خان کے سوا کسی اور کا جانا ممکن نہیں ہے۔ وہ ہم دونوں کو پہچانتا ہے۔ اعتماد میں مار کھا جائے گا۔ کوئی اور ادھر گیا تو مشکل میں پھنس جائے گا۔''

''نام سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ کوئی گنجان آباد علاقہ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ وہاں جا کر پھنس جائیں۔'' غزالہ بھی یکا یک فکرمند نظر آنے لگی۔

''بڑے مسائل کو ٹالنے کے لیے یہ خطرہ مول لینا پڑے گا۔'' میں نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر کہا ''میں وہاں سے نمٹ کر تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گا۔''

ویرا بلاوجہ جھنجلانے لگی کہ ایسے نازک وقت پر اول خان کا موبائل فون سلطان شاہ کے پاس کیوں تھا۔ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

غزالہ کی طرح دھوبی گھاٹ کے نام سے میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ تیسرے درجے کی کوئی گنجان آبادی ہوگی وہاں کے لیے معمولی لباس کا استعمال ضروری تھا تاکہ میں بلاوجہ لوگوں کی نگاہوں میں نہ آسکوں۔

میں چند منٹ میں تیار ہو کر باہر نکلا تو سلطان شاہ بھی پھرتی سے قمیص شلوار تبدیل کر چکا تھا۔ چلتے چلتے میں نے سوچا کہ گاڑی بھی گھر پر چھوڑ دوں اور اس سفر کے لیے کرائے کی ٹیکسی لے لوں مگر پھر میں نے خود ہی وہ خیال مسترد کر دیا۔

شیر دل کے بارے میں مجھے زیادہ خوش فہمی نہیں تھی۔ وہ بہرحال ایک جرائم پیشہ شخص تھا۔ اس سے ملاقات کے دوران میں اگر کوئی ناخوش گوار صورت حال رونما ہوتی تو گاڑی نہ ہونے کی صورت میں میرا وہاں سے نکلنا محال ہو جاتا۔

''میں تمہارے ساتھ نکل آیا ہوں لیکن ایک بار پھر سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے گڑھ میں جا کر ہم کسی مصیبت میں پھنس جائیں'' کچھ دور تک خاموشی کے ساتھ ڈرائیونگ کرنے کے بعد سلطان شاہ نے دھیرے سے کہا۔

''اس کا بازو ٹوٹا ہوا ہے۔ وہ عجلت میں وہاں سے نہیں نکل سکتا۔ جب اسے یہ خبر ملے گی کہ اس کا بھیجا ہوا آدمی زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ غائب ہی ہو جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہو، ہمیں اس کے سر پر پہنچ جانا چاہیے۔ میں نے ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد وہاں جانے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''اسٹیشن فور میں تم نے اس پر زیادہ تشدد تو نہیں کیا تھا۔''

''اس کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ بس ایک مرتبہ اس کی پسلیوں پر ٹھوکر مارنی پڑی تھی۔ اس کے بعد وہ سیدھا ہو گیا تھا۔''

''میرا خیال ہے کہ حالات کے پیشِ نظر تم اس پر اپنی انگوٹھی آزماؤ گے!''

''تم سمجھ دار ہو۔ ایسی چھوٹی موٹی باتیں خود سمجھ لیتے ہو۔''

''میں راستے میں اس کی باتوں کا جواب دیتا رہا لیکن میرا ذہن کہیں اور بھٹکتا رہا۔ شیر دل نے قتل سمیت متعدد جرائم کے ارتکاب کا اعتراف کیا تھا۔ اسی صبح اس نے نک کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجرم تھا مگر اس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا تھا۔ دن ڈھلنے سے پہلے نک کو اس کے کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔

رابن ہائمس میں اس کے آدمی کے ساتھ بات نہ بگڑتی تو شیر دل کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سوبھراج سے بھاری معاوضہ لینے کی خاطر اسے ہمارے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتائے گا۔

بدلی ہوئی صورت حال میں اس کو زندہ چھوڑنے کی دور دور تک کوئی گنجائش نظر نہیں آرہی تھی اور شاید اسی کا نام مکافاتِ عمل تھا۔

اپنے سارے جرائم کے باوجود وہ سزایاب ہونے سے بچا ہوا تھا۔ قانون اسے اپنی گرفت میں لینے میں ناکام رہا تھا۔ شاید اس کے اسی ریکارڈ کی وجہ سے سوبھراج نے اس پر بھروسا کیا ہوا تھا۔ اس نے ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے ہم سے مصالحت کر لی تھی لیکن تقدیر نے آخر کار اسے دھکیل کر اس مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں میرے ہاتھوں اس کے سارے جرائم کا حساب ایک ساتھ بے باق ہونا تھا۔

سلطان شاہ کراچی کا کیڑا تھا۔ اس نے اپنے اندازے سے دھوبی گھاٹ کے بارونق بازار سے پہلے گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر روک لی۔ اس کی دانست میں شیر دل کا اڈا

Downloaded from https://paksociety.com

ان ہی اطراف میں موجود ہونا چاہیے تھا۔

میں نے پیش قدمی کرتے ہوئے ایک جواں سال لڑکے سے شیر دل کے بارے میں پوچھا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے ایک قریبی گلی کا راستہ بتا دیا۔

اس تنگ اور ٹیڑھی میڑھی گلی میں دوسرے مکان کی دیوار پر مجھے شیر دل کے نام کی تختی نظر آ گئی۔ دروازہ بند تھا اور اندر سے کئی افراد کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

گلی میں سارے مکان آباد تھے۔ مٹی اور کیچڑ میں ہر عمر کے بچے کھیل رہے تھے۔ اس مکان کی ساخت سے شیر دل کوئی سکہ بند یا بڑا بدمعاش نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آنے والی آوازیں یکا یک تھم گئیں۔ دروازہ کھلا اور کالے کپڑوں میں ملبوس ایک درشت رو شخص ٹٹولنے والی نظروں سمیت میرے سامنے آ گیا۔ اس کے کچھ بولنے سے پہلے میں نے آہستہ سے شیر دل کا نام لیا۔

وہ اپنے چوڑے چکلے وجود سے میرا راستہ روکے دروازے پر جما ہوا تھا۔ اس نے وہاں سے ہلے بغیر، پلٹ کر کہا ''دادا! کوئی ملنے آیا ہے۔''

''اندر بلا لے!'' میں نے شیر دل کی آواز پہچان لی۔

اگلے ہی لمحے میں اندر داخل ہو چکا تھا۔ وہ مکان نہیں، اونچی چھت والا ایک بڑا سا کمرا تھا جہاں پورے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا جس پر جا بجا کئی تکیے پڑے ہوئے تھے۔ اس ہال میں ہر قسم کا سامان تعیش موجود تھا جس میں ٹیلی وژن اور ڈیک بھی شامل تھے۔

ہال کے اندرونی حصے میں شیر دل ایک شاہانہ مسہری پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک بدمعاش اس کے پیر دبا رہا تھا۔ دو قالین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چوتھا میرے ساتھ تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ہال کسی گندی اور بے ترتیب آبادی میں واقع ہے۔

ہال میں پھیلی ہوئی تیز روشنی میں میرا چہرہ دیکھتے ہی شیر دل کے بشرے پر بے پناہ حیرت ابھر آئی ''ارے، تم یہاں کیسے!''

اس نے غیر ارادی طور پر بستر سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی میں ابھرنے والی ٹیس پر برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

میں نے لپک کر اس کے جسم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ''تم لیٹے رہو۔ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ بس ملنے کے لیے آیا ہوں۔''

''شراب چلے گی یا باہر سے کچھ اور منگواؤں۔'' وہ میرے لیے بچھا جا رہا تھا۔

''کچھ نہیں، میں شراب نہیں پیتا.....'' میں نے کہا لیکن اس نے میری بات کاٹ دی۔

''تم پہلی بار آئے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کچھ پیے بغیر چلے جاؤ۔ جاؤ تم چاروں ہوٹل میں چلے جاؤ اور لڑکے سے بسکٹ، پیسٹری کے ساتھ ٹھنڈی بوتل بھجوا دو۔''

انہوں نے کسی شاہی فرمان کی طرح شیر دل کے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایک کر کے ہال کے دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

میں شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔ اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اپنی آمد کے راستے پر غور کیا۔ اس میں سرے سے کوئی ہوٹل نہیں آیا تھا۔ ہوٹل یقینی طور پر گلی میں سے نکلنے کے بعد بارونق بازار میں کہیں واقع تھا جبکہ سلطان شاہ نے اپنی گاڑی بازار سے کافی پہلے روک دی تھی۔

''تم صرف ملنے کے لیے نہیں آئے'' تخلیہ ہو جانے کے بعد شیر دل نے نیچی آواز میں کہا ''تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے..... میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ میرا آدمی وہاں گیا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی وقت اچھی خبر لے آئے گا۔''

میں نے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کے ہلاکت خیز زہر اگلنے والے نگینے کو ہتھیلی کی طرف گھمانا شروع کر دیا۔

''سوبھراج کیا کہہ رہا ہے؟'' میں نے بلاوجہ سوال کر دیا۔

''کچھ نہیں!'' وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا ''بار بار اس کے فون آ رہے ہیں۔ ابھی تک میں نے اس سے بات نہیں کی۔ اچھی خبر آ جائے گی تو بات کروں گا۔''

میں نے اندازہ لگایا کہ وہاں سے گئے ہوئے چاروں بدمعاش اس وقت تک گلی سے نکل کر بازار کی طرف مڑ چکے ہوں گے۔

''تم کو کبھی افسوس نہیں ہوا کہ تم کو برا کے لیے کام کرتے ہو؟'' میں نے رسانیت سے پوچھا۔ کھوکھلا نگینہ ہتھیلی کے رخ پر آ چکا تھا۔

''نہیں!'' اس نے بلا تردد جواب دیا ''آج صبح تمہارے قید خانے میں جب موت سامنے نظر آ رہی تھی تو

Downloaded from https://paksociety.com

میں تھوڑی دیر کے لیے بہک گیا تھا مگر پھر راہ پر آ گیا۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا مگر میرے بچے یہ سب نہیں کریں گے۔ ان کے لیے میں نے ڈیفنس میں بنگلا لیا ہوا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میں عزت کا کوئی کاروبار کرتا ہوں جس کے لیے کبھی کبھی مجھے دو چار دنوں کے لیے شہر سے باہر جانا پڑتا ہے۔''

''مجھے ایک آدمی کو مروانا ہے.....''

اس نے دھیرے سے ہنس کر میری بات اڑا دی ''میں نے تمہارے آتے ہی تمہاری آنکھوں میں پڑھ لیا تھا کہ تم کسی خاص کام سے آئے ہو۔''

''کتنے پیسے لو گے؟'' اس کے خاموش ہونے پر میں نے پوچھا۔

''میں اس کام کی ڈیڑھ پیٹی لیتا ہوں مگر تم سے ایک لوں گا'' اس نے پورے خلوص سے کہا ''کام ستھرا ہوگا۔ تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔''

''دادا! تم واقعی عظیم انسان ہو'' میں نے اپنے والہانہ پن کے اظہار کے لیے اپنا بایاں ہاتھ اس کے شانے کی طرف اٹھایا ہی تھا کہ مجھے ہال کے دروازے پر کھٹکا سا محسوس ہوا۔ میرے بدن کو ایک بے ساختہ جھٹکا لگا اور میرا اٹھتا ہوا ہاتھ نیچے گر گیا۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا تو دروازہ خالی پڑا ہوا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

میرے تعریفی الفاظ پر اس کے ہونٹوں پر ابھرنے والی آسودہ مسکراہٹ اسی طرح جمی ہوئی تھی' وہ اپنی تعریف کے سحر میں مبتلا تھا کہ میں نے دروازے کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنا ہاتھ اس کے پلاسٹر چڑھے ہوئے شانے سے نیچے' ننگی گردن پر رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ اسے آخری لمحے تک اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ وہ میرے ہاتھ کے لمس کو میری طرف سے اپنائیت کا اظہار سمجھا اور جب ننھی سی سوئی سے گزر کر مہلک زہر کے قطرے اس کے جسم میں اترے تو اس کے بدن کو ایک خفیف سا جھٹکا لگا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس کے ہونٹوں پر تیرتی ہوئی مسکراہٹ اسی طرح منجمد ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی سہل ترین موت پر ناز کر رہا ہو۔

ڈیڑھ پیٹی میں دوسروں کی زندگی کا مول چکانے والا لمحہ بھر میں اجل کی سرد اور بے رحم وادیوں میں ڈوب چکا تھا۔

میرا دل چاہا کہ پوری قوت کے ساتھ دوڑ لگا کر گاڑی تک پہنچوں اور سلطان شاہ کے ساتھ وہاں سے دور نکلتا جاؤں لیکن احتیاط مانع تھی۔ میں نے اس کی بے جان گردن سے اپنا ہاتھ ہٹا کر ہال کی عقبی دیوار میں بنے ہوئے دوسرے بند دروازے پر نگاہ ڈالی اور تیز قدموں سے چلتا ہوا نکاس کے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

گلی میں زندگی اپنے معمول کے مطابق رواں تھی۔ ایک عورت بچے کو گود میں لیے میرے سامنے سے گزری۔ میں ہموار قدموں سے واپسی کے راستے پر ہو لیا۔

بظاہر میں نظریں جھکائے چلا جا رہا تھا لیکن گرد و پیش سے غافل نہیں تھا۔ کن انکھیوں سے میں ہر طرف کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔

میں گلی سے نکل رہا تھا تو ایک لاابالی لڑکا کیک اسٹینڈ پر بہت سے لوازم سجائے اور دوسرے ہاتھ میں پیپسی کولا کی بوتل لیے' مخالف سمت سے گلی میں داخل ہو رہا تھا۔ اسے شبہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ جس مہمان کے لیے وہ سب چیزیں لے جا رہا تھا' وہ اپنا کام پورا کر کے دادا کے اڈے سے نکل چکا تھا۔

میری دانست میں وہ بہت بڑا اور کٹھن کام تھا لیکن حیرت ناک سرعت اور آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

میں گاڑی کا دروازہ کھول کر پسنجر سیٹ پر بیٹھا تو سلطان شاہ کی مستفسرانہ نظریں میری طرف اٹھ گئیں۔ جن میں سوال ہی سوال بسے ہوئے تھے۔

''یہاں سے جلدی نکلو ورنہ ابھی کہرام شروع ہو جائے گا'' میں نے دانت پیس کر مضطربانہ انداز میں سرگوشی کی ''میں نے اسے مار دیا ہے۔''

گاڑی کا انجن بیدار ہوا اور ہم تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

گھر پہنچے تو وہاں جلال اور اول خان بھی موجود تھے۔ فضا سوگوار سی تھی جیسے وہ سب کسی کی تدفین سے فارغ ہو کر وہاں بیٹھے ہوں۔

دین محمد پھاٹک پر ہی کھڑا ہوا ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ گاڑی باہر بند کر کے ہم دونوں اچانک اندر پہنچے تو سب حیرت اور خوشی سے اچھل پڑے۔

''تم نے بہت غلط کام کیا ہے'' جلال نے مجھ سے بغل گیر ہو کر برہمی سے کہا ''اس علاقے میں شہر کے کئی چھٹے

Downloaded from https://paksociety.com

ہوئے بدمعاش رہتے ہیں۔تم کو وہاں نہیں جانا چاہئے تھا۔''

''کام بن گیا۔ اب تنقید کرنے کے بجائے کوئی اور بات کرو'' میں ہنستے ہوئے' صوفے پر اول خان کے برابر میں بیٹھ گیا۔

''تمہارا فیصلہ درست تھا'' جلال نے بیٹھ کر کہا ''کفیل کے زخمی اور گرفتار ہونے کے بعد شیر دل کا راستے سے ہٹایا جانا ضروری ہوگیا تھا۔ یہ کام کوئی بھی کرسکتا تھا۔ اس کے لیے تم کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنے کاموں میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ یہاں فون کرنے پر جب بتایا گیا کہ تم کسی کو مارنے کے لیے نکلے ہوئے ہو تو میں پریشان ہوکر یہاں آ گیا۔ تمہارے ستارے اچھے تھے کہ تم وہاں سے بچ کر نکل آئے۔''

''تم صبح سے غائب تھے' اول خان کا بھی کہیں پتا نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ان معاملات کا نک اور ٹام سے تعلق ہے اس لیے تمہارا کوئی آدمی آگے نہیں آئے گا۔ اسے لڑ بھڑ کر مارنا ممکن نہیں تھا۔ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ میں نے اسے اعتماد میں لے کر دھوکے سے مارا ہے۔ اس خطرے کو کسی اور طریقے سے ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔''

''اسے بھی تم نے زہر اتار کر مارا ہوگا؟'' جلال نے تائید چاہی۔

''خاموشی سے موت کے گھاٹ اتارنے کا وہی ایک راستہ تھا'' میں نے کہا۔

''اب ایک نیا چکر چل پڑے گا۔ زہر کی وجہ سے تمہارا نام لیا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تم نے شیر دل کو نک کے پیچھے لگایا تھا۔ شیر دل نے کفیل کو وہاں بھیج دیا۔ وہ پکڑا گیا تو تم نے شیر دل کو مار دیا تاکہ وہ تمہارے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتا سکے۔''

''تمہاری نظر ہمیشہ منفی پہلو پر جاتی ہے۔ کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شیر دل' سوبھراج کا دستِ راست بنا ہوا تھا۔ ڈینی نے اسے مار دیا تاکہ سوبھراج تنہا رہ جائے۔''

''یہ کون کہہ سکتا ہے' اس کے لیے کوئی جواز بھی ہونا چاہئے۔''

''جواز ان کے علم میں ہے۔ نک نے اپنی موت سے پہلے خود سوبھراج سے فون پر بات کی تھی اور اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی تھی'' میں نے اسے مسکت جواب دیا پھر پوچھا ''یہ بتاؤ کہ تم اپنے چکروں میں الجھے ہوئے تھے تو تمہیں سارے دن کی کہانیاں کہاں سے مل گئیں۔''

''میری دو مرتبہ اول خان سے بات ہوئی تھی'' جلال نے کہا ''میں ان معاملات سے کسی بھی وقت غافل نہیں رہا۔''

''رابن ہائنس کے بارے میں تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے سنی سنائی باتیں معلوم ہیں۔ اصل خبریں تمہیں اول خان سے مل سکتی ہیں۔ میں آج دن بھر ادھر نہیں جاسکا۔''

''آخر ایسی کون سی مصروفیت تھی جو ان واقعات سے زیادہ اہم تھی'' اس بار ویرا نے تحیر زدہ لہجے میں سوال کیا۔

''اب تک میں سمجھ رہی تھی کہ تم رابن ہائنس سے سیدھے یہاں آئے ہو۔''

''میں تمہیں کیا بتاؤں؟'' وہ بے بسی سے ہنس دیا ''میں کام کے بارے میں مبالغہ آرائی کا قائل نہیں ہوں۔ آج کل واقعی بہت مصروف ہوگیا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ ہم ایک دوسرے کے رازوں کے امین ہیں'' میں نے ویرا کا ساتھ دیتے ہوئے کہا ''تم نے اپنی مصروفیت کے بارے میں مجھے تجسس میں مبتلا کردیا ہے۔''

''تمہیں عبداللہ یاد ہے؟'' جلال نے چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد اچانک مجھ سے سوال کیا اور میرے چہرے پر اس نام کا کوئی ردِعمل نہ دیکھ کر' بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''یہ میرا وہی شہید ہے جو دہلی میں ریڈ بل کے کوڈ سے اپنے دن گزار رہا تھا۔ اپریٹس پر رابطے کے لیے اس کا کوڈ جی فور ہوا کرتا تھا۔''

اس کی زبان سے ریڈ بل کے الفاظ سنتے ہی میرے ذہن میں سب کچھ تازہ ہوگیا۔ وہ آئی بی کے ان تین ایجنٹوں میں سے ایک تھا جو دشمن کی سرزمین پر عدم تحفظ کی فضا میں اپنے شب و روز گزار کر اپنی مادرِ وطن کی خدمت کررہے تھے۔

ہمارے بھارت کے سفر میں ان تینوں نے ہماری بہت مدد کی تھی۔ بعد میں عبداللہ پکڑا گیا اور ونود نامی ایک بھارتی افسر کے ہاتھوں بے رحمی سے مارا گیا۔

جلال اس کی شہادت کی خبر سن کر بہت افسردہ ہوا تھا۔ وہ اپنے فرض شناس ماتحتوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

''اب مجھے سب یاد آ گیا'' میں نے جواب دیا ''تم نے ونود سے یہاں بدلہ لے لیا تھا۔''

''ہمارے ایسے ہی کچھ اور آدمی بھارت میں قید ہیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

ان میں بے گناہ شہری بھی شامل ہیں۔ ان کی کل تعداد سات ہے۔ آج کل گوپال راج نامی بلیک کیٹ کو مذاکرات کے ذریعے چھڑا کر لے جانے کے لیے ایک بھارتی وفد یہاں آیا ہوا ہے۔ دو روز سے میں ان کے ساتھ سر کھپا رہا ہوں۔''

''تم بہت پہلے ان کی آمد کی توقع کر رہے تھے'' اول خان بولا۔

''ہم بلیک کیٹ کے بدلے اپنے ساتوں آدمی واپس لینا چاہتے ہیں۔ وہ تین پراڑے ہوئے ہیں۔ میں آج بھی وہاں الجھا ہوا تھا۔''

''ہم سب تمہاری کامیابی کے لیے دعا گو رہیں گے'' میں نے خلوص دل سے کہا ''مجھے معلوم ہے کہ یہ معاملہ تمہارے لیے بہت حساس اور جذباتی ہے۔''

''ہمارا کوئی آدمی زیادہ دنوں تک ان کی قید میں رہ جائے تو وہ اپنی درندگی سے اسے چلتی پھرتی لاش میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ میں اپنے قیدیوں کو اس دردناک انجام سے بچانا چاہتا ہوں۔ ان پر ایک ایک دن بھاری گزر رہا ہوگا۔''

سب کے چہروں پر اداسی تیر گئی اور فضا پر سوگوار خاموشی چھا گئی۔

''میں اسی لیے خاموش تھا'' جلال نے وہ رنگ دیکھ کر کہا ''یہ سب زندگی کے جھمیلے ہیں جو ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں' تم اپنی باتیں کرو۔''

''وہاں کیا ہوا تھا؟'' اس بار میں نے اول خان سے سوال کیا۔

''کفیل ٹیلی فون کمپنی کا نمائندہ بن کر وہاں پہنچا تھا۔ وہاں بہت سے فون دیر سے بے جان پڑے ہوئے تھے'' اول خان بتانے لگا ''ان میں ٹام اور نک کا فون بھی شامل تھا۔ رابن ہائٹس میں ان دونوں کو وی آئی پی کا درجہ حاصل ہے۔ سکیورٹی گارڈ کفیل کو اپنے ساتھ لے کر سب سے پہلے ان ہی کے فلیٹ پر چلا گیا۔ نک نے دروازہ کھولا۔ ٹام لابی میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ کفیل نے اندر جاتے ہی اپنے ریوالور سے دو بے آواز گولیاں نک کے دل میں اتار دیں۔ ٹام آگے لپکا تو تیسری گولی' اس کے پیٹ میں لگی۔ اسی وقت گارڈ نے اپنا پستول نکال کر پیچھے سے کفیل کی کمر پر گولی چلا دی اور یوں آناً فاناً میں وہ خونیں ڈراما ختم ہو گیا۔ گارڈ کے فائر کی آواز نے سب کو ہوشیار کر دیا۔''

''کفیل کو چوتھی گولی چلانے کی مہلت مل جاتی تو شاید ٹام کا کام بھی تمام ہو جاتا'' ویرا نے اس تفصیل سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

''شاید وہ بھی نک کے تابوت کے ساتھ واپس چلا جائے'' اول خان نے کہا ''وہ بہت خوف زدہ ہے۔ اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہے۔''

''کفیل کا کیا حال ہے' وہ کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ ٹام کے ساتھ آغا خان اسپتال میں ہے۔ گولی نے اس کی ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا آپریشن ہونے والا ہے۔''

''ابھی تک اس کا بیان لینے کی نوبت نہیں آئی ہوگی'' جلال نے پوچھا۔

''تکلیف کی شدت کی وجہ سے اسے خواب آور دوائیں دے دی گئی ہیں۔ اس کے کمرے پر پولیس کا پہرا لگا دیا گیا ہے۔ شاید کل اس کے بیان کی نوبت آئے گی۔''

''اس وقت تک شیر دل کا نام پوشیدہ رہے گا'' میں نے گہرا سانس لے کر کہا ''مجھے خوف تھا کہ پولیس ذرا سی دیر میں اس سے سب کچھ اگلوا لے گی۔ اس خوف کی وجہ سے میں نے بہت تیزی سے دھوبی گھاٹ کی طرف دوڑ لگائی تھی۔''

''اس واقعے سے سارے امریکی برہم اور خوف زدہ بلکہ اعصاب زدہ ہیں'' جلال نے ہنس کر کہا ''آغا خان اسپتال میں قونصل خانے کے ایک افسر نے ہوم سیکریٹری سے بہت بدتمیزی کی ہے۔ وہ واقعہ صحافیوں کے سامنے پیش آیا تھا۔ ہو سکتا ہے' کل اس کی باضابطہ شکایت کر دی جائے اور اسے پاکستان سے نکال دیا جائے۔''

''اپنے ایک ساتھی کی موت پر اس کی دیوانگی قابلِ فہم ہے'' میں نے کہا۔

''اس نے ادھیڑ عمر سیکریٹری کا گریبان پکڑ کر فحش گالیاں بکنی شروع کر دی تھیں۔ اس حرکت کو صدمے کا نتیجہ قرار دے کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''ان لوگوں سے مراسم رکھتے ہیں تو یہ سب برداشت کرنا ہوگا'' ویرا نے بے پروائی سے کہا ''میں تو کہتی ہوں کہ ہمارے سفارتی افسروں کو بھی امریکا میں یہی سب کرنا چاہئے تب ان کی عقل کسی ٹھکانے پر آئے گی۔''

''بی جمالو نہ بنو'' جلال نے اسے مشورہ دیا ''گالی کا جواب گالی سے دیا جائے تو ان میں اور ہم کیا فرق رہ جائے گا۔''

''پھر جو ہو رہا ہے' اسے خاموشی سے بھگتو۔''

''ہمارے ساتھ ان کو بھی نتائج کا سامنا کرنا پڑ رہا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے'' سلطان شاہ نے اس دوران میں پہلی مرتبہ زبان کھولی ''وہ اب تک اپنے کتنے آدمی کھو چکے ہیں؟''

''دیکھنے والی بات یہ بھی ہے کہ ان کے مقابلے میں ہم نے بہت کم نقصان اٹھایا ہے'' غزالہ نے بھی بولنے کی ہمت کر ہی ڈالی۔

''یہ بے کار باتیں ہیں'' جلال نے مربیانہ انداز میں کہا ''جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ اب ماضی کے واقعات پر سر کھپانا بے سود ہے۔ اپنی نگاہ آنے والے وقت پر رکھو۔ اس کا تقاضا ہے کہ دو باتوں کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ بات ہر طرف پھیل جانی چاہئے کہ نک کو سوبھراج کے ایما پر مارا گیا ہے۔ اسی طرح سوبھراج کو یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ ڈینی نے شیر دل کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب اسے کوئی اور بندوبست کرنا پڑے گا۔''

''کل تک یہ دونوں کام خود بہ خود ہوجائیں گے'' اول خان بولا ''ڈینی نے بتایا ہے کہ صبح والے حملے کے بارے میں نک نے سوبھراج سے بات کی تھی۔ نک کے علاوہ دوسروں کے پاس بھی سوبھراج کا سیٹ لائٹ نمبر موجود ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ نک کی موت کے بعد سوبھراج سے کسی نہ کسی نے بات کی ہو۔ وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہے گا کہ نک کو اس نے مروایا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے یہ بات اخبار والوں تک بھی پہنچ سکتی ہے۔''

جلال بہت غور سے اس کی بات سن رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت ان دو نکات میں دلچسپی لے رہا تھا۔

''یہی صورت شیر دل کے بارے میں ہے'' اول خان کی بات جاری تھی ''ابھی بہت وقت باقی ہے۔ صبح کے اخباروں میں شیر دل کی ہلاکت کے ساتھ اس کی لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی آجائے گی۔ سولجر بازار میں امریکی کمانڈو کی موت کا واقعہ تازہ ہے۔ سوبھراج کو اندازہ ہوجائے گا کہ شیر دل کس کا نشانہ بنا ہے؟''

''سوبھراج کمزور، زخمی اور ہراساں ہے'' جلال نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا ''ہمیں کچھ پتا نہیں کہ وہ کہاں اور کس حال میں روپوش ہے۔ وہ جن حالات سے گزر رہا ہے، ان میں اپنے سائے پر بھی اعتماد نہیں کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ ڈینی کو اس سے رابطہ کرنا چاہئے۔ سوبھراج کو جلد از جلد پتا چلنا چاہئے کہ وہ اپنا ایک اہم ساتھی کھو بیٹھا ہے۔ ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ وہ نک کو راستے سے ہٹانے کے بعد کیا سوچ رہا ہے؟''

میں نے محسوس کیا کہ جلال کے ذہن میں کوئی خاص بات چکرا رہی ہے، جسے وہ الفاظ کے جامے میں لانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔

''مجھے اس سے بات کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے'' میں نے بے پروائی سے کہا ''اسے چڑا کر مجھے دلی راحت ملتی ہے۔''

''لیکن تم اس سے کیا بات کرو گے؟'' ویرانے درمیان میں ٹانگ اڑائی۔

''میں یہیں بیٹھ کر بات کروں گا۔ اپنے کانوں سے سن لینا کہ میں کیا کہتا ہوں۔''

''اس سے پہلے چائے کی ایک پیالی ضروری ہے'' جلال نے ہنستے ہوئے اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔

غزالہ فرض شناس مہمان دار تھی۔ اس کے ایما پر ایک آدمی کچن میں مصروف تھا۔ اسے نئی ہدایت دینے کی دیر تھی کہ بہت سے لوازم کے ساتھ چائے کی ٹرالی آ گئی۔

چائے کا دور ذرا طویل ثابت ہوا۔ اس دوران میں ہلکی پھلکی باتیں ہوتی رہیں، جن کا کام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

آخر کار وہ سلسلہ ختم ہوا۔ برتن سمیٹ لیے گئے تو جلال نے مجھے فون کی طرف متوجہ کیا اور میں سوبھراج سے رابطہ قائم کرنے میں مصروف ہوگیا۔

''ہیلو سوبھراج! میں ڈینی بول رہا ہوں'' اپنے ریسیور میں اس کی آواز سن کر میں نے کہا۔

''اچھا ہوا کہ تم نے فون کر لیا'' اس کی دبنگ آواز میں عجیب سی وحشیانہ مسرت عود کر آئی ''آج تمہارا یہ دوسرا فون ہے۔ تم نے ٹیلی وژن پر سن لیا ہوگا کہ آخر کار میں نے نک سے اپنا بدلہ لے لیا۔ اسے جہنم واصل کیا جا چکا ہے۔''

''مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ تم کسی ویرانے میں نہیں، ایسے گھر میں روپوش ہو جہاں تم کو ٹیلی وژن جیسی سہولت بھی میسر ہے.....''

''یہاں سب کچھ ہے'' اس نے میری بات کاٹ کر فخریہ انداز میں بتایا ''مجھے دنیا کی سب سہولتیں میسر ہیں۔ کیا نک کا انجام سن کر تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''میرے لیے اب یہ خبر پرانی ہو چکی ہے، کچھ دیر پہلے یہ بات معلوم ہوئی تھی تو مجھے واقعی خوشی ہوئی تھی۔ وہ اس سے زیادہ برے انجام کا مستحق تھا۔ تم نے اسے مروا کر کافی دنوں بعد ایک نیک کام کیا ہے۔ اس پر تم مبارک باد کے مستحق ہو۔''

''میرے ذہن پر سے پہاڑ جیسا ایک بوجھ ہٹ گیا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔ اب میں یکسو ہو کر اپنے دوسرے مشن پر کام کر سکوں گا۔''

اس کی آواز اور باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت اس کی ذہنی حالت بڑی حد تک اعتدال پر آ چکی تھی۔ نک کے قتل کی خبر مل جانے کے بعد وہ بدترین ذہنی انتشار کے بھنور سے نکل چکا تھا۔

''دوسرے مشن کے بارے میں کچھ سوچنے سے پہلے اپنے کارنامے کی فکر کرو۔ تمہارے دشمن اس کامیابی کو کسی اور سے منسوب کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تم سے کس نے کہا۔'' میرے انکشاف نے اسے پریشان کر دیا۔

''کسی کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہارے نام کو دیا کر یہ سہرا میرے سر منڈھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ابھی تک کہیں سے تمہارا نام سننے میں نہیں آیا۔''

''میں نے سب کچھ چھوڑ کر یہ راہ اپنائی ہے۔ وہ مجھ سے میرا یہ اعزاز نہیں چھین سکتے۔'' اس کی آواز قہر بار ہو گئی ''ان کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ان کے غدار قرار دیے ہوئے کسی شخص نے پلٹ کر ان سے ان کی بے وفائی کا بھیانک انتقام لیا ہو۔ میرے خلاف اخبارز ہر اگل رہے ہیں۔ اب اخباروں میں میری طرف سے یہ بھی چھپے گا کہ نک کو میں نے مروایا ہے۔ غدار میں نہیں، وہ ملعون تھا جس نے میری برسوں کی رفاقت کو ایک پل میں خاک کر دیا۔''

''اس طرح تم ایک بہت بڑے قتل کا الزام اپنے سر لے لو گے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''اب یہی الزام میرا انعام ہے۔ اخباروں میں اس سے بڑے بڑے الزام لگ رہے ہیں۔ اب ایک یہ بھی سہی۔ میں ان کے ارادے ناکام بنا دوں گا۔ اخباروں کے صفحوں میں یہ بات امر ہو جائے گی کہ نک کو سزا میں نے دی تھی، وہ مجھ سے کریڈٹ نہیں چھین سکتے۔ مجھے برا کہا گیا ہے تو میں اتنا برا بن کر دکھاؤں گا کہ لوگ میرے نام سے تھرانے لگیں گے۔''

''ابھی تم اپنے کسی اگلے مشن کی بات کر رہے تھے۔'' میں نے یاد دلایا۔

''وہ بھی بہت جلد تمہارے سامنے آ جائے گا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اب مجھے کسی مدد یا رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی راہ خود بنا سکتا ہوں۔''

آسانی

''میں اس معاشرے میں دیانتداری سے زندگی گزارنے کا عزم کر چکا ہوں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے..... اس معاملے میں تمہیں یہاں زیادہ مقابلے بازی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

☆☆☆

ایک بھیڑ نے آواز نکالی ''بھے... بھے...''

دوسری بھیڑ بولی ''میاؤں... میاؤں...''

پہلی بھیڑ نے سمجھایا ''دیکھو... بھیڑیں میاؤں میاؤں نہیں کرتیں، بھے بھے کرتی ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے'' دوسری بھیڑ بولی ''لیکن میں آج کل دوسری زبان بھی سیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''دوپہر کو کہی ہوئی یہ بات میرے دل پر نقش ہو گئی ہے۔''

''مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ میں نک کو ٹھوکر مار سکتا ہوں تو تمہاری کیا حیثیت ہے!'' وہ جوشِ جنون میں بڑے بول بولنے لگا تھا۔

''تمہیں اپنے اس آدمی کی کوئی خیر خبر ہے جسے تم نے نک کا کام سونپا تھا۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تم بار بار اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟'' اس کے سوال سے ظاہر ہو گیا کہ وہ شیر دل کے انجام سے بے خبر تھا۔ وہ واقعہ اتنا تازہ تھا کہ سوبھراج کو اس کی خبر ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

''مجھے ایک شیر دل آدمی کی تلاش ہے۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''کیا کہا؟'' میرے کانوں میں اس کی دہاڑتی ہوئی آواز گونجی۔

''مجھے ایک شیر دل آدمی کی تلاش ہے۔'' میں نے اپنا فقرہ دہرایا۔

''ڈینی! تم بہت کمینے آدمی ہو۔ تم مجھے کیا جتانا چاہ رہے ہو؟''

''میرے دوستی کے لیے بڑھے ہوئے ہاتھ کو ٹھکرا کر تم نے اچھا نہیں کیا۔ شیر دل تمہارا دست راست اور مددگار

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ میں نے تمہارا وہ ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا ہے۔''

''نہیں..... تم جھوٹے ہو۔'' اس کی آواز میں بے اعتباری تھی ''تم نے کہیں سے اس کا نام سن لیا ہے اور اب اس کی آڑ لے کر پرکی اڑا رہے ہو۔''

''نام ہی نہیں، کہو تو میں تمہیں اس کے اڈے کا پتا اور فون نمبر بھی بتا دوں۔ دھوبی گھاٹ کی آبادی میں اس وقت اس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔''

''اوہ!'' اس کی آواز ایک بے ساختہ کراہ سے مشابہہ تھی۔ ''یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔''

''میں تم جیسے لوگوں کا دوست ہوتا ہوں۔ دوستی نہ ہو سکے تو پھر دشمن ہو جاتا ہوں۔ میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تم نے پاکستانی بننے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ تم اس گمان میں ہو کہ روپوش ہو کر اپنی من مانیاں کرتے رہو گے۔ اسی لیے تم کو میری طرف سے مہلت کی ضرورت ہے۔ ورنہ تم مجھ سے واسطہ رکھنا نہیں چاہتے ہو، یہ یاد رکھو کہ میں جس کے پیچھے لگ جاتا ہوں، پاتال تک اس کا پیچھا کرتا ہوں۔''

''اگر تم نے شیر دل کو واقعی کوئی نقصان پہنچایا ہے تو اس سے مجھے صدمہ ہوگا۔ کچھ تکلیف بھی ہوگی۔'' اس بار سوبھراج کا لہجہ بہت محتاط تھا ''لیکن میرے لیے وہ کوئی اکلوتا مددگار نہیں تھا۔ اس جیسے کئی آدمی میرے لیے کام کرتے ہیں۔ تھوڑا سا وقت لگے گا پھر وہ شیر دل کے حصے کا کام بھی سنبھال لیں گے۔''

''رفتہ رفتہ تم ان سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ شاید ایف بی آئی والے تمہیں بھول جائیں لیکن میں تمہیں من مانی نہیں کرنے دوں گا۔''

''یہ آنے والا وقت بتائے گا۔'' اس کی آواز سرد اور دھمکی آمیز تھی۔ ''مجھے معلوم تھا کہ تم کسی بھی وقت مجھے آنکھیں دکھا سکتے ہو۔ تمہاری ہمدردیاں فرضی اور خود غرضی پر مبنی تھیں۔ تم مجھے دھوکا دے کر گھیرنا چاہ رہے تھے۔ میں شروع سے اب تک غافل نہیں رہا۔ میں نے بھی تمہارا سر کچل دینے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔''

اس کی باتوں میں ہلکا پن نہیں تھا۔ وہ کسی نہ کسی بنیاد پر وہ باتیں کہہ رہا تھا۔ میرے لیے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ جس طرح میں اس کے ساتھ دہرا کھیل کھیل رہا تھا، اسی طرح وہ بھی ہر قیمت پر مجھے نیچا دکھانے کے چکر میں لگا ہوا تھا۔

''تم کسی خوف زدہ گیدڑ کی طرح چھپے ہوئے ہو۔ قانون کے محافظوں کو تمہاری تلاش ہے، ایف بی آئی والے تمہارے لہو کے پیاسے ہیں، تم نے مجھ سے دشمنی مول لی ہوئی ہے، شیر دل مارا جا چکا ہے۔ تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔''

''تم نے بزدلی اور خاموشی سے شیر دل پر وار کیا ہے۔ میں تمہیں بتا کر اس کا جواب دوں گا میری طرح تم بھی پردوں میں چھپے رہتے ہو۔ میں تمہیں سامنے آنے پر مجبور کر دوں گا۔ شیر دل کا بدلہ اب میں جہانگیر سے لوں گا۔''

''اس کی زبان سے جہانگیر کا نام سن کر میرے بدن میں سنسنی کی لہریں سی دوڑ گئیں۔

''وہ باہر کا آدمی ہے۔ اسے تم نے ہاتھ بھی لگایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' میں نے مضطرب ہو کر کہا۔

''وہ کہیں کا بھی آدمی ہو، اس وقت میرے سامنے ہے۔'' اس نے سفاکی سے کہا ''وہ باہر کا آدمی ہو سکتا ہے تو شیر دل بھی باہر کا آدمی تھا۔''

''شیر دل تمہارے گندے کاموں میں تمہارا ساتھی تھا۔ جہانگیر میرا دوست ہے۔ اس کا میرے دھندوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔''

''نہ ہو..... اب اسی کی باری آئے گی۔'' وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

لمحے بھر کے لیے میں سناٹے میں آ گیا۔ مجھے جہانگیر اور سلمٰی کا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا تھا۔ پھر یکا یک میرے ذہن میں روشنی کی ایک طاقت ور کرن چمکی اور میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''تم روپوش ہو گئے ہو لیکن تم اپنے پورے خاندان کو پناہ نہیں دے سکتے۔ تمہارے بیوی بچے، ماں باپ بہن بھائی، ان میں سے کوئی میرے قہر سے نہیں بچ سکے گا۔ جہانگیر کا بال بھی بیکا ہوا تو یہ سب عتاب میں آ جائیں گے۔''

''آ جائیں! اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ میں صرف اپنے لیے زندہ ہوں۔'' اس کے الفاظ بہت سخت تھے لیکن میں نے محسوس کیا کہ میری دھمکی پر اس کا لہجہ اچانک ڈھیلا اور کمزور پڑ گیا تھا۔

''پھر جو چاہو کرتے رہو۔ اب ہمارے درمیان کھلی جنگ ہوگی جس میں کوئی محفوظ نہیں رہے گا۔ ایک ایک کر کے تم اپنے تمام ساتھیوں اور عزیزوں سے محروم ہو جاؤ گے۔''

میں اس کی طرف سے جواب کا منتظر تھا لیکن لائن پر گہرا سناٹا گونج رہا تھا۔ چند ثانیوں بعد مجھے احساس ہوا کہ اس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اپنا فون بند کر دیا تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جمائیگیر رانا ڈاود نامی دیہ سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بہیا نک عالمی تنظیم کے شکنجے میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مقررہ مراعات کے بہیر وعدوں کی وجہ سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں جس کاروبار پیدا کر کے بیرونِ ملک فروخت دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر ذی قہر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرا یا اور بعد میں میرا راست ساتھ ثابت ہوا۔ شی کے سر براہ جمی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے بغاوت پر مجبور کیا جس پر جمی لائیڈ میرے لہجو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا تدارک شروع کر دیا۔ میرا انگلیا ہوا ہر فرد ان لوگوں کے استحصال میں اضافہ کر دیتا تھا کہ وہ میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے ہول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے لیے چال باز وں کی ایک ایسی پراسرار فائٹر شخصیت کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی جنس ایک خونریز مشک کے نام سے جانتی تھی۔ جمی لائیڈ کی بیٹی میرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ میرا میری دوست بھی مگر غرالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کا مکافات میں ڈوبوں کا ایک جنگی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکی سی آئی اے کی ایک نسل پرست بیہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز مالی وسائل پر قابو پا کر ہوسٹن میں ڈیوڈ اسٹارنر نامی صیہونی تنظیم کے لیے استحصال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آ ئرش بیل اس خطے کی بہترین بیرونِ ملک سرمایہ کاری ذرائع پر قبضہ کرنے کے لیے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، یہاں بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارنر اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کی پیچ پر شاری پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آ ئرش بیل نامی ایک نسل پرست بیہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کو ہوسٹن میں ڈیوڈ اسٹارنر نامی صیہونی تنظیم کے لیے استحصال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آ ئرش بیل اس خطے کی بہترین بیرونِ ملک سرمایہ کاری ذرائع پر قبضہ کرنے کے لیے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، یہاں بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارنر اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے پیچ کے باعث امریکیوں کی نظر میں مشتبہ ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ کہاں پر تھا، ہمیں ہم سفر خود ہونے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں شی دوبارہ سرگرم عمل ہونے جا رہی تھی۔ اس مرتبہ اس کے احیا کی ذمے داری بن ڈیوڈ کے سپرد کی گئی تھی۔ جس نے نہایت ہوشیاری سے خود کو پس پردہ رکھ کر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اس نے میری تلاش میں جمائیگیر کی گولڈن فارمیسی تک رسائی حاصل کر لی تھی جہاں اس سے میرا انکل ڈیوڈ بھی ہوا مگر اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ جلد ہی ہمیں معلوم ہوا کہ بن نے ناے انگلینڈ کے ذریعے اپنی مدہوم کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا مگر وہ ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا اس نے انجیلی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک جگہ ملنے کی ہدایت کی ہم نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر ہمیں ہماری توقع سے زیادہ تیز نکلا۔ وہ دونوں ایجنٹ بھی مارے گئے۔ اب ہمارے سامنے صرف بن ناٹن کا سراغ موجود تھا۔ اس پر ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ میں نے اول خان اور ایس بی الیف کے ہمراہ بن کو اس کے کسل مقابلے کے بعد بن کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ بن اپنی گرفتاری پر اس قدر بد دل ہوا کہ اس نے اپنی خود کشی کی درخواست کی جسے قبول کر لیا گیا۔ دوسری طرف جمائیگیر کے گھر ایک مشکوک لڑکی نے میرا ذکر کمال کر ہم سب کو چونکا کر دیا۔ ہاما خیال تھا کہ وہ ماں کی بلیک کیٹ رہی ہو گی۔ بن کی موت کے بعد میں نے نک ہارو سے رابطہ کیا۔ اسے میری تفتگو سے اندازہ ہوا کہ میں بھی ڈیتی کے خلاف ہو گیا ہوں۔ اس نے میرے سمجھانے میں آ کر شادی ہوٹل میں کسی کو مرنا می نقاب پوش سے ملنے کی ہدایت کی۔ میں نے نقاب کے بغیر ملنے پر اصرار کیا تو بات بگڑ گئی۔ تاہم اس دوران وہ ہوٹل کے منیجر کے بارے میں بتپ دے چکا تھا۔ تفتگو کے اختتام پر میں نے ہوٹل کے منیجر کو ٹھوکا چاہا مگر ہمارے دشمن بہت تیز تھے۔ منیجر کو ہوٹل میں مار دیا گیا۔ ہوٹل کے مہمانوں کی رجسٹر میں مندرجات سے اندازہ ہوا کہ حشمت خان ہی کو ہمارا دشمن تھا۔ اسی دوران میں جمی والی مشکوک لڑکی کی سلمیٰ سے ٹکرا ئی اور اس نے ایک شخص کا حلیہ بیان کر دیا۔ اس حلیے کا شخص ارجن کے ہوٹل میں دیکھا گیا اور اسی کی جانب مبذول ہوئی۔ وہ مشکوک شخص ایک جواں عمر لڑکی کے رابطے میں تھا۔ لڑکی رانی بلیک کیٹ ہو سکتی تھی۔ اسی اثنا میں نک ہارو سے نے تصدیق کر دی کہ ڈیتی کے شکار کی غرض سے بلیک کیٹ میدان عمل میں تھے۔ میں نے فوری کارروائی کی اور مشکوک لڑکی کو اس کے ساتھی سمیت ہوٹل سے اٹھوا کر لیا۔ ان میں کے مرد کا نام گوپال اور لڑکی سیتا کانت تھی۔ سیتا کانت حیرت انگیز طور پر ایٹچیون فورسے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ بخصوص حالات کے پیش نظر اسے اپنے تن کے تمام کپڑے ایٹچیون فورس میں ہی چھوڑنا پڑے تھے جن سے اس کی شناخت ممکن ہو سکتی تھی۔ جس کے بعد گوپال سے تفتیش کی گئی اور اسے سیتا کا فرضی رضا کارانہ پیغام کا قصہ سنا کر رام کر لیا گیا۔ اس کے مطابق وہ آزادانہ طور پر کام کرنے یہاں آئے تھے اور کو ہر صرف رابطے کا آدمی تھا۔ اس نے بتایا کہ سیتا کے تعلقات ایک نوجوان سے تھے جس کا باپ فرانسیسی سفارت خانے میں کام کرتا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ وہیں کی ہو گی۔ ہم نے گلاب خان کے گھر تک رسائی حاصل کی اور سیتا کو پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ جل دے کر نکل گئی۔ دوسری طرف میں نے کو ہرا کے ٹیلا ئٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ بھڑک اٹھی۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ بہت جلد راول خان کو ہمرا دلے گی۔ اس کی شناخت ظاہر نہ کرنے کے عوض میں اول خان کو اس لڑائی سے دور رکھنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف دیوانے سوہن راج کے پی اے سے ایک فرضی امریکی ریڈیو ایٹچیون کے لیے نظر دیو کا وقت لے لیا۔ غزالہ سلمیٰ کی طرف سے پریشان تھی اس کا خیال تھا کہ سیتا کانت کسی بھی وقت وہاں حملہ کر سکتی تھی وہ اس کے تحفظ کی خاطر وہاں گئی تھی اور وہ واپسی میں اس کا گھر اڑ دیتا ہے ہو گیا جس کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ غزالہ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ ادھر ہمارا کافی تیاریوں کے ساتھ سوہن راج کا انٹرویو لینے اس کے گھر پہنچ گئی جہاں وہ اس کے لیے جال بچھائے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے طے شدہ وقت کے مطابق سوہن راج کو فون کیا تو اس نے ملاقات کے ساتھ مجھے دھمکیاں دینے شروع کر دیں۔ اب ہمارے لیے میرا کی رہائی سب سے اہم تھی۔ وہ اور ہمارے ستاروں نے یاوری کی اور ہمارا ہی مدد کے باعث سوہن راج کی تیسری دشمنی سانپ کی طرح ہو گئی تھی۔ اس نے ملک سے راہ فرار اختیار کر لی۔ میں نے دیوی چال چلنے کا فیصلہ کیا اور کرنل داور کے روپ میں نک ہارو سے بات کر کے اپنی قیمت سوہن راج کی صورت میں طلب کر لی۔ میری اس خواہش پر نک ہارو نے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے اسے کہا یا کہ ڈیتی کو حاصل کرنے کے لیے وہ قیمت بہت کم تھی۔ اس نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اسی اثنا میں اول خان کو سوہن راج سے دور رہنے کا مکمل کیا کیونکہ اس نے ایس بی الیف کے خلاف باقاعدہ شکایت درج کروا دی تھی۔ میں اس شکایت کے ازالے کے سلسلے میں راج محل پہنچ گیا۔ میری ملاقات سوہن راج کے سیکرٹری سنیل سے ہو ئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہی ارجن کا قاتل ہو سکتا تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کی سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جمائیگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جمائیگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوہن راج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف میں مسلسل سوہن راج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہانکا شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت نک نے کرنل داور سے ملنے کی خواہش کی وہ میرے اس روپ میں مجھے اپنے ایک آفیسر سے ملوانا چاہتا تھا۔ میں مکمل تیاری کے ہمراہ بلو بو ٹینس پہنچ گیا۔ ہمارے درمیان قدرے خوشگوار فضا میں گفتگو جاری تھی کہ اچانک نک کے ملٹرے نے اپنا ریوالور میری پشت سے لگا دیا۔ اس کی وحشت تصفیہ غیر متوقع تھی تاہم اسی وقت ایس بی الیف کے جوانوں نے اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نک کے بقول اس کا ملٹرے ڈیتی کے معاملے پر حتمی گفتگو کرنے آیا تھا۔ ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس نے معمّی ملاقات کے پس پردہ مجھے کچھ اور مقاصد رہے ہوں گے۔ اس کے ساتھ میں نے اپنی جیب میں اس کی رقمی ہوئی چپ برآمد کر لی اب اس ملاقات کا مقصد میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ دوسرے دن نک نے مجھے بلوا کر اپنی گن میرے سپرد کر دی اس کا خیال تھا کہ یہ ڈیتی کو قابو میں کرنے کے لیے نہایت اہم تھی۔ اس دوران سوہن راج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کماٹر و نکلے۔ میں گھر پہنچا تو جب جلال کی کال مجھے موصول ہوئی۔ غلط معمول اس کا لہجہ کو ھا اور سر دتھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے کیے گئے وعدے کا پاس نہ رکھنے پر سوہن راج کو مارڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میری وضاحت پر بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے بتایا کہ سوہن راج زخمی ہو کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ یہ اطلاع خاصی سنسنی خیز تھی کہ سوہن راج اس قاتلانہ حملے میں زندہ بچ گیا تھا۔ ہم اس کے محکمہ ٹھکانے کے بارے میں قطعی اندھیرے میں تھے پھر وہ ہمارے تعاقب کا پہلا نشانہ اپنے سیکرٹری سنیل کے گھر گیا ہو گا جہاں اس کی خوب درگت بنی ہو گی۔ میں نے ٹیلا ئٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ نک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اپنے موجودہ ٹھکانے سے نک کو آگاہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے رائے دی کہ وہ اگر اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہتا ہے تو وہ فوری طور پر اپنی رہائش تبدیل کر لے مجھے امید تھی کہ نک اس پر دوسرا حملہ ضرور کرائے گا۔ اسی دوران نک نے کرنل داور سے رابطہ کیا اور ڈیتی کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگا۔ سوہن راج پر دوسرے قاتلانہ حملے کی ناکامی پر وہ سمجھ لیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کرنل داور اور ڈیتی دونوں ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس کی یہ سوچ اسلحہ برائے حملہ تھی جس پر بعد میں اس نے

Downloaded from https://paksociety.com

خود مذمت کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک بار پھر سوبھراج پر حملہ کرایا تھا مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ جلال کو سوبھراج کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے سوبھراج کے سیکرٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھل کھیلنے ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے خلاف کارروائیوں کا مرکز کردار نک کی ذات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خبر بھی امن وامان کے مسائل بھی کھڑے کرنے چاہ رہا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اسی وقت امریکیوں نے سوبھراج کی تلاش کے لیے معاونت کی پیش کش کی۔ جلال اس پیش کش سے فائدہ بھی اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ میں امریکیوں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کروں اور اس پیش کش کو سنتر کروں۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے کسی دلدلی شیر کی کچھار میں بھیجا جا رہا ہو مگر میں اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے جلال کے ہمراہ اس اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں نک بھی موجود تھا۔ اسی نے انکشاف کیا کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سوبھراج نے نک کو ٹھکانے لگوانے کے اپنے ارادے پر عمل شروع کر دیا تھا۔ اجلاس حسب توقع ناکام ثابت ہوا۔ واپسی پر اول خان نے بتایا کہ ایس ٹی ایف کے جوانوں نے نک پر گولی چلانے والے کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس مجرم سے ملاقات کی اور تفتیش کے دوران اس نے اپنا نام شیر دل بتایا اس کے مطابق وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اسے ٹیلی فون پر ہدایات ملتی تھیں۔ میں نے اس کا ادھورا کام مکمل کرنے کے لیے آزاد کر دیا اور تب تک اس کا ساتھی شام مڑنی ہو گیا۔ اسی وقت سوبھراج نے مجھے دھمکی دی کہ وہ بہت جلد جہانگیر پر حملہ کرنے والا ہے۔

اب آپ قسط نمبر 231 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

سوبھراج سے ہونے والی گفتگو نے اتنی تیزی سے رنگ بدلا تھا کہ آخر میں سب کے چہروں پر حیرت اور بے یقینی کے آثار ابھر آئے۔

چند ثانیوں تک کمرے کی فضا پر گمبھیر سکوت چھایا رہا۔ آخر کار اول خان نے زبان کھولنے میں پہل کی اور کہا ''اب وہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے پر اتر آیا ہے۔''

''قصور سوبھراج کا نہیں، کھمبے کا ہے۔ وہ کہیں آتا جاتا ہے نہ جاتا ہے۔ ہمیشہ اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے۔'' ویرا نے اس کی بات کاٹ کر نرم لہجے میں کہا ''یہی حال جہانگیر کا ہے۔ وہ سب کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔ اس کی دکان آگ کی نذر ہو گئی لیکن اب اس کا فلیٹ دشمنوں کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔''

''اس کے بارے میں زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اول خان نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میرے دو آدمی ہر وقت وہاں موجود رہتے ہیں۔ میں انہیں مزید ہوشیار کر دوں گا۔ کسی نے ادھر کا رخ کیا تو بچ کر نہیں جا سکے گا۔''

''انہیں اسی وقت الرٹ کر دو۔'' میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا ''اس وقت سوبھراج کی ذہنی حالت پر زیادہ بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسی وقت کسی کو جہانگیر کے پیچھے لگا دے۔''

اول خان کو صورتِ احوال کی سنگینی کا پورا پورا ادراک تھا۔ اس کے پاس اپنے ان آدمیوں سے براہِ راست رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس نے فون پر اسٹیشن فور کے ریڈیو روم سے رابطہ کر کے ہدایت دی کہ وہاں سے لاسلکی ریڈیائی رابطے پر ان دونوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ اول خان سے فوری طور پر اس کے موبائل فون پر رابطہ کریں۔

اس کے بعد کمرے کی فضا پر سکوت چھا گیا۔ ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے ہوں گے کہ اول خان کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

ہم لوگوں کے لیے اپنے دشمنوں کے چہرے جانے پہچانے تھے مگر اسٹیشل ٹاسک فورس کے عام اہل کاروں کے لیے وہ سب اجنبی تھے۔ اول خان کی ہدایت پر وہ صرف ایسے لوگوں کے منتظر تھے جو جہانگیر کے خلاف کچھ معاندانہ عزائم رکھتے ہوں۔

اول خان نے اپنے آدمی کو بتایا کہ دشمن وقت اور خطرات کی پروا کیے بغیر، کسی بھی وقت جہانگیر کے گھر پر ایک مرتبہ پھر حملہ کر سکتا ہے اس لیے ان دونوں کو ہر وقت بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔

بات زیادہ پرانی نہیں تھی۔ چند ہی روز پہلے سنیل کے بھیجے ہوئے بدمعاشوں نے جہانگیر کے گھر پر دھاوا بول کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں چارلی نامی ایک مقامی بدمعاش ہمارے قبضے میں آیا تھا۔ اس کی زبانی پتا چلا تھا کہ اس کام کے لیے سنیل نے پچاس ہزار روپے کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔

وہ ان لوگوں کا معمول کا طریقہ کار تھا۔ وہ اپنی کھال بچانے کے لیے بھاری معاوضے پر مقامی بدمعاشوں سے کام لے رہے تھے۔ چارلی کے بعد انہوں نے شیر دل کو بھی اسی طرح استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اور بات تھی کہ ان دنوں سوبھراج کے ستارے یاور نہیں تھے۔

جہانگیر کافی دنوں سے کلفٹن کے علاقے میں ایک محفوظ رہائشی عمارت کے فلیٹ میں رہ رہا تھا جہاں اسے روزمرہ زندگی کی تمام تر آسائشوں کے ساتھ خاصا تحفظ بھی حاصل تھا۔ اس عمارت کا اپنا حفاظتی نظام تھا۔ وہاں گراؤنڈ فلور پر موجود مسلح محافظ، چوبیس گھنٹے ہر آنے جانے والے اجنبی چہرے پر نظر رکھتے تھے۔ چارلی والے واقعے کے بعد انہوں نے اپنی دیکھ بھال میں زیادہ سختی کرنی شروع کر دی تھی۔

پروجیکٹ کے ان تنخواہ دار محافظوں کے علاوہ ایس ٹی ایف کے دو مسلح آدمی ہر وقت اس عمارت کی نگرانی کر رہے تھے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ اس سے زیادہ انتظامات کی موجودگی

Downloaded from https://paksociety.com

میں سوبھراج کے بھیجے ہوئے آدمی اپنے عزائم میں کامیابی حاصل کرسکیں گے۔

اول خان اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر ہمارے ساتھ باتوں میں مصروف ہوگیا۔

جلال کے ذہن میں ان واقعات کے بارے میں نہ جانے کیا کھچڑی پک رہی تھی کہ وہ بہت الجھا ہوا نظر آرہا تھا۔ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ذہنی طور پر وہ اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھا۔

''سوبھراج سے بات ہوگئی ہے، اول خان نے جہانگیر کی حفاظت پر مامور اپنے آدمیوں کو ہوشیار کردیا ہے پھر تم کیوں پریشان نظر آرہے ہو؟'' میں نے جلال کا شانہ ہلاتے ہوئے اسے چھیڑا۔

''معاملہ خاصا سنگین ہوتا نظر آرہا ہے۔ جب تک صبح کے اخبارات میں سوبھراج کا یہ بیان نہیں آجاتا کہ نک ہاروے کو اس نے مروایا ہے۔ میرا ذہن ہلکا نہیں ہوسکے گا۔'' وہ جواب دیتے ہوئے جلال کے ہونٹوں پر افسردہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''لیکن کیوں؟'' ویرا۔۔۔ نے زور دینے والے انداز میں سوال کیا۔

''یہ دوسری بار ہوا ہے کہ ڈینی کا نام بہت مشتبہ انداز میں سامنے آنے والا ہے۔'' جلال نے اسی پرخیال لہجے میں کہا۔

''کیوں؟ ایسی کیا بات ہوئی ہے؟'' ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

''حیرت ہے کہ ابھی تک تمہارے ذہن میں پورا منظر نامہ نہیں آسکا۔'' جلال کی آواز سرد اور سپاٹ ہوگئی ''امریکی میرین کمانڈوز نے سوبھراج کو ہلاک کرنے کے لیے سنیل کے گھر کا رخ کیا تھا جہاں وہ پناہ گزین تھا.....''

''ان دونوں کو وہاں سوبھراج کا سایہ تک نہیں ملا۔'' ویرا نے اس کی بات درمیان سے اچک لی ''ان دونوں کا اول خان اور ڈینی سے تصادم ہوا۔ ان میں سے ایک مارا گیا۔ دوسرا بے ہوشی کی حالت میں پکڑا گیا۔''

''اہم ترین بات یہ تھی کہ ان دونوں کمانڈوز کو ہلاک اور بے ہوش کرنے کے لیے ان کے جسموں میں سریع الاثر زہروں کی خفیف سی مقدار انجکٹ کی گئی تھی۔'' جلال نے اسی متانت کے ساتھ کہا۔ ''یہ طریقہ اب ڈینی سے موسوم ہو چکا ہے۔ ان کے لیے یہ بات ناقابل فہم رہی ہوگی کہ سوبھراج کی خفیہ پناہ گاہ کے قرب وجوار میں ڈینی کیا کررہا تھا۔''

''شاید تم بھول رہے ہو۔'' اول خان نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''نک نے کرنل داور سے بات کرتے ہوئے اس الجھن کی وضاحت کردی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ڈینی کو بھی کہیں سے سوبھراج کی کمین گاہ کی بھنک مل گئی تھی۔ وہ بھی سولجر بازار جا پہنچا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ دونوں فریق وہاں اتفاق سے یک جا ہوگئے اور سوبھراج کو نشانہ بنانے کے بجائے آپس میں لڑ پڑے۔''

''مجھے سب یاد ہے۔'' جلال کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تیر گئی ''اس واقعے کی ایک تکون بنی تھی۔ ڈینی، سوبھراج اور نک۔ اس میں کسی کا کچھ نہیں بگڑا۔ نک کا ایک کمانڈو مارا گیا، دوسرا بے ہوش ہوا۔ تازہ ترین واقعے کی تکون بھی بالکل یہی ہے۔ اس کے نتیجے میں نک کے ساتھ شیر دل بھی مارا گیا اور کفیل پکڑا گیا۔ کفیل ہوش میں آتے ہی شیر دل کی نشان دہی کرے گا۔ وہ ڈینی کے مخصوص زہر سے مارا گیا ہے۔ جب تک سوبھراج یقینی میں آکر نک کے قتل کی ذمے داری اپنے سر نہیں لے لیتا، بادی النظر میں یہ سمجھا جائے گا کہ ڈینی نے پہلے شیر دل کے آدمی کے ذریعے نک کو مروایا پھر شیر دل کو بھی مار دیا۔''

''میرے دوست!'' میں نے جلال سے مخاطب ہوکر کہا۔ ''تمہارے یہ اندیشے بجا ہیں لیکن تم نک کی موت سے کچھ زیادہ پریشان ہوگئے ہو۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو سوبھراج کسی بھی وقت کسی بڑے اخبار کے دفتر سے رابطہ کر کے نک کا قاتل ہونے کا دعویٰ کرڈالے گا پھر کفیل زخمی اور بے ہوش ہے۔ کل دن سے پہلے اس کا بیان لینے کی نوبت نہیں آسکے گی۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ شیر دل ایک بدمعاش تھا۔ اس کی موت کی خبر ضرور پھیلے گی لیکن اس کے قتل کے صحیح اسباب کا تعین کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی نوبت دیر سے آئے گی۔ وہ نتائج آنے سے پہلے، صبح کے اخبارات میں سوبھراج کا اعلان چھپ چکا ہوگا۔''

''فرض کرو کہ یہ سب کچھ یوں ہی ہوتا ہے پھر بھی اس بات کا کیا جواز ہوگا کہ تم سوبھراج کے ساتھ مسلسل نک کے خلاف کام کرتے ہوئے نظر آرہے ہو۔''

''ہاں..... یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ بات نک سے بڑھ کر امریکی مفادات تک بھی پہنچ سکتی ہے۔'' ویرا نے جلال کی تائید کرتے ہوئے کہا ''وہ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کے لیے ڈینی اور سوبھراج نے ایکا کرلیا ہے۔''

''ایسا سوچنے والوں کی عقلوں پر ماتم کرنا پڑے گا۔'' میں نے خوش دلی کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا ''پچھلی بار اگر ایک

Downloaded from https://paksociety.com

امریکی کمانڈو مارا گیا تھا تو آج سوبھراج کا ایک قابلِ اعتماد آدمی میرے ہاتھوں جہنم واصل ہوا ہے۔ یہ دونوں واقعات کا بنیادی فرق ہے۔''

''اگر تم شیر دل پر انگوٹھیوں والا زہر استعمال نہ کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔'' اس بار اول خان نے اپنی رائے دی تھی ''قتل کے اس مخصوص طریقے کی وجہ تمہارا نام ضرور لیا جائے گا۔''

''اگر میں کچھ اور طے کر بھی لیتا تو اس پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا۔ شیر دل کا اڈا گنجان آبادی میں ہے۔ جہاں گھروں کی دیواریں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ ایک گھر میں زور سے بولنے کی آواز آسانی سے دوسرے میں سنی جا سکتی ہے۔ شیر دل کو ٹھکانے لگانے کے صرف دو راستے تھے۔ جن پر عمل کر کے میں رازداری اور خاموشی کے ساتھ واپس لوٹ سکتا تھا۔ زہر یا بیم گن اور ان دونوں پر میرے نام کی چھاپ لگ چکی ہے۔''

''ظاہر ہے!'' میری وضاحت پر اول خان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''وہاں کسی کو بھی شبہ ہو جاتا کہ شیر دل کے ساتھ کوئی واردات ہو گئی ہے تو وہاں سے تمہارا صحیح سلامت نکل آنا دشوار ہو جاتا۔'' ''یہ تمہاری ناگزیر مجبوری تھی۔''

''اس وقت تمہاری کیا پوزیشن ہے؟'' میں نے جلال سے پوچھا۔

''بہت نازک ہے۔'' وہ ہنس کر بولا ''نک کی موت کے اثرات دور تک محسوس ہوں گے اور شاید دیرپا بھی ثابت ہوں۔''

''تمہارا شیر دل واقعی شیر دل ثابت ہوا۔'' اول خان نے داد دی ''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نک کو اتنی آسانی سے راستے سے ہٹایا جا سکے گا۔''

''سوبھراج اب بھی یہی سمجھ رہا ہو گا کہ شیر دل نے اس کے اشارے پر نک کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کیا ہو گا۔'' سلطان شاہ بولا ''اس بے چارے نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورے خلوص سے پورا کیا لیکن تم نے اسے کوئی اچھا صلہ نہیں دیا۔''

''وہ بے چارہ نہیں تھا۔'' میں نے کاٹ دار لہجے میں کہا ''نہ جانے کتنے لوگوں کا قاتل تھا اور اب بھی ایک ڈیڑھ لاکھ لے کر کسی کو بھی مارنے کے لیے تیار تھا۔ ایسے موذی کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ جو لوگ چند پیسوں کے عوض خود کو بیچ دینے پر تلے رہتے ہیں۔ ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ جب تک جیتے ہیں، دوسروں کا خون پی کر جیتے ہیں۔''

''یہ سب ہو رہا ہے لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ جہانگیر کے بارے میں سوبھراج کی دھمکی کو کوئی بھی زیادہ اہمیت نہیں دے رہا۔'' ویرا نے اچانک وہ ذکر نکال لیا۔

''اس سے زیادہ اور کیا اہمیت ہو گی کہ اول خان نے سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو اس کی خصوصی حفاظت کی ہدایات دی ہیں۔ اب ہم وہاں ٹینک تو کھڑے نہیں کر سکتے۔'' میں نے قدرے ترشی سے کہا۔

''جو کچھ ہو سکتا ہے، وہ کیا جا رہا ہے۔'' غزالہ نے تحمل سے کہا ''تمہارے ذہن میں کوئی نئی بات آ رہی ہے تو وہ بھی کہہ ڈالو۔''

''ہم میں سے کسی نہ کسی کو اس کے گھر پر موجود رہنا چاہیے۔'' ویرا نے اپنی رائے دی۔

''میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں نے بے اعتنائی سے جواب دیا ''ہم میں سے کسی کے وہاں ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟''

''اور کچھ نہیں تو اس کی دل جوئی ہوتی رہے گی۔'' ویرا بولی۔

''وہ سوبھراج کی تازہ ترین دھمکی سے بے خبر اور اپنے گھر میں مطمئن بیٹھا ہوا ہے۔ اسے کسی کی طرف سے دلجوئی کی ضرورت نہیں۔ اگر اس کے لیے تمہارا پتا پھڑک رہا ہے تو پھر تم ہی وہاں چلی جاؤ۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''میں خوشی سے وہاں جانے کے لیے راضی ہوں۔ آج کے دور میں ایسے مخلص دوست نایاب ہوتے ہیں لیکن تم کو اس کی ذرا بھی قدر نہیں ہے۔''

میں نے اسے کوئی جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

''تم میری پوزیشن کی بات کر رہے تھے.....'' چند ثانیوں کے سکوت کے بعد جلال نے میری طرف متوجہ ہو کر کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات اڑا دی۔

''تمہاری پوزیشن مجھے معلوم ہے۔ تمہارا دل ہر لحہ ہمارے ساتھ ہے۔ تم وہی سوچتے ہو جو ہم سوچتے ہیں۔ میں تمہاری سرکاری پوزیشن کی بات کر رہا تھا۔''

اسی وقت ویرا نے خاموشی سے اپنی جگہ چھوڑی اور کسی سے کچھ کہے سنے بغیر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

ویرا ہمیشہ سے موڈی عورت تھی۔ اس کے وہ انداز ہم میں سے کسی کے لیے بھی نئے نہیں تھے۔ کسی نے اس کے چلے جانے پر زیادہ دھیان نہیں دیا۔ میں نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور اسے نظر انداز کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ہر

Downloaded from https://paksociety.com

طرف شام کا اندھیرا اتر آیا تھا اور ویرا کے اعصاب پر شراب کی طلب سوار ہونے لگی تھی۔ وہ کسی سے کچھ کہے سنے بغیر، اپنی پیاس بجھانے کے لیے اپنے کمرے کی طرف گئی ہوگی۔

وہ ویرا کی ایسی موروثی عادت تھی جسے چھڑانا کسی کے بس کا روگ نہیں تھا۔ میں نے اسے جب بھی الکحل کے مضر اثرات کے بارے میں کچھ سمجھانے کی کوشش کی، اس نے یہ کہہ کر میرا مضحکہ اڑانا شروع کر دیا کہ تو سوچو ہے کھا کر بلی حج کو چلی ہے۔

اس کے بتائے ہوئے حساب کی رو سے میں عین عالم شباب میں پہنچنے تک اتنی شراب پی چکا تھا جتنی کوئی عادی شرابی اپنی ساری عمر میں نہیں پی سکتا۔ اپنا زندگی بھر کا کوٹا پورا کر کے اگر میں نے وہ قبیح مشغلہ ترک کر دیا تھا تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں تھا۔ وہ کہتی تھی کہ جب اس کا کوٹا پورا ہو جائے گا تو وہ بھی میری طرح شراب نوشی سے تائب ہو جائے گی۔

آثار و قرائن یہ بتا رہے تھے کہ ویرا کو زندگی بھر اپنا کوٹا پورا ہونے کا احساس نہیں ہو سکے گا۔ وہ اپنے آخری سانس تک شراب خانہ خراب کے طلسم میں گرفتار رہے گی۔ یہ عقدہ سمجھ میں آ جانے کے بعد میں نے اسے روکنا ٹوکنا چھوڑ دیا تھا۔

''میں نے بھی جو کچھ کہا، اپنی سرکاری پوزیشن کے بارے میں کہا تھا۔ پہلے جو کچھ ہوتا رہا، اسے امریکی کسی نہ کسی طرح سہہ گئے لیکن آج کے بدلے ہوئے حالات میں ان کے جارحانہ عمل کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔''

''جو کچھ ہوا، وہ ایک عام واقعہ ہے۔ اس قسم کے واقعات دنیا بھر میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر بہت اودھم ہوتا ہے لیکن آج تک دنیا کا کوئی بھی ملک ایسے واقعات سو فیصد تدارک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔'' میں نے کہا۔

''بات گھوم پھر کر اسی نکتے پر آ جاتی ہے جو اول خان نے اٹھایا تھا۔'' جلال نے ایک گہری سانس لے کر تھکی ہوئی آواز میں کہا ''کفیل اور شیر دل کا تعلق زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہے گا۔ وہ اس بات کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کریں گے کہ شیر دل کو تم نے مارا ہے اور اس طرح نک کے قتل کے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس واقعے میں کہیں نہ کہیں تمہارا ہاتھ ضرور ملوث ہے۔''

اول خان خاموش رہا۔ اس کے چہرے پر گمبھیر سنجیدگی طاری تھی۔ آخر غزالہ نے مضطربانہ انداز میں کہا ''جب سوبھراج ساری ذمے داری اپنے سر لے گا تو شیر دل کی کیا اہمیت رہ جائے گی۔''

''یہ ہم لوگ کہہ رہے ہیں، تم کہہ رہی ہو۔ وہ سوبھراج کے بیان کو زیادہ وقعت نہیں دیں گے۔ اپنے مطلب کے حقائق پر زور دیں گے۔'' جلال نے غزالہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ''آج کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ شیر دل ایک زہریلی سوئی کا شکار ہوا ہے۔ ڈینی کے کئی حریف ایسی سوئیوں کے شکار ہو چکے ہیں۔ شاید وہ یہ دلیل اپنائیں گے کہ شیر دل کا قاتل ہی نک کا اصل قاتل ہے۔ اس نے اپنی پردہ پوشی کے لیے شیر دل کو مار ڈالا ورنہ قانون کے رکھوالے کفیل کے سہارے شیر دل تک پہنچ جاتے اور اس سے اصل قاتل کا کوئی نہ کوئی سراغ مل جاتا۔ شیر دل کی موت سے وہ راہیں مسدود ہو گئیں۔''

''صورتِ احوال واقعی بہت گنجلک ہے۔'' میں نے اعتراف کیا ''کیا ہم اس معاملے میں وقت سے پہلے اور شاید ضرورت سے زیادہ دماغ سوزی کر رہے ہیں۔ ابھی واقعہ تازہ ہے۔ ہمیں آج رات سکھ کی نیند سو جانا چاہیے۔ صبح دیکھیں گے کہ سوبھراج نے کیا گل کھلائے ہیں۔ اس کے بعد ہی نیا نقشہ سامنے آ سکے گا۔''

''ہاں!'' جلال ہولے سے ہنس دیا ''انگریزی محاورے کے مطابق ہم جھاڑیوں کے گرد بھٹک رہے ہیں شکار کا دور دور تک پتا نہیں ہے۔ گھوم پھر ایک جیسے خطرات اور خدشات سامنے آ رہے ہیں۔''

''بس، کھانے کی تیاری کرو۔'' میں نے غزالہ سے مخاطب ہو کر کہا ''آج ہم سب ایک ساتھ ڈنر کریں گے۔ یہ موضوعات کل زیر بحث آئیں گے۔''

جلال لاکھ انکار کرتا رہا۔ وہ دیر سے کھانا کھانے کا عادی تھا لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس کی سہولت کے لیے اسی وقت میز لگانے کی فیصلہ کن ہدایت جاری کر دی تاکہ اس کا زیادہ وقت خراب نہ ہو۔

غزالہ گھر میں موجود افراد کی تلاش میں اٹھ گئی۔ جب سے اول خان نے دو محافظوں کی صورت میں ہمیں ایسے افراد فراہم کیے تھے جو گھریلو کاموں میں بھی بھرپور مہارت رکھتے تھے، غزالہ کے سر سے کام کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں اس کی سرسری ہدایات پر ہر کام اس قرینے سے انجام دیتے تھے کہ دل خوش ہو جاتا تھا۔

چند منٹ بعد ہی غزالہ بوکھلائی ہوئی واپس آئی۔ اس نے بتایا کہ ویرا اپنے کمرے یا باتھ روم میں تھی نہ گھر کے کسی اور حصے میں۔

ہم سب کے لیے وہ خبر ایک دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں

Downloaded from https://paksociety.com

اٹھ کر تیزی سے ویرا کے کمرے کی طرف گیا تو وہاں کی فضا میں الکحل کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ تپائی پر بلیک لیبل کی بوتل اور ایک گلاس میں بچی ہوئی اسکاچ کی چند بوندیں چغلی کھا رہی تھیں کہ کہیں جانے سے پہلے ویرا نے اسکاچ کا ایک لمبا گلاس لیا تھا۔

پھر مجھے مسہری پر بے ترتیبی سے پڑے ہوئے وہ کپڑے بھی نظر آ گئے جو کچھ دیر پہلے ویرا کے سڈول بدن کی زینت بنے ہوئے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل بھی بکھری بکھری سی نظر آ رہی تھی۔

صاف ظاہر تھا کہ ویرا لباس بدل کر پوری تیاری کے ساتھ گھر سے نکل گئی تھی۔

ویرا کی تلاش کے سلسلے میں گھر میں افراتفری پھیلی تو ایس ٹی ایف کے دونوں آدمی بھی اندر آ گئے۔ میرے پُرتشویش استفسار پر ابرار نے بتایا کہ ویرا کچھ دیر پہلے پیدل گھر سے نکلی تھی۔ اس نے ابرار سے کہا تھا کہ کوئی اس کے بارے میں دریافت کرے تو وہ بتا دے کہ وہ جہانگیر کی طرف گئی تھی۔

ابرار کی زبان سے جہانگیر کا نام سن کر سب ہی ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ دین محمد اور ابرار کی موجودگی میں کوئی کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ان دونوں کو میز لگانے کے لیے کچن کی طرف بھیجا اور خود سر جھکا کر ڈرائنگ روم میں لوٹ آیا۔

''یہ عجیب غیر ذمے دار اور سنکی لڑکی ہے!'' جلال ڈرائنگ روم میں آ کر نا خوشگوار لہجے میں اپنے غصے کا اظہار کر رہا تھا ''ذرا سی بات پر یوں تنک کر گھر سے نکل گئی۔ اسے ذرا بھی اندازہ نہیں ہے کہ جہانگیر سے زیادہ وہ خود خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ ایسی حرکت سے آخر وہ کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہے۔''

جلال کے اشتعال کا اندازہ کر کے میں نے بلاوجہ مسکرانا شروع کر دیا جیسے میں ویرا کی اس طفلانہ حرکت سے محظوظ ہوا ہوں۔ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت میں غصے سے دل ہی دل میں ویرا پر بل کھا رہا تھا۔

''وہ کچھ بھی ثابت نہیں کرنا چاہتی۔'' غزالہ نے جلدی سے کہا ''بس، کبھی کبھی اس کی ذہنی رو ذرا بہک جاتی ہے۔''

''اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی ذہنی رو بہکنے کے نتیجے میں دوسروں کو کس قدر ذہنی انتشار کا سامنا کرنا پڑتا ہے!'' جلال براہِ راست غزالہ سے مخاطب ہو گیا۔

غزالہ ایسے ترش سوال کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''وہ بدنیت یا بے وفا نہیں ہے۔'' غزالہ کے سٹپٹا جانے پر اول خان نے ویرا کی طرف داری کا فریضہ نبھانے کی کوشش کی ''بس ہر وقت ڈینی سے الجھی رہتی ہے۔ اس وقت بھی وہ ڈینی کو یہ جتانے کے لیے نکلی ہو گی کہ جہانگیر کی حفاظت سے بے پروائی دوستانہ مراسم کے منافی ہے۔ وہ غلطی کی مرتکب ضرور ہوئی ہے لیکن اس کی نیت نیک ہے۔ وہ اس آڑے وقت میں جہانگیر کے قریب رہ کر اس کی مدد کرنا چاہتی ہے۔''

''اس کی یہ حرکت ڈسپلن کے منافی ہے۔ ڈینی ان کا پارٹی لیڈر ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اس نے گھر سے قدم کیسے نکالا؟ ایسی سرپھری لڑکی کیسی ہی دلیر اور نیک نیت ہو، میں اسے ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔'' جلال کا غصہ برقرار تھا۔

''ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا۔'' اول خان نے قدرے متاسفانہ انداز میں کہا ''پاکستان کے لیے اپنے ملک اور ہم وطنوں کو چھوڑ کر اس نے سب کو اپنا بے کوڑی کا غلام بنا لیا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح اس کی ناز برداریاں کرتے ہیں۔''

''یہ ان ہی کا دل گردہ ہے کہ اسے برداشت کرتے ہیں۔ میری بات کہیں لکھ لو کہ اپنی ان غیر ذمے دارانہ حرکتوں کی وجہ سے وہ کسی بھی وقت بے موت ماری جائے گی۔ حد سے بڑھی ہوئی یہ خود اعتمادی آدمی کو لے ڈوبتی ہے۔''

''اس کی حرکتیں اس کے ساتھ ہیں۔ اس کی خبر گیری ہمارا فرض ہے۔'' جلال سے یہ کہہ کر غزالہ مجھ سے مخاطب ہو گئی ''آپ جہانگیر کو فون کر دیں کہ ویرا کو فوراً گھر لوٹا دے۔''

''ہرگز نہیں!'' جلال نے سختی سے غزالہ کی مخالفت کی ''وہ چلی گئی ہے تو اسے جانے دو۔ اب انتظار کرو کہ وہ کس خبر کے ساتھ واپس آتی ہے اور آتی بھی ہے یا نہیں آتی۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اسے سبق ملنا چاہیے۔''

میں جلال کی دیگر باتوں سے متفق نہیں تھا مگر اس کی مخالفت میرے لیے ایک سہارا ثابت ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ جہانگیر کے دل میں ویرا کے لیے بہت نرم گوشہ موجود تھا۔ وہ ہمیشہ ویرا کے ساتھ مل کر بیٹھنے کے لیے ترستا تھا۔

یہ ناممکن تھا کہ ویرا کی فوری واپسی کے بارے میں وہ میری کوئی ہدایت قبول کر لیتا۔ اس کے لیے ویرا کی صحبت ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتی۔ وہ اپنے گھر آنے والی اس خوش رو مہمان کو کسی قیمت پر لوٹانے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم بھی ویرا کے بدخواہ نہیں ہو۔'' میں نے جلال سے کہا ''جو کچھ کہہ رہے ہو وہ غصے کا نتیجہ ہے۔ یہ تمہارے دل کی آواز نہیں ہے مگر میں اس بات سے متفق ہوں

Downloaded from https://paksociety.com

کہ اس وقت ویرا کے لیے ہمیں کسی سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ چلی گئی ہے تو ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ وہ خیریت کے ساتھ واپس بھی لوٹ آئے۔''

''حیرت ہے کہ تمہیں اس کی حمایت میں میرے دل کی آواز سنائی دے رہی ہے۔'' جلال اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہرا کر بولا ''تم تینوں اس کی شخصیت کے سحر میں بری طرح گرفتار ہو۔ میرے لیے یہی غنیمت ہے کہ تم میری ایک بات مان رہے ہو۔ اب اس قصے کو ختم کرو۔ میں اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔''

ویرا کی خاموش روانگی کے انکشاف سے گھر کی خوشگوار فضا یکا یک بوجھل ہوگئی۔ اول خان کے آدمیوں کو بھی اس صورت حال کا ادراک تھا۔ انہوں نے تیزی کے ساتھ میز لگا دی اور ہم خاموشی کے ساتھ میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر جم گئے۔

کھانے دوران میں اِدھر اُدھر کی بے ربط باتیں ہوتی رہیں۔ اس وقت سب کے ذہنوں پر ویرا کی سلامتی کا مسئلہ سوار تھا لیکن جلال نے اسے ذکر ممنوعہ قرار دے دیا تھا۔ کسی غیر ضروری بدمزگی سے بچنے کے لیے ہر ایک ویرا کا تذکرہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔

جب ذہن کہیں اور ہو، زبان ذہن کا ساتھ نہ دے رہی ہو تو کسی بات میں ربط اور تواتر برقرار نہیں رہتا۔ اس وقت کھانے کی میز پر یہی کچھ ہو رہا تھا۔

کھانا ختم ہوتے ہی چائے آ گئی اور وہ دور بھی خلاف توقع جلد ختم ہوگیا۔

جلال رسماً کچھ دیر تک بیٹھا رہا۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت ویرا اور جہانگیر کے سوا کیا بات کی جائے۔ ماحول پر عجیب سا جمود طاری ہوگیا۔

آخر کار جلال روانگی کے ارادے سے اٹھ گیا۔ میں اسے چھوڑنے کے لیے اس کی گاڑی تک آیا تو مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے وہ چند ثانیوں تک میری طرف دیکھتا رہا پھر دھیمی آواز میں بولا۔ ''وہ احمق لڑکی واپس آ جائے تو مجھے موبائل پر بتا دینا۔''

میں نے اسے یہ یاد دلانے کی کوشش نہیں کی کہ کھانے سے پیشتر اس نے ویرا کے بارے میں مزید کوئی بات نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا تھا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ اپنے مخصوص مزاج کے باوجود وہ ویرا سے لاتعلق نہیں تھا۔ اس کے کہے ہوئے ایک ایک لفظ سے گہری فکرمندی جھلک رہی تھی۔

میں جلال کو رخصت کر کے اندر آیا تو غزالہ اور سلطان شاہ میں کسی مسئلے پر بحث چھڑی ہوئی تھی۔ میرے قدموں کی آہٹ سنتے ہی دونوں خاموش ہوگئے۔

''کیا ہو رہا تھا؟'' ڈرائنگ روم میں پہنچ کر میں نے سلطان شاہ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں!'' اس نے سٹپٹا کر جواب دیا۔

''میں بتاتا ہوں۔'' اول خان نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''ایک حماقت ویرا نے کی ہے اور اب سلطان شاہ دوسری حماقت کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ یہ ویرا کے پیچھے جانا چاہتا ہے۔ غزالہ اسے روک رہی ہے۔''

''مجھے ہی نہیں، تم کو بھی چلنا چاہیے۔'' سلطان شاہ نے یکا یک مجھ سے نظریں ملا کر کہا ''ہمیں جلال کے ڈسپلن کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اس کے ماتحت نہیں ہیں۔ اس نے ایک بات کہی اور سب کی زبانوں کو لگام لگ گئی۔''

''اس کے سامنے کیوں نہیں بولے؟'' غزالہ اس پر غرائی ''کیا تم کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ چلا گیا تو اب شیر ہو رہے ہو۔''

''وہ باہر کا آدمی ہے۔ اسے ویرا سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔'' سلطان شاہ بھرا بیٹھا تھا۔ ''میں اس سے الجھ کر کوئی بدمزگی پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''وہ ہم سے زیادہ ویرا کا ہمدرد ہے۔'' میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ملائمت سے کہا۔ ''جاتے جاتے کہہ کر گیا ہے کہ ویرا کے آتے ہی اسے اطلاع دی جائے۔ ویرا نے حرکت ہی ایسی کی ہے کہ مجھے بھی اس پر غصہ آ رہا ہے۔''

''وہ تو ویرا کے بارے میں ایک لفظ سننے کا روادار نہیں تھا۔ اب کیوں اس کے دل میں درد اٹھا ہے؟'' سلطان شاہ نے تلخی سے کہا۔

''ایمان داری سے بتاؤ کہ کیا ویرا نے صحیح حرکت کی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''میں اس کا دفاع نہیں کر رہا۔ وہ پاگل ہے۔ اس نے بڑی غلطی کی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ مجھے اس کی طرف سے تشویش ہے۔''

سلطان شاہ کا جواب سن کر میں بے اختیار مسکرا دیا ''وہ سامنے ہوتی ہے تو تم ہر لمحے اپنے پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ تم اس کے لیے فکرمند ہو۔ ہمیں ہیجانی انداز میں بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آرام سے بیٹھے رہو۔ وہ تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جائے

Downloaded from https://paksociety.com

گی اور ضرور فون کرے گی۔''

میرے جواب پر سلطان شاہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا لیکن اس کی زبان بند رہی۔

اس وقت کے شہر کے حالات نارمل ہوتے تو شاید میں بھی ویرا کے پیچھے دوڑ لگا دیتا مگر حالات ہمارے دشمنوں کے خلاف جا رہے تھے۔ وہ آپس میں لڑ پڑے تھے۔ نک کے دیدہ دلیرانہ قتل کے بعد اس کیمپ کے لوگ بدترین خوف و ہراس میں مبتلا تھے۔ ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنی سلامتی کو پس پشت ڈال کر، شہر میں ہمیں اندھا دھند تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔

یہی بات سوبھراج پر صادق آتی تھی۔ اس نے شیر دل کی ہلاکت کی خبر پر مشتعل ہو کر بہت کچھ کہا تھا لیکن وہ دو طرفہ خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ اسے پوری طرح احساس دلایا جا چکا تھا کہ ویرا کے بارے میں رازداری کا رویہ اختیار کر کے وہ ایف بی آئی سے سنگین غداری کا مرتکب ہوا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ لوگ اس کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور شکاری کتوں کی طرح شہر میں اس کی بو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

وہ مجروح اور شکست خوردہ حریف تھا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ جہانگیر کے بارے میں اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے واضح ترین سنگین خطرات کو پس پشت ڈال دے گا۔

اس کا ریکارڈ گواہ تھا کہ وہ ایک اچھا خاصا منصوبہ ساز ہونے کے باوجود پس پردہ رہ کر دوسروں پر حکم چلانے کا عادی تھا۔

اس کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ خطرہ تھا کہ وہ کرایے کے ایک دو بدمعاشوں کو جہانگیر کے پیچھے لگا دے۔ ایسے بدمعاش خطیر معاوضے کے لالچ میں اپنی ساری توجہ صرف اسی کام پر مرکوز رکھتے ہیں جو انہیں سونپا جاتا ہے۔ وہ اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں کرتے۔

نچلے درجے کے ان بدمعاشوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ویرا کے کردار کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہوں اور پہلی نظر میں اسے پہچان لیں۔ مجھے پورا اطمینان تھا کہ اگر سوبھراج کے کرایے کے غنڈے بہت زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کر کے جہانگیر کی رہائشی عمارت کے قرب و جوار میں پہنچ بھی چکے تھے تو وہ ویرا کے لیے براہِ راست کسی خطرے کا سبب نہیں بنیں گے۔ ویرا ان کے درمیان سے ہوتی ہوئی آسانی اور حفاظت سے جہانگیر کے گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

☆☆☆

یہ بات ویرا کے ذہن میں جڑ پکڑ گئی تھی کہ اب سوبھراج اپنی ذلتوں کا بدلہ چکانے کے لیے پوری قوت سے جہانگیر کے خلاف کوئی نہ کوئی بڑا قدم اٹھائے گا۔

اس اندیشے کے دباؤ میں اس نے تمام معروضی حالات کو نظر انداز کر دیا تھا۔ جہانگیر کے بچاؤ کے سلسلے میں اسے خاص طور سے میرا رویہ بہت سرد بلکہ بے رحمانہ محسوس ہوا تھا۔ اس نے اپنے تحفظات کے بارے میں کسی سے کھل کر بات نہیں کی اور تشویش کے بدترین ذہنی دباؤ میں اس نے از خود کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کی دانست میں جہانگیر مظلوم تھا۔ میں نے اسے قربانی کا بکرا بنایا ہوا تھا۔ ویرا کا فرض تھا کہ وہ سرعت سے اس مظلوم کی مدد کو پہنچتی۔

اپنی طبیعت کی بدمزگی دور کرنے کے لیے اس نے تیاری کے دوران میں اسکاچ کے دو بڑے گلاس بہت تیزی سے اپنے معدے میں انڈیلے تھے۔ چلتے ہوئے اس نے ریوالور اور فاضل راؤنڈ سے بھرا ہوا پاؤچ اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

وہ بیم گن بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن اس وقت وہ میرے کمرے میں تھی۔ اس کی تلاش کے لیے ویرا کو ہمارے سامنے سے گزرنا پڑتا۔ وہ کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے ہم سے کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ ہم سب مل کر اسے جانے سے روک لیں گے۔

وہ اسکاچ کے ہلکے سے سرور میں تھی اور کسی کو کچھ بتائے بغیر، خاموشی سے گھر سے نکلنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس نے قد آدم آئینے کے سامنے جا کر آخری بار اپنا ناقدانہ جائزہ لیا، گلابی ہونٹوں پر لپ اسٹک کی ہلکی سی تہ جمائی اور گھر سے نکل گئی۔

گلی میں اسے ابرار نظر آیا جو بازار سے کچھ سامان لے کر آ رہا تھا۔

اس پر نظر پڑتے ہی ویرا کو ہم لوگوں کا خیال آ گیا۔ اس نے سوچا کہ اس کی پُراسرار روانگی کا راز فاش ہوتے ہی سب لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ اس نے ابرار کو روک کر سمجھایا کہ اسے اندر جا کر از خود کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو وہ صرف اتنا بتا دے کہ وہ جہانگیر کی طرف گئی ہے۔

ویرا اس گھر کی ایک معزز فرد تھی، اس وقت بالکل نارمل نظر آ رہی تھی۔ ابرار کے لیے اس کی ہدایت پر عمل کرنا لازم تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے بالکل وہی کیا جو ویرا نے اسے بتایا تھا۔

گھر سے ذرا دور پہنچنے پر ویرا کو ایک خالی ٹیکسی نظر آ گئی اور وہ اس میں سوار ہو کر جہانگیر کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

راستے میں سگریٹ کے گہرے کش لیتے ہوئے وہ یہ سوچ کر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ جہانگیر کی خبر گیری کے معاملے میں وہ میرے اوپر بازی لے گئی تھی۔ جہانگیر کے ساتھ کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی ویرا کے لیے یہ احساس طمانیت کا باعث ہوتا کہ اس نے اپنے اخلاقی فرض سے روگردانی نہیں کی تھی۔ ضرورت محسوس کرتے ہی، کسی تساہل کے بغیر جہانگیر کے گھر کی طرف دوڑ پڑی تھی۔

گراؤنڈ فلور کے کاؤنٹر سے سکیورٹی والے نے جہانگیر کے فلیٹ کا نمبر ملا کر انٹر کام پر یہ بتایا کہ کوئی مس غزالہ ملنے کے لیے آئی ہے تو ویرا کو فوراً اوپر جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ لفٹ استعمال کرنے کے بجائے زینے طے کر کے اوپر پہنچی تو سلمٰی دروازہ کھولے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

غزالہ کے بجائے ویرا کو اپنے سامنے پا کر سلمٰی حیران رہ گئی۔ اس کے پیچھے جہانگیر بھی موجود تھا اور بے یقینی سے اپنی پلکیں جھپکا رہا تھا۔

پرتپاک استقبال کے دوران میں ویرا نے ان دونوں کو بتایا کہ سکیورٹی والوں کا سامنا کرتے ہی اسے اچانک خیال آیا کہ اسے اپنا نام استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنا کوئی فرضی نام بتاتی تو غالب امکان یہی تھا کہ دونوں میاں بیوی اسے نہ پہچانتے اور اس کا عمارت میں داخلہ مشکل ہو جاتا۔ اس نے فی البدیہہ غزالہ کا نام استعمال کر ڈالا۔

ویرا کی غیر متوقع آمد پر سلمٰی بھی بہت خوش ہوئی تھی لیکن جہانگیر کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ویرا اس سے ملنے کے لیے اکیلی آئی تھی۔

''آج تم اکیلی آئی ہو، ڈینی وغیرہ کہاں ہیں؟'' سلمٰی نے اپنے شوہر کی غیر معمولی مسرت پر دل ہی دل میں بل کھاتے ہوئے خوش خلقی سے پوچھا۔

''وہ تینوں ہی اپنی الجھنوں میں مصروف تھے۔ میرا دل گھبرایا تو میں ادھر نکل آئی۔'' ویرا نے ہنس کر جواب دیا ''کچھ دیر گپ شپ کر کے چلی جاؤں گی۔''

''ارے، اب کہاں جاؤ گی۔'' جہانگیر نے ترنگ میں کہا ''یہ تو تمہارا میکا ہے۔ جب تک دل چاہے یہاں رہو۔ اب کوئی لینے آئے گا تب ہی تم واپس جاؤ گی۔''

''کیا کہہ رہے ہو۔'' سلمٰی نے اسے گھور کر کہا ''بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔ میکا اور سسرال شادی شدہ لڑکیوں کے ہوتے ہیں۔ ویرا ابھی کنواری ہے۔''

جہانگیر حقت آمیز انداز میں ہنس پڑا ''ولایتی عورتوں میں سب چلتا ہے۔ جب تک شادی نہیں ہوئی تو بوائے فرینڈ ہوتا ہے کیوں ویرا؟ میں درست کہہ رہا ہوں نا!''

ویرا نے مسکرا کر تائیدی انداز میں اپنا سر ہلا دیا۔

''تو تم ویرا کے بوائے فرینڈ بننا چاہ رہے ہو؟'' سلمٰی نے تیوریوں میں بل ڈال کر پوچھا۔

''تم ہر بات کے غلط معنے نکال لیتی ہو۔ یہ تو ویسے ہی کہہ دیا تھا۔ میں ویرا کو یہ سمجھانا چاہ رہا تھا کہ وہ اسے اپنا ہی گھر سمجھے اور کم از کم آج یہاں رہ جائے۔''

''وہ تمہارے گھر کی گری پڑی نہیں ہے۔ ڈینی نے اسے بہت اچھے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ ہم سے ملنے آئی ہے۔ مل کر چلی جائے گی۔'' سلمٰی نے تیزی سے کہا۔

ویرا کند ذہن نہیں تھی۔ اس نے بھانپ لیا کہ اس کے وہاں پہنچتے ہی سلمٰی اور جہانگیر کے درمیان ایک سرد جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔

سلمٰی بہت خوش دلی کے ساتھ اس کی میزبانی کے لیے آمادہ تھی مگر اسے یہ بات ایک آنکھ بھی گوارا نہیں تھی کہ اس کا شوہر ویرا کے لیے فرش راہ ہو جائے۔ ان دونوں کی اس کشمکش میں ویرا کو اپنی عافیت بھی خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔

''تم ان کی باتوں کا برا نہ منانا۔'' سلمٰی اچانک ویرا سے مخاطب ہو گئی ''کبھی کبھی یہ بے تول باتیں کہہ جاتے ہیں لیکن ان کا ارادہ نیک ہوتا ہے۔ تم کو اچانک اپنے گھر میں دیکھ کر اس وقت ان کا دماغ اپنے قابو میں نہیں رہا ہے۔''

ویرا نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''میرا خیال ہے کہ جہانگیر نے اب تک کوئی بات بے تول نہیں کہی ہے۔ میری شادی نہیں ہوئی لیکن میرے ایک سے زائد بوائے فرینڈز رہے ہیں۔ مجھے اس پر کوئی ندامت نہیں ہے۔'' وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوئی پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی ''یہ بات میں خود ڈینی اور جہانگیر کو بتا چکی ہوں۔''

''یہ تمہارا اپنا فعل ہے لیکن ہمارے یہاں ایسی باتیں معیوب سمجھی جاتی ہیں۔'' سلمٰی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' ویرا نے اثبات میں سر ہلایا ''کارو کاری اور ایسی دوسری رسمیں بہت بھیانک ہیں جنہوں نے آزاد روی کو بہت سفاکی سے روکا ہوا ہے..... یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا پک رہا ہے۔ تمہارا فلیٹ اشتہا انگیز خوشبوؤں سے مہکا ہوا ہے۔'' ویرا نے بہت ہوشیاری کے ساتھ اچانک موضوع تبدیل کر دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''بریانی کو دم دینے والی ہوں۔'' سلمٰی نے فخر سے بتایا اور اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ''تم ان کے ساتھ بیٹھو۔ میں دو منٹ میں آتی ہوں۔''

''ڈارلنگ!'' جہانگیر نے بہت پیار سے اسے پکارا ''تم آرام سے بریانی تیار کرو۔ میں ویرا کو اپنے کمرے میں لے جارہا ہوں۔ یہ بھی ایک آدھ پیگ لے لے گی تو اسے کھانے کا مزہ آجائے گا۔''

''زیادہ نہ لے لینا۔'' سلمٰی نے اسے گھورتے ہوئے کہا ''میں بستر پر کھانا نہیں لگاؤں گی۔ تم کو اپنے قدموں پر چل کر میز تک آنا ہوگا۔''

''آجاؤں گا، آجاؤں گا۔'' جہانگیر نے فضا میں ہاتھ لہرا کر بے پروائی سے کہا ''ضرورت پڑی تو ویرا مجھے ذرا سا سہارا دے دے گی۔ اب خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔''

''ذرا ان کا دھیان رکھنا۔'' سلمٰی نے ویرا سے کہا ''یہ پیتے ہیں تو پھر پیتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔ میں ان کو سنبھالتے سنبھالتے تھک کر چور چور ہوجاتی ہو۔ مجھ سے ہزار وعدے وعید کرتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں لیکن شراب کا پہلا گھونٹ لیتے ہی سب کچھ فراموش کردیتے ہیں۔''

''یہ بری بات ہے۔'' ویرا نے گہری سنجیدگی سے کہا ''یہ علامت عادی شرابی کی نشانی ہے جہانگیر کو علاج اور سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔ میں پیتی ہوں، ڈینی بھی ڈرنک کرتا تھا لیکن ہم کبھی نشے میں بدمست نہیں ہوئے۔''

''یہ میری ایک نہیں سنتے۔ تم انہیں کچھ سمجھاؤ۔ اپنی ان حرکتوں سے یہ مجھ سے زیادہ اپنی زندگی برباد کررہے ہیں۔''

سلمٰی کچن کی طرف چلی گئی۔ جہانگیر نے ویرا کو آنکھ ماری اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف ہولیا جہاں شراب نوشی کے لوازم ہر وقت تیار رہتے تھے۔

''تم کیوں شراب کو گالی بنانے پر تلے ہوئے ہو؟'' کمرے میں ویرا نے دو گلاسوں میں اسکاچ کا پہلا پیگ بناتے ہوئے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

''زندگی کی یکسانیت اور جمود سے میں اکتا گیا ہوں۔ اس سے فرار کے لیے پیتا ہوں تو کبھی کبھی زیادتی بھی ہوجاتی ہے۔'' جہانگیر نے معصومیت سے جواب دیا۔

''اس طرح تم سلمٰی کو اپنی ذات سے بیزار کررہے ہو۔ تم نے کبھی یہ سوچا ہے!''

''تم ان چکروں میں پڑ کر اپنا موڈ غارت مت کرو۔ یہ ہمارے خانگی مسائل ہیں۔ انہیں ہم خود سلجھالیں گے۔ اب تم خود ایمانداری سے غور کرو۔ میں تھوڑی سی شراب پی کر کھانا کھاؤں گا اور سوجاؤں گا۔ رات کے دو تین بجے آنکھ کھلے گی اور سلمٰی کی ضرورت محسوس ہوگی تو یہ مجھے برا بھلا کہنا شروع کردے گی۔ بیزاری سے دھکے دے گی۔ اس وقت میں جھنجلا کر دوبارہ بوتل نہ کھولوں تو کیا کروں!''

''کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔ یہ روز کا معمول بن جائے تو بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ وہ دن بھر کی تھکی ہاری ہوتی ہے۔ اسے رات بھر کی گہری نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''تم اسے یہ مشورہ کیوں نہیں دیتیں کہ وہ اپنے معمولات کو تبدیل کرے۔ دن میں کچھ دیر کے لیے سولیا کرے تاکہ رات کو میرے جگانے سے اسے تکلیف نہ ہو۔''

ان دونوں نے اپنے دو دو پیگ اسی گفتگو میں ختم کیے۔

اس دوران میں ویرا کو اندازہ ہوگیا کہ ان کی گفتگو ایک دائرے میں گھوم رہی تھی۔ اپنے مسائل وہ دونوں افہام وتفہیم سے حل کرسکتے تھے۔ کوئی تیسرا ان کی مدد نہیں کرسکتا تھا۔

''وہ مہمانوں کے آنے سے خوش ہوتی ہے لیکن اس وقت دل ہی دل میں جل بھن رہی ہوگی۔ یہ خیال اس کے لیے سینے پر سانپ بن کر لوٹ رہا ہوگا کہ اس وقت میں کمرے میں تمہارے ساتھ اکیلا ہوں۔'' جہانگیر نے اسی تسلسل میں بات ویرا کی ذات کی طرف موڑ دی۔

''اکیلے ہیں تو کیا ہوا۔ دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔'' ویرا نے ہنس کر کہا۔

''میں شرط لگا سکتا ہوں کہ وہ دبے قدموں قریب آکر اب تک کئی مرتبہ ہماری سن گن لے چکی ہوگی۔''

''تم ندیدے ہو۔'' ویرا اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شوخی سے بولی ''ایسے مردوں کی بیویاں ان پر بھروسا نہیں کرتیں۔''

''سچ پوچھو تو تمہارے آنے سے میرا دل ودماغ تازہ ہوگیا ہے۔ دن رات سلمٰی کو ہی دیکھ دیکھ کر میری آنکھیں پتھرانے لگی ہیں۔''

''یہ تمہارا اپنا قصور ہے کہ تم دن رات گھر میں پڑے رہتے ہو۔ تم کو کچھ وقت گھر سے باہر بھی گزارنا چاہیے۔''

''ویری گڈ!'' جہانگیر چٹکی بجا کر بولا ''بہت اچھا خیال ہے۔ کیوں نہ کھانے کے بعد ہم لوگ لمبی ڈرائیو پر چلیں۔ مزہ آجائے گا۔''

''ہم لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' ویرا نے اسے

Downloaded from https://paksociety.com

گھورا۔

''مم..... مطلب یہ کہ میں اور تم!'' جہانگیر نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

''ہم باہر گئے تو سلمٰی بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔''

''اسے میز سیمنٹی ہوگی، برتن دھونے ہوں گے.....'' جہانگیر نے بہانے بازی کا سہارا لینے کی کوشش کی مگر ویرا نے درمیان سے اس کی بات کاٹ دی۔

''ہم باہر گئے تو وہ ضرور ہمارے ساتھ ہوگی۔'' ویرا نے سختی سے کہا ''ویسے بھی میں سیر و تفریح کی بات نہیں کر رہی تھی۔ میرا مطلب تھا کہ تم مرد ذات ہو تم کو روزی روزگار کے لیے اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنا چاہیے۔''

''تم ہماری بلیک کوئین ہوا کرتی تھیں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں اپنا سارا وقت باہر بلکہ میدان میں رہ کر گزارتا تھا لیکن جب سے شی کا شیرازہ بکھرا ہے میرے ستارے گردش میں آئے ہوئے ہیں۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ گولڈن فارمیسی ذرا چل نکلی تھی لیکن سور کے بچوں نے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔ میری عقل کام نہیں کرتی کہ اب کس کام میں ہاتھ ڈالوں جہاں اپنے دشمنوں سے بچا رہوں۔''

''اس وقت بھی دشمن تمہاری گھات میں لگے ہوئے ہیں۔'' ویرا نے سوبھراج کا نام لیے بغیر اسے چوکنا کرنا چاہا ''تم سے ذرا سی غفلت ہوگی اور وہ اپنا کام کر گزریں گے۔ کبھی کبھی مجھے تمہارے اوپر بہت ترس آنے لگتا ہے۔''

''میں کوئی لولا، لنگڑا یا معذور نہیں ہوں۔ تم کو میرے اوپر ترس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے لیے کوئی کاروبار ذہن میں آتا ہو تو وہ بتاؤ۔''

سلمٰی پہلی بار کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ میز لگنے کا اعلان کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس نے فون پر مجھ سے بات کی تھی۔ وہ مجھ سے یہ جاننے کے خواہاں تھی کہ میں نے ویرا کو تن تنہا وہاں جانے کی اجازت کیسے دے دی۔

اس وقت میرا بلکہ سب ہی کا خیال ویرا کی طرف لگا ہوا تھا۔ مجھے سلمٰی کی زبان سے یہ سن کر سکون ہوا کہ ویرا خیریت سے اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔

''معلوم ہوتا ہے کہ آج ڈینی سے تمہاری کچھ کھٹ پٹ ہوگئی ہے۔'' کھانے کے دوران سلمٰی نے اپنا خیال ظاہر کر کے ویرا کو حیران کر دیا۔

''تم نے یہ اندازہ کیسے لگالیا؟'' ویرا نے اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔

''ڈینی نے تمہارے بارے میں کوئی سوال کیا نہ تم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سچ سچ بتاؤ کہ کیا اس سے لڑ کر آئی ہو۔''

''ایسی باتیں مت کرو۔'' جہانگیر نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا ''آج ویرا ڈنر کے بعد ہم دونوں کو شہر کی سیر کرانے کے ارادے سے آئی ہے۔''

سلمٰی کے لیے جہانگیر کا وہ انکشاف اتنا ہیجان خیز ثابت ہوا کہ وہ ہر بات بھول گئی۔

جہانگیر کو درپیش خطرات کا ادراک کر کے ویرا گھر سے روانہ ہوئی تھی۔ اسے بخوبی اندازہ تھا کہ اپنے گھر کی چار دیواری میں جہانگیر زیادہ محفوظ تھا۔ باہر نکلنے کی صورت میں کہیں بھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آ سکتا تھا۔

جہانگیر اور سلمٰی خود بھی سیر و تفریح کے لیے باہر جا سکتے تھے لیکن آپس کی نوک جھوک نے ان کی کھوپڑیوں پر برف سی جما دی تھی۔ وہ دونوں ویرا کے ساتھ باہر جانے کے سلسلے میں اتنے پرجوش ہو گئے کہ ویرا سنجیدگی سے اس امکان پر غور کرنے پر مجبور ہوگئی۔

اسے یہ اندازہ تھا کہ سوبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ ضرور پہنائے گا، خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اس کے لیے اسے وقت درکار تھا۔ اگر اس نے کسی سے رابطہ کیا بھی تھا تو وہ اتنی سرعت سے جہانگیر کے گھر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

پہلا اور غالب امکان یہی تھا کہ سوبھراج کا کوئی آدمی اپنے مورچے پر نہ پہنچا ہو۔ وہ لوگ آرام سے ایک لمبی ڈرائیو لے کر لوٹ آئیں۔ دوسری صورت میں ویرا کو احتیاط کی ایک صورت نظر آ رہی تھی۔

وہ لوگ ان پر چلتی گاڑی میں کوئی اوچھا وار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ ان کا ہدف صرف جہانگیر ہوتا۔ وہ ان کی گاڑی کا تعاقب کر کے ان کے کہیں رکنے کا انتظار کرتے تاکہ جہانگیر کے قتل یا اغوا کا ہدف پورا کر سکیں۔ اگر وہ لوگ کہیں رکے بغیر، تفریح بلکہ ڈرائیو کر کے واپس لوٹ آتے تو دو کامیابیاں حاصل ہو سکتی تھیں۔ تعاقب کرنے والی مشتبہ گاڑی اور شاید اس کے سواران کی نظروں میں آ جاتے اور وہ ناکام رہتے۔

ویرا کافی دیر تک خاموشی سے اسے موضوع پر اپنا سر کھپاتی رہی۔ اس دوران میں سلمٰی کپڑے بدل کر روانگی کے لیے تیار ہوگئی۔

ویرا کی دانست میں اس وقت خطرہ موہوم تھا۔ سلمٰی اور جہانگیر کو مایوس کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔ وہ دونوں خطرے

Downloaded from https://paksociety.com

سے بالکل بے خبر تھے۔

آخر کار وہ تینوں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ ویرا ٹیکسی سے وہاں پہنچی تھی۔ اس کے ایما پر جہانگیر نے اپنی گاڑی کی چابی لے لی۔

جہانگیر نے کافی عرصے سے ڈرائیونگ نہیں کی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہی کار چلائے لیکن ویرا نے اس سے چابی لے کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

ویرا ان دونوں کو متوقع تعاقب کے بارے میں کچھ بتا کر خوف زدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ہوتی تو عقب نما آئینوں کی مدد سے پوری طرح پیچھے کے حالات سے باخبر رہ سکتی تھی۔

عمارت کے احاطے اور سروس لین سے گزر کر مین روڈ پر آنے تک ویرا نے سیاہ رنگ کی اس چھوٹی کار کو نوٹ کر لیا جو ان کے پیچھے حرکت میں آئی تھی۔

اپنے اندازوں کی پہلی تردید سامنے آتے ہی ویرا کا دل حلق میں آ گیا۔ اس نے بہت دھیمی رفتار سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے نیون سائنز کی روشنی میں دیکھ لیا کہ اس سیاہ گاڑی کی اگلی نشستوں پر دو افراد براجمان تھے۔ پچھلی نشستیں خالی تھیں۔

ویرا کے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ وہ قریبی گلیوں کا چکر لگا کر گاڑی دوبارہ عمارت کے احاطے میں پارک کر کے تفریح کا ارادہ ملتوی کر دے۔

پھر اس نے سوچا کہ وہ مسئلے کا حل نہیں تھا۔ کالی گاڑی والے بدستور اپنی جگہ جم کر کسی اور موقع کا انتظار کرتے رہتے۔ وہ گھر سے جہانگیر کے بھرپور تحفظ کا مصمم ارادہ کر کے نکلی تھی۔ ان لوگوں سے خوف زدہ ہو کر دوبارہ گھر میں گھس جانے سے خطرہ نہیں ٹل سکتا تھا۔ بہتر صورت یہی تھی کہ کھلی سڑکوں پر نکل کر ان کے عزائم کا اندازہ لگایا جائے۔

اس مرحلے پر جہانگیر اور سلمٰی کی بے خبری مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ ویرا نے مین روڈ پر آنے کے بعد عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا ''مجھے پیچھے آنے والی ایک گاڑی پر شبہ ہو رہا ہے۔ شاید ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔''

''اوہ! تو اب ہم کیا کریں؟'' پچھلی سیٹ پر سے سلمٰی کی خوف زدہ آواز آئی۔

''صبر کے ساتھ حالات کا سامنا کرنے کے علاوہ اور کیا کریں گے!'' جہانگیر نے اطمینان سے جواب دیا۔ وہ ویرا کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے ویرا سے کہا ''بس ایک خراب بات ہے کہ اس وقت ہم لوگ غیر مسلح ہیں۔ شاید تمہارے پاس بھی کوئی ہتھیار نہیں ہوگا۔''

''ریوالور اور کچھ فاضل راؤنڈز ہیں۔'' ویرا نے اسے خوش خبری سنائی۔

''بس تو پھر ساحل کی طرف چل نکلو اور ذرا گاڑی کا رنگ وغیرہ بھی بتا دو۔ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے، ہم ان سے ڈر کر لوٹ گئے تو یہ کسی وقت سلمٰی کو آتے جاتے گھیر لیں گے۔ اچھا ہے کہ اس وقت ہم تین ہیں۔''

ویرا کو خوشی ہوئی کہ خطرے کا ذکر سنتے ہی جہانگیر کا سرور غائب ہو چکا تھا۔ اس نے بہت دلیرانہ اور حوصلہ افزا ردِعمل کا مظاہرہ کیا تھا۔

''یہ کون لوگ ہیں، انہیں ہم سے کیا دشمنی ہے۔'' سلمٰی خوف زدہ آواز میں منمنائی ''گوشہ نشین ہو جانے کے باوجود دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔''

''یہ اسی کے ساتھی ہو سکتے ہیں جو مسز جمشید کو گن پوائنٹ پر لے کر تمہارے فلیٹ پر آیا تھا۔'' ویرا نے اس کی دل جوئی کے لیے کہا۔

''اوہ میرے خدا!'' سلمٰی کی آواز کانپ رہی تھی ''وہ بھی بڑا بھیانک تجربہ تھا۔ ان کے ہاتھ میں وزنی بوتل نہ آ جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔''

''بوتل کبھی کبھی کام آ ہی جاتی ہے۔ اب ڈر خوف کو خیر باد کہہ کر کچھ دیر کے لیے خاموش بیٹھی رہو تاکہ ہم یکسوئی کے ساتھ ان لوگوں سے نمٹ سکیں۔''

''وہ کالے رنگ کی شیراڈ ہے۔ اس میں صرف دو آدمی سوار ہیں۔'' ویرا نے جہانگیر کو بتایا۔

''تم ڈرائیو کر رہی ہو۔ اپنا ریوالور مجھے دے دو۔''

''تم کئی پیگ پیے ہوئے ہو۔ تمہارا نشانہ خطا ہو جائے گا۔'' ویرا نے شبہ ظاہر کیا۔

''بستر پر سلمٰی قریب ہو تو بہت گہرا نشہ ہوتا ہے۔ اب وہ ہرن ہو چکا ہے۔''

ویرا نے اپنا وینٹی بیگ جہانگیر کی گود میں ڈال دیا ''ریوالور اور فاضل راؤنڈ کا پاؤچ اسی میں ہے نکال لو۔''

جہانگیر کے ایما پر ویرا عبداللہ شاہ غازی کے مزار سے آگے سیدھی نکلتی چلی گئی۔ اس دوران میں سیاہ شیراڈ مسلسل ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ ویرا نے کئی مرتبہ اپنی گاڑی کی رفتار کم کر دی لیکن شیراڈ والوں نے آگے جانے کے بجائے اس کی تقلید میں خود بھی سست روی اختیار کر لی۔ ان کوششوں کے نتیجے میں انہیں یقیناً اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

ٹریفک سگنل سے ویرا نے گاڑی داہنی طرف گھمالی۔ چند منٹ کی مسافت کے بعد وہ ساحل کے متوازی بنی ہوئی میرین ڈرائیو پر پہنچ چکے تھے جہاں اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں رونق کا ایک عجیب سماں تھا۔

ویرا کو یقین تھا کہ اس بھاگ دوڑ کے نتیجے میں شیراڈ والوں کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ان کے حریف بھاگنے والے نہیں تھے۔ ان سے کہیں نہ کہیں تصادم ہوسکتا تھا۔

میرین ڈرائیو کے قدرے سنسان حصے میں پہنچ کر ویرا نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی تھی کہ اچانک نظر آنے والے اسپیڈ بریکر کی وجہ سے اسے بریک لگانا پڑ گئے۔

''لعنت ہو!'' وہ جھلا کر بڑبڑائی ''یہ اسپیڈ بریکرز کچھ نہیں کرنے دیں گے۔''

''بائیں طرف درخشاں میں گھس جاؤ!'' اس کی بڑبڑاہٹ سن کر جہانگیر نے پورے خلوص سے مشورہ دیا ''آبادی عبور کرتے ہی ہم کسی نہ کسی لمبی اور صاف سڑک پر نکل جائیں گے۔''

ویرا نے کچھ کہے بغیر گاڑی اس آبادی میں موڑ لی۔ ویرا کی وہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ شیراڈ چلانے والے کے لیے اپنی تیز رفتار گاڑی کو سنبھالنا دشوار ہوگیا۔

سڑک پر گاڑی کے رگڑتے ہوئے ٹائروں کے تیز شور میں شیراڈ چکنی سڑک پر پھسلتی اور لہراتی ہوئی قریب آتی چلی گئی۔

وہ بہترین موقع تھا۔ ویرا نے بریک لگا کر اپنی گاڑی روک دی اور جہانگیر ریوالور سنبھال کر بہت تیزی سے گاڑی سے نیچے اتر گیا۔

اس وقت اس کی پھرتی اور مہارت قابل دید تھی۔

سڑک پر لہراتی ہوئی گاڑی جوں ہی جہانگیر کی رینج میں آئی، اس نے نشانہ لے کر پے در پے دو فائر کر ڈالے۔

ویرا کے اندیشے کے برعکس جہانگیر کا نشانہ بے خطا ثابت ہوا۔ پہلے فائر کے ساتھ فضا ایک کریہہ انسانی چیخ سے گونج اٹھی۔

اس وقت تک ویرا بھی گاڑی سے نیچے اتر چکی تھی۔ سلمٰی پچھلی سیٹ میں دبکی خوف سے کانپ رہی تھی۔ گاڑی کا انجن بدستور چل رہا تھا۔ ویرا نے گیئر نیوٹرل کر کے ہینڈ بریک کھینچ دیا تھا۔

ویرا نے نیچے اترتے ہی دیکھ لیا کہ شیراڈ کے ڈرائیور کا ساتھی جہانگیر کی چلائی ہوئی گولی کا نشانہ بنا تھا۔ وہ اپنی سیٹ سے لڑھک گیا تھا۔ اس کی سمت کی کھڑکی خالی نظر آرہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ والا گاڑی کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوششوں میں اپنے ایک ساتھی کو کھو چکا تھا۔ یہ کہنا محال تھا کہ وہ صرف زخمی ہوا تھا یا جہنم واصل ہو چکا تھا مگر ایک بات یقینی تھی کہ عملی طور پر وہ ناکارہ ہو چکا تھا۔

جہانگیر نے شیراڈ پر تیسری گولی چلائی جو آہنی باڈی کے کسی حصے میں اتر گئی۔

اسی لمحے شیراڈ والے نے بھی نیچے اتر کر اپنی گاڑی کی اوٹ سے تین فائر کیے تھے جو شعلوں کی صورت میں دور تک تیرتے چلے گئے۔

وہ شہر کا حساس علاقہ تھا جہاں ہر وقت پولیس کی بھاری نفری کا گشت رہتا تھا۔ درخشاں کے مکانات بھی ساتھ ہی تھے جہاں بہت سی اہم شخصیات رہتی تھیں اس لیے وہ مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا تھا۔

وہاں جو کچھ ہوا، اچانک ہی ہوا تھا ورنہ ویرا کسی کھلی سڑک پر نکل کر لمبی دوڑ لگانے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ کسی بھی ویرانے میں اچانک رک کر اپنا مورچہ بنائے گی اور پھر شیراڈ والوں کو گھیرنے کی کوشش کرے گی۔

جہانگیر نے بہت پھرتی کے ساتھ اپنے ریوالور کا چیمبر خالی کر ڈالا مگر اس کا مزید کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکا۔ اس دوران میں شیراڈ والے نے مزید دو گولیاں چلائی تھیں۔

دور سے پولیس کار کے سائرن کی آواز سن کر ویرا تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف لوٹی تو جہانگیر اس سے پہلے وہاں موجود تھا۔

وہ پاؤچ سے گولیاں نکال کر ریوالور کا چیمبر لوڈ کر رہا تھا۔

''اب اس کا وقت نہیں رہا۔ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔'' ویرا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے تیزی سے کہا اور ہینڈ بریک چھوڑ دیا۔

پولیس کار کے سائرن کی آواز جہانگیر بھی سن رہا تھا۔ وہ کار میں سوار ہوگیا اور ان کی گاڑی تیزی سے درخشاں کی سنسان آبادی میں گھستی چلی گئی۔

''وہ آدمی زندہ ہے یا مر گیا ہوگا۔'' سلمٰی نے روہانسی آواز میں پوچھا۔

''کچھ نہیں کہا جاسکتا۔'' جہانگیر کے کسی ٹیڑھے سوال سے پہلے ویرا بول پڑی۔

''اب تم ہی بتاؤ ہم سیر و تفریح کے لیے کہاں نکلیں۔'' جہانگیر نے ویرا سے پوچھا ''باہر دن رات ایسے خونی خطرات کا راج ہے، معلوم ہوتا ہے کہ دن رات ہمارے گھر کی نگرانی

Downloaded from https://paksociety.com

ہو رہی ہے۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' ویرا نے لمحہ بھر سوچنے کے بعد جواب دیا ''یہ لوگ ابھی آئے ہوں گے۔ مجھے ان کی بھنک مل گئی تھی اسی لیے میں تمہاری طرف آئی تھی۔ تمہیں زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ آئے تھے تو ایس ٹی ایف کے دو آدمی بھی دن رات پوری مستعدی سے تمہارے فلیٹ کی حفاظت کر رہے ہیں۔''

''اس وقت وہ کہاں تھے؟'' جہانگیر نے بے اعتباری سے پوچھا۔

''ڈینی کی طرف سے تمہیں گھر میں محدود رہنے کی ہدایت ملی ہوئی تھی۔ وہ تمہارے گھر کی حفاظت پر مامور ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی سواری نہ ہو۔ ہم اچانک باہر نکلے تو وہ ہمارا ساتھ نہیں دے سکے۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اول خان کو ہم تینوں کی روانگی کی خبر ضرور دی ہوگی۔'' ویرا نے اپنے ذہن پر ذرا سا زور دے کر ساری کڑیاں یک جا کرلیں۔

''تمہیں خطرے کی خبر کہاں سے اور کیسے ملی تھی؟ تم نے آتے ہی اس بارے میں کیوں نہیں بتایا۔ ہوسکتا ہے کہ ہم باہر نکلنے کا ارادہ نہ کرتے۔''

''میں تم دونوں کو بلاوجہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اچھا ہوا کہ اب ہمیں صحیح حالات کا اندازہ ہوگیا۔ گھر میں بیٹھے رہتے تو ہمیں پتا بھی نہیں چلتا کہ باہر کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ تم کسی وقت باہر نکلتے اور بے خبری میں دھر لیے جاتے۔''

''سلمٰی ہی گھر سے باہر کے سارے کام کاج کرتی ہے۔ ساری مصیبت اس کے سر آتی'' جہانگیر نے فکرمندی کے ساتھ کہا ''مجھے کچھ تو بتاؤ کہ یہ کس پارٹی کے آدمی تھے۔''

''یہ چارلی کے ساتھی تھے۔ وہ لوگ بار بار تم پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کے پیچھے سوبھراج کا ذہن کام کر رہا ہے۔''

''سوبھراج!'' جہانگیر نے چونک کر دہرایا ''آج کل کے اخبارات نت نئی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اندر سے اس قدر غلیظ اور قابلِ نفرت آدمی ہے۔''

جہانگیر کی تسلی کے لیے جو کچھ بتانا ناگزیر تھا، ویرا نے وہ بتا ڈالا۔ جہانگیر کے لیے بقیہ کہانی بے سود رہتی۔ تازہ ترین واقعے کے حوالے سے اس بارے میں باتیں کرتے ہوئے وہ گھر واپس پہنچ گئے۔

وہاں سب کچھ نارمل تھا۔ ایسی کوئی علامت نہیں تھی جس سے ظاہر ہو کہ ان لوگوں کی عدم موجودگی میں کسی نے گھر کی تلاشی لینے کی کوشش کی ہو۔

وہ تینوں آرام سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

☆☆☆

جب سے اول خان کے آدمیوں نے یہ خبر دی تھی کہ وہ تینوں گاڑی میں کہیں روانہ ہوئے ہیں اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے ان کا پیچھا نہیں کیا جا سکا تھا، وہ بہت زیادہ مضطرب تھا۔ وہ یوں شرمندہ تھا جیسے ویرا کو اسی نے اکسا کر جہانگیر کے گھر بھیجا ہو۔

تقریباً پون گھنٹے بعد جب اسے ان تینوں کی واپسی کی اطلاع ملی تو اس کی جان میں جان آئی اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تیر گئی۔

میں نے اندازے سے صرف اتنا تو قف کیا کہ وہ تینوں اوپر پہنچ کر آرام سے بیٹھ جائیں پھر میں نے جہانگیر کے گھر کا نمبر ملا لیا۔

''میں نے تم کو گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا ہوا تھا۔ تم کہاں گئے تھے؟'' فون پر جہانگیر کی آواز سنتے ہی میں نے غصے سے پوچھا۔

''ایک آدمی کے شکار پر گئے تھے۔ اس کے حلق میں کانٹا پھنسا کر لوٹ آئے۔'' اس کی چہکتی ہوئی آواز آئی ''یہ بتاؤ کہ تم کیوں مرچیں چبا رہے ہو۔''

جہانگیر کے جواب اور لہجے کی خوش دلی سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ گھر سے باہر نکل کر ان لوگوں نے کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل کی تھی۔

''معلوم ہوتا ہے کوئی بڑا تیر مار کر آئے ہو!'' میں نے طنز سے کہا۔

''تیر نہیں، ایک دشمن کو گولی مار کر آئے ہیں۔ پتا نہیں سالا زندہ ہے یا مر گیا۔ تمہارے دنیا جہان میں بڑے مراسم ہیں۔ ذرا کفن دفن تھانے سے پتا کرو کہ وہ پکڑے گئے یا بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔'' جہانگیر فخریہ لہجے میں بتا رہا تھا ''ہم پولیس کار کا سائرن سن کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔''

میرے لیے اس کی فراہم کردہ اطلاعات اہم اور دلچسپ تھیں لیکن میں نے خوشی کا اظہار کرنے کے بجائے خشک لہجے میں کہا ''سیر سپاٹے سے ویرا کا دل بھر گیا ہو تو اسے واپس بھیج دو۔''

''بلاوجہ اس پر آنکھیں نہ نکالنا۔ میری اور سلمٰی کی فرمائش پر وہ ہمارے ساتھ باہر گئی تھی۔ وہ کچھ دیر میں واپس پہنچ جائے گی۔''

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے فون بند کر دیا۔ میں اسے یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ میری واضح ہدایت سے اس کا کھلا انحراف مجھے ذرا بھی پسند نہیں آیا تھا۔

اول خان کے لیے بھی وہ تفصیل بہت دلچسپ ثابت ہوئی۔ اس نے فوری طور پر پولیس ہیڈ آفس میں اپنے کسی شناسا سے رابطہ کیا اور وہاں سے یہ تصدیق ہو گئی کہ درخشاں تھانے کی حدود میں فائرنگ کے تبادلے کے بعد ایک شخص کو زخمی حالت میں پکڑ لیا گیا تھا جو اپنی سیاہ شیراڈ کار میں ایک تازہ لاش لے کر فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ زخمی کی حالت خاصی نازک تھی۔ اس کے زندہ بچنے کی زیادہ امید نہیں تھی۔

''اب ویرا فخر کے ساتھ سینہ تان کر آئے گی کہ اس کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ سوبھراج کے آدمی حیرت ناک سرعت کے ساتھ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔'' سلطان شاہ نے کہا۔

''ویرا وہاں نہ جاتی تو وہ دونوں میاں بیوی باہر نکلنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ دشمن عمارت میں گھس سکتے تھے۔'' میں نے جواب دیا ''وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ رات سکھ چین سے گزر جاتی۔ اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تم ٹھیک تجزیہ کر رہے ہو لیکن یہ باتیں ویرا کے منہ پر نہ کہہ دینا۔'' اول خان نے ٹہلتے ہوئے مشورہ دیا۔ ''اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔''

''وہ ہماری اسی ڈھیل کے نتیجے میں بے لگام ہوئی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس کی واپسی پر کیا رویہ مناسب رہے گا۔'' میں نے اسے گول مول جواب دے کر ٹال دیا۔

ویرا کی خیریت کی اطلاع مل جانے کے بعد اول خان رخصت ہو گیا۔ اس نے ویرا کے بارے میں مجھ سے کوئی اصرار نہیں کیا۔

''تم نے غلطی کی۔'' کچھ دیر کی بوجھل خاموشی کے بعد سلطان شاہ نے مجھ سے کہا ''جہانگیر کے گھر فون کیا تھا تو تم کو ویرا سے بھی بات کر لینی چاہیے تھی۔''

''کیوں؟ اس میں غلطی کی کیا بات ہے؟'' غزالہ نے رکھائی سے پوچھا۔

''وہ حساس اور ضدی عورت ہے۔ ابھی تک ہم میں سے کسی نے اس سے بات نہیں کی۔ ہمارے اس رویے کو وہ ہتک آمیز سمجھ کر آج کی رات وہیں گزار سکتی ہے۔''

''وہ جو کچھ بھی سمجھے، یہ اس کا فعل ہو گا۔ تم اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک دو کہ وہ رات جہانگیر کے گھر بسر کر لے گی۔ اس معاملے میں سلمٰی بہت چالاک ہے۔ وہ اپنی چھت کے نیچے کسی دوسری عورت کو رات بسر نہیں کرنے دے گی۔ ویرا نے رکنا چاہا تب بھی وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اسے وہاں سے ٹال دے گی۔'' میں نے اسے اپنی بے لاگ رائے سے آگاہ کر دیا۔

''دیکھتے ہیں۔ اگر وہ جہانگیر کی بات مان لیتی ہے تو اسے ایک آدھ گھنٹے میں گھر لوٹ آنا چاہیے۔''

اور یہی ہوا۔ ایک گھنٹا گزرنے سے پہلے ویرا واپس آ گئی۔

وہ بہت خوش اور پُراعتماد تھا۔ آتے ہی اس سے گلے شکوے کیے گئے اور اس نے صاف کہہ دیا کہ گھر سے جاتے ہوئے اس کے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ دوسروں میں سے کوئی اس کا ہم خیال نہیں ہے تو اس نے اپنے دل کی آواز پر خاموشی سے اپنا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا اور گھر سے نکل گئی۔

میں اس دوران میں خاموش رہا تھا۔ ان تینوں کا جوش و خروش ٹھنڈا ہوا تو میں نے پوچھا ''تم نے انہیں اپنی آمد کا کیا سبب بتایا تھا؟''

''پہلے تو کچھ نہیں بتایا۔ تعاقب کا سلسلہ دراز ہونے پر ان دونوں کو ہوشیار کرنا ضروری تھا۔ میں نے بتا دیا کہ انہیں پھر کسی دشمن کی طرف سے خطرہ ہے۔''

''اور تم نے ہم تینوں کے خلاف خوب زہر اگلا ہو گا!''

سلطان شاہ بولا۔

''میں نے کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا نہ انہوں نے کچھ کریدنے کی کوشش کی۔ وہ دونوں اپنے خود ساختہ مسائل میں اس بری طرح گھرے ہوئے ہیں کہ انہیں کسی اور بات کا ہوش نہیں ہے۔ سلمٰی کو ذرا سا تجسس تھا کہ میں خلافِ معمول تنہا وہاں کیسے پہنچ گئی۔''

''ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ واقعات کیسے رونما ہوئے۔'' غزالہ نے مطالبہ کیا۔ ویرا نے سگریٹ سلگائی۔ دو گہرے کش لیے اور اپنی کہانی چھیڑ دی۔

ویرا نے جو حرکت کی تھی اس کے بارے میں میری طے شدہ رائے تھی کہ وہ قطعی ناپسندیدہ تھی۔ ویرا کو بھول کر بھی وہ قدم نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔

لیکن ان واقعات کے نتیجے میں سامنے آنے والے واقعات میرے لیے حیران کن تھے۔

سوبھراج کے دھمکی آمیز پیغام کے بعد ویرا نے جہانگیر کے گھر پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا لیکن اتنی قلیل سی مدت

Downloaded from https://paksociety.com

میں سوبھراج کے دو خطرناک آدمی جہانگیر کے گھر کے قریب پہنچ گئے تھے۔

سوبھراج رسوا ہو چکا تھا، زخمی تھا، روپوش تھا۔ اس کے باوجود وہ بہت طاقت ور تھا۔ اس نے شیر دل کو نک کے خلاف میدان میں اتارا تھا اور اس روز ذرا سی دیر میں اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیا تھا۔

اس کی وہ قوت ہر اعتبار سے بہت خطرناک تھی۔ اس نے نک کو مار لیا تھا۔ اس کے بعد وہ شہر میں دہشت پھیلانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اپنے کرایے کے آدمیوں کے ذریعے اپنا ہر کام نکال سکتا تھا۔

اخبارات اور دیگر ذرائع سے اس کے خلاف جو کچھ سامنے آ رہا تھا، اس سے اس کی عمومی ساکھ تباہ ہوئی تھی۔ لوگ اس پر لعن طعن کر رہے تھے لیکن زیرِ زمین دنیا میں اس کی ساکھ پر کوئی منفی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔

کوبرا کے لیے کام کرنے والے ہر غنڈے کو کامل یقین تھا کہ وہ اپنے وعدے کا پکا ہے۔ کام پورا ہوتے ہی اسے معاوضہ ادا کر دے گا۔ اس کی ذات پر اس یقین کی وجہ سے شہر کے ناپسندیدہ عناصر اس کے ایک اشارے پر اپنا خون بہانے کے لیے تیار تھے۔

ویرا کی کہانی ختم ہو جانے کے بعد جب میں نے وہ بات ان تینوں کے سامنے دہرائی تو غزالہ اور سلطان شاہ کے بشروں پر فکر و تشویش کے سائے پھیل گئے لیکن ویرا کے لیے وہ اندیشہ قابلِ قبول ثابت نہیں ہوا۔

''یہ فیصلہ ابھی نہیں کیا جا سکتا۔'' اس نے برجستہ کہا ''ابھی تک سوبھراج کی آزمائش کا کوئی حقیقی مرحلہ نہیں آیا۔''

''چوبیس گھنٹوں سے بھی قلیل مدت میں دو سنگین واقعات سامنے آ چکے ہیں۔ شیر دل نے نک کی بلٹ پروف کار پر بے آواز فائر کیے اور ابھی تم کالی شیراڈ میں آنے والوں کا قصہ سنا رہی تھیں۔ کیا یہ دونوں واقعات اس کی طاقت کے مظہر نہیں ہیں۔''

ویرا نے اپنے سر کو نفی میں ہلا دیا ''دونوں کام ادھورے رہے۔ سوبھراج آزمائش سے بچا ہوا ہے۔ ابھی تک کسی نے کام پورا نہیں کیا اس لیے معاوضہ دینے کی نوبت نہیں آئی۔''

''ہاں!'' سلطان شاہ نے اس کا ساتھ دیا ''شیر دل کا حملہ ناکام رہا۔ وہ پکڑا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ تم نے آخر کار اس سے وہ کام لے ہی لیا لیکن سوبھراج یا کوبرا سے اپنے کام کا معاوضہ وصول کرنے سے پہلے وہ مار دیا گیا۔ شیراڈ والوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ ایک مر چکا ہے۔ دوسرا قریب المرگ ہے۔ ان ناکامیوں کے سہارے اس کی ساکھ باقی ہے جو زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہے گی۔ وہ فون پر احکام دے سکتا ہے معاوضہ نہیں پہنچا سکتا۔''

''کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ راج محل کو جلانے کے بعد کنگال ہو گیا ہے؟'' غزالہ نے پوچھا۔

''اس کے پاس کروڑوں روپے ہو سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ رقم کون پہنچائے گا۔ اس کے ساتھ سنیل بھی زخمی ہے۔ کسی ایک کام کے معاوضے کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو اس کے نام کی دھول اڑ جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ کام پورا ہونا چاہیے۔'' میں نے قائل ہوتے ہوئے کہا۔

''پہلے وہ نک کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اس کے بعد اب اس نے جہانگیر کو تاکا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جب تک جہانگیر کو کوئی واضح نقصان نہیں پہنچ جاتا۔ سوبھراج کے بھرم کی آزمائش کی نوبت نہیں آئے گی۔'' غزالہ نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

''اس لمحے کی صورتِ حال یہی بتا رہی ہے۔ دعا کرو کہ آج کی ناکامیوں کے بعد وہ کسی کو کوئی اور کام بھی سونپ دے۔'' یہ میری ایماندارانہ رائے تھی۔

دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ ویرا کے اچانک چلے جانے سے جو کشیدگی پیدا ہوئی تھی وہ مزید کسی بدمزگی میں تبدیل نہیں ہوئی۔ کھلے دل سے ہر بات صاف ہو گئی تھی۔ رات گئے سب ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اگلی صبح میری آنکھ جلد کھل گئی۔ شاید اس کا سبب یہ رہا ہو کہ شعوری اور لاشعوری طور پر مجھے سوبھراج کے اعتراف کا انتظار تھا۔

میں بستر چھوڑ کر اپنے کمرے سے باہر نکلا تو ڈائننگ ٹیبل پر ربر بینڈ میں لپٹے ہوئے تازہ اردو اور انگریزی اخبارات رکھے ہوئے تھے۔

میں نے وہیں کھڑے کھڑے، ربر بینڈ اتار کر اخبار کھول لیے۔

اردو اخبار کے پہلے صفحے پر شہ سرخی کے نیچے چار کالم کی ذیلی سرخی میں الیف بی آئی اور سوبھراج کی ہولناک مخاصمت کی خبر نمایاں تھی۔ اخبار محتاط تھا اس لیے اس نے تیسری اور قدرے باریک سطر میں سوبھراج کا یہ دعویٰ نقل کیا تھا کہ 'نک ہارووے سے میں نے بے وفائی کا بدلہ لے لیا۔' وہ سب اس قدر سنسنی خیز تھا کہ میں نے منہ ہاتھ دھوئے بغیر وہیں کرسی سنبھال لی۔

سوبھراج نے بالکل وہی کیا تھا جو اس نے مجھ سے کہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے اخبار کے دفتر فون کر کے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اخبار کے پہلے صفحے پر اپنی طرف سے ایک جلی اشتہار چھپوانا چاہتا تھا۔ اشتہار کا معاوضہ نقد ادا کرنے کی پیش کش کی گئی تھی۔

کئی دن سے سوبھراج کا نام اخباروں کی زینت بن رہا تھا۔ اس کے سیاہ کارناموں پر سے ایک ایک کر کے پردہ اٹھ رہا تھا۔ ہر باخبر حلقے میں اس کا نام موضوع سخن بنا ہوا تھا۔ جوں ہی متعلقہ شخص کے استفسار پر سوبھراج نے اپنا نام بتایا، اخبار کے دفتر میں کھلبلی مچ گئی۔

وہ ماضی کا ایک بہت بڑا سیاسی نام تھا مگر اس وقت ایک روپوش ملزم تھا۔ جس کی گرفتاری کے وارنٹ نکلے ہوئے تھے۔ اس شخص نے وہ کال فوری طور پر اپنے چیف رپورٹر کو منتقل کر دی۔

اشتہارات ہر اخبار کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہوتے ہیں اور پہلے صفحے کے قیمتی اشتہارات کو ترجیحی حیثیت دی جاتی ہے۔ وہ چیف رپورٹر سوبھراج کا شناسا تھا۔ مزاج پرسی کے بعد اس نے اشتہار چھاپنے کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے قدرے مکاری سے کام لیا اور سوبھراج سے جاننا چاہا کہ وہ اس سے کہاں مل کر اشتہار کا متن اور رقم لے سکے گا۔

سوبھراج نے اس سے ملنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنے مجوزہ اشتہار کا متن پڑھ کر سنانا شروع کر دیا۔ اس میں ایف بی آئی کے خلاف زہر اگلا گیا تھا اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ برسوں کی خدمات کے صلے میں ہارورڈ نے اسے ایف بی آئی کا غدار قرار دے کر اس سے بے وفائی کی تھی جس کے بعد عبرت ناک موت تک کا مقدر بن کر رہ گئی تھی کیونکہ اس نے سوبھراج کو واجب القتل قرار دیا تھا۔

اس نے ایف بی آئی کے سفاکانہ فیصلے کو قبول کرنے کے بجائے روپوشی اختیار کر لی تھی کیونکہ پاکستان آتے ہی اسے مارنے کی کوششوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ایف بی آئی والے اس کی گھات میں تھے، وہ نک کی تاک میں لگا رہا اور آخر کار اس نے اپنے ایک جاں نثار کے ذریعے نک کو اسی کے فلیٹ میں جہنم واصل کر دیا۔

اخباری متن میں اس اشتہار کا سارا مواد شامل نہیں کیا گیا تھا مگر خبر تفصیل سے بنائی گئی تھی۔ اس میں سوبھراج کا یہ دعویٰ بھی شامل تھا کہ وہ ایف بی آئی کی تاریخ کا پہلا واقعہ تھا جس میں غدار قرار دیے جانے والے شخص نے ان سے بھرپور انتقام لیا تھا۔

متن سننے کے بعد چیف رپورٹر نے اس اشتہار کی حساس نوعیت کی بنا پر اشاعت سے اپنی معذوری ظاہر کی تو سوبھراج نے دھمکی دی کہ صبح کے اخبار میں وہ سب نہ چھاپا گیا تو وہ نک کی طرح اخبار کے مالک کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

چیف رپورٹر کو یقین تھا کہ فون کرنے والا سوبھراج ہی تھا۔ اخبار کے مالک کی موت کی دھمکی سے قطع نظر وہ ایک بہت بڑی اور ہولناک خبر تھی۔ مجلس ادارت کے تجربے کار اراکین نے طویل مشاورت کے بعد رات گئے اس خبر کو شاملِ اشاعت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس خبر میں نمائندوں کی بھاگ دوڑ کا نچوڑ بھی شامل تھا جس میں بہت سی باتیں پہلی مرتبہ منظر عام پر لائی گئی تھیں۔

مجھے خوشی تھی کہ سوبھراج کا وہ اعتراف منظرِ عام پر آ جانے کے بعد میرے خلاف کوئی بڑا محاذ کھلنے کے امکانات معدوم ہو گئے تھے۔

پہلے ہی صفحے کی دوسری خبر کفیل کے بارے میں تھی۔ وہ نک کو قتل کرنے کے بعد رابن ہائٹس کے ساتویں فلیٹ سے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔

نک کے قتل کا معاملہ بہت سنگین اور نازک تھا اس لیے کفیل کی حالت کو نظر انداز کر کے اسے طاقت ور انجکشن دیے گئے جن کے نتیجے میں وہ اپنی تکلیف کو بھول کر بیان دینے کے قابل ہو گیا تھا۔

اس نے بتایا کہ وہ خطیر معاوضے پر شیر دل کے لیے کام کرتا تھا۔ اس کے ایما پر اس نے رابن ہائٹس پہنچ کر وہاں موجود دونوں سفید فاموں کو ہلاک کرنے کے لیے بے آواز فائرنگ کی تھی۔ شیر دل کی پشت پر کون تھا۔ وہ اس راز سے بے خبر تھا۔

کفیل کی تان شیر دل پر آ کر ٹوٹ گئی تھی لیکن اخبار کے کرائم رپورٹر نے شہر کی زیر زمین دنیا کے سربرآوردہ لوگوں سے مراسم کی بنا پر سراغ لگا لیا تھا کہ شیر دل کافی عرصے سے کوبرا نامی کسی نامعلوم شخص کے لیے کام کر رہا تھا جب کہ پچھلے چند روز میں سامنے آنے والے انکشافات کی روشنی میں وہ سوبھراج کا ایک بہروپ تھا۔

وہاں تک سب کچھ ٹھیک تھا۔ اس سے آگے گڑبڑ ہو گئی تھی۔

شیر دل کی لاش کو سرکاری اسپتال کے روٹین کے مطابق مردہ خانے میں ڈال دیا گیا تھا لیکن جب کفیل کا بیان سامنے آیا تو شیر دل کا نام یکا یک اہمیت اختیار کر گیا۔ اس کی لاش کی حالت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زہر کا شکار ہوا تھا۔

پھر بھی ہنگامی طور پر اس کا ریسی پوسٹ مارٹم کیا گیا اور پولیس سرجن نے اس کی گردن کے ایک ننھے سے سوراخ کے

Downloaded from https://paksociety.com

ذریعے ایک مہلک زہر کے اترنے کی تصدیق کردی۔

امریکی سفارتی عہدے داروں کا خیال تھا کہ شیر دل کی موت کا طریقہ اس گتھی کی کلید تھا۔ وہ ڈینی کا مخصوص طریقہ تھا۔ اس نے شیر دل کو صرف اس لیے راستے سے ہٹا دیا کہ وہ نک کے اصل قاتل کی نشان دہی کرسکتا تھا۔

ان لوگوں کا موقف تھا کہ سارا کیا دھرا ڈینی کا تھا۔ سرکاری حلقوں میں موجود اس کے ہمدرد اسے بچانے کے لیے سارا ملبہ سوبھراج پر گرا رہے تھے جو روپوش تھا۔ سامنے آکر اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔

وہ سوبھراج کے دعوے کو کوئی وقعت دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی ماہر صداکار نے فون پر اخبار کے چیف رپورٹر کو کامیابی سے دھوکا دیا تھا۔ سوبھراج ہر طرف سے اس بری طرف عتاب میں آیا ہوا تھا کہ اپنے بچاؤ کے سوا کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

اخبار کا چیف رپورٹر بہت گھاگ تھا۔ اس نے مسئلے کی نوعیت کا بروقت اندازہ کر کے سوبھراج سے ہونے والی گفتگو ریکارڈ کرلی تھی۔ امریکی سفارتی موقف کے جواب میں اس نے قارئین کو بتا دیا تھا کہ مناسب وقت آنے پر وہ ریکارڈ کی ہوئی ساری گفتگو کسی بھی بااختیار فورم کے سامنے پیش کردے گا۔

وہ تفصیل پڑھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ اخبار کے چیف رپورٹر نے غیر ارادی طور پر میرے ایک حلیف یا مددگار کی پوزیشن لے لی تھی۔ اس گفتگو کی اصلیت ثابت ہوتے ہی مجھ پر عائد کیا جانے والا قتل کا الزام باطل ثابت ہوجاتا۔

وہ پریس اور امریکی سفارت کاروں کی ایک قانونی لڑائی ہوتی جس کا نتیجہ سو فیصد میرے حق میں نکلنا تھا۔ اس میں دیر ہو سکتی تھی، تبدیلی نہیں ہوسکتی تھی۔

وہ حالات کی عجیب ستم ظریفی تھی کہ امریکی دوسروں سے مار کھا کر بھی میرے نام کا شور مچا رہے تھے اور ہر قسم کی بے بنیاد الزام تراشی پر اتر آئے تھے۔

ایک خبر اس جونیئر سفارت کار کی تھی جس نے مشتعل ہوکر آغا خان اسپتال میں ہوم سیکریٹری کا گریبان پکڑ کر فحش گالیاں بکنی شروع کردی تھیں۔ اس شرمناک واقعے کے متعدد چشم دید گواہ موجود تھے۔ اسے جھٹلانا ممکن نہیں تھا اس لیے امریکیوں نے ہوم سیکریٹری کی اشک شوئی کے طور پر اس افسر کو ملازمت سے معطل کر کے فوری طور پر امریکا واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ہمارا پچھلا دن بہت مصروف گزرا تھا۔ اس رعایت سے اخبار بھی بڑی بڑی خبروں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر شعبے کے لوگوں کی طرف سے سوبھراج کی مذمت میں بیانات آرہے تھے۔ سیاسی پارٹی نے اس کی بنیادی رکنیت منسوخ کردی تھی۔ معزز ہندو ٹھل کراس پر لعنت ملامت کررہے تھے۔

میں نے اخبار کا پہلا اور آخری صفحہ پوری طرح چاٹ ڈالا لیکن مجھے کالی شیراڈ کا کہیں ذکر نظر نہیں آیا۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ خبر دوسری اہم خبروں کی وجہ سے کہیں دبی رہ گئی ہوگی۔

جب میں نے پہلا ورق موڑ کر مقامی صفحے پر نظر ڈالی تو مجھے وہ آخری خبر بھی نظر آگئی۔

وہ ایسا الگ تھلگ واقعہ تھا کہ کوئی بھی اسے سوبھراج کی ذات سے منسوب کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔ اسے ایک بڑے مقامی واقعے کا درجہ دیا گیا تھا۔

خبر میں اس واقعے کا کوئی سر پیر نہیں تھا۔ بس یہ بتایا گیا تھا کہ درخشاں سے فائرنگ کی آوازیں سن کر پولیس کی ایک گشتی پارٹی تیزی سے ادھر روانہ ہوئی تو اسے دور سے ایک کار یوٹرن لے کر واپس آتی ہوئی نظر آئی۔ پولیس پارٹی نے اسے روکنا چاہا تو کالی شیراڈ سے ایک فائر ہوا اور اس کی رفتار تیز ہوگئی۔ پولیس والوں نے گاڑی گھما کر اس کے پیچھے ڈال دی۔

پولیس فائرنگ کے نتیجے میں شیراڈ کا ڈرائیور زخمی ہوگیا اور گاڑی بے قابو ہوکر کچے میں اتر کر پھنس گئی۔ پولیس وہاں پہنچی تو ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر خون میں نہایا ہوا ایک بے جان انسانی وجود پڑا ہوا تھا۔ رات گئے تک دونوں کی شناخت نہیں ہو سکی تھی۔

پولیس ریکارڈ کے مطابق کالی شیراڈ مسروقہ تھی۔ اس میں پائے جانے والے کاغذات اصل مالک کے نام پر تھے۔ وہ گاڑی دو روز قبل ملیر کے علاقے سے چرائی گئی تھی۔

وہ خبر ختم کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس وقت میرے اعصاب شاید ان خون آشام خبروں کے زیر اثر کچھ بھڑکے ہوئے تھے۔ میں سرعت سے پلٹا تو دیرا کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''گڈ..... تو تم میری بنائی ہوئی خبر پڑھ رہے تھے!'' اس نے ہنس کر پوچھا ''پولیس مقابلے میں زخمی ہونے والے کا اب کیا حال ہے؟''

''گولی اس کی گردن میں لگی ہے۔ اب تک بے ہوش ہے۔ دوسرا واقعی مرگیا۔ مجھے حیرت ہے کہ جہانگیر کثرت سے شراب نوشی کے باوجود صحیح نشانہ لے کر گولی چلا سکتا ہے۔''

''وہ میرے ساتھ تھا۔ پارٹی لیڈر مضبوط ہو تو کبوتر بھی عقاب سے لڑ پڑتا ہے۔ جہانگیر تو پھر پرانا پاپی ہے۔ اسے ماضی یاد آگیا ہوگا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا تم میرے اوپر کسی قسم کا طنز کرنے کی کوشش کر رہی ہو؟''

''ہرگز نہیں!'' اس نے جلدی سے جواب دیا ''میں صرف یہ بتا رہی تھی کہ میں بھی خراب ٹیم لیڈر نہیں ہوں۔ جہانگیر حوصلے سے کام نہ لیتا تو ہمارے لیے شاید بھاگنا بھی دشوار ہو جاتا۔''

میں نے اس وقت تک ہاتھ منہ نہیں دھویا تھا۔ ویرا تازہ دم نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے سراپا پر ایک نگاہ ڈال کر اپنے کمرے کی طرف ہولیا اور اس نے اخبار اٹھالیا۔

غزالہ بیدار ہو چکی تھی اور غسل خانے میں منہ دھو رہی تھی۔ وہ نکلی تو میں غسل خانے میں گھس گیا۔

میں دیکھ چکا تھا کہ اس وقت تک کچن میں کسی قسم کی سرگرمی کے کوئی آثار نہیں تھے اس لیے میں دیر تک نیم گرم پانی سے نہاتا رہا۔

میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنے کمرے سے دوبارہ باہر نکلا تو کچن آباد ہو چکا تھا اور میز پر ناشتے کی تیاری ہو رہی تھی۔

''سوبھراج کا واقعی دماغ الٹ چکا ہے۔'' ویرا نے مجھے دیکھتے ہی اطلاع دی ''میرا خیال تھا کہ اس کے اعترافی اشتہار والی خبر صرف اردو اخبار میں آئی ہوگی کیونکہ وہی زیادہ پڑھا جاتا ہے مگر وہ خاصے اختصار کے ساتھ انگریزی اخبار میں بھی موجود ہے۔''

''اس کا کسی انگریزی اخبار سے رابطہ کرنا ضروری تھا۔'' میں نے اپنی مخصوص کرسی سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''اس کا اصل پیغام ایف بی آئی والوں کے لیے ہے اور وہ صرف انگریزی پڑھ سکتے ہیں۔ اردو کا ترجمہ شاید ان کے لیے اتنا موثر نہ ہوتا۔''

تھوڑی دیر میں سلطان شاہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔ سب اس بات پر مسرور تھے کہ اخبارات سے سوبھراج کے براہ راست رابطے کے نتیجے میں بازی بہت تیزی کے ساتھ ان کے ہاتھ سے نکلتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

سوبھراج کی کھلی کھلی باتیں ہر ایک کے لیے چشم کشا تھیں۔ ان سے ثابت ہو رہا تھا کہ امریکی ایجنسیاں دنیا بھر میں صرف تنخواہ دار مقامیوں سے کام نہیں لیتیں بلکہ بڑے بڑے نام نہاد لیڈروں کو بھی ان کی کمزوریوں کی بنا پر بے رحمی سے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

اس بدنامی اور رسوائی کا ایک لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا کہ ان کی میرے خلاف چلائی ہوئی مہم کا زور بھی ٹوٹ جائے گا۔

انہوں نے سوبھراج کے تاریخی اعتراف کو فراڈ کہہ کر مسترد کر دیا تھا اور اصرار کیا تھا کہ شیر دل کی موت زہر سے ہونے کے سبب ساری ذمے داری میری تھی۔

وہ ایک مضحکہ خیز بیان تھا جو ان کی بوکھلاہٹ کا مظہر تھا۔ ساری تفصیلات پڑھ کر ایک عام آدمی بھی یہ آزادانہ رائے قائم کر سکتا تھا وہ امریکی ایجنسی اور سوبھراج کی لڑائی تھی جس میں مجھے زبردستی ملوث کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

مجھے حیرت تھی کہ اخبار والوں نے شیر دل کی موت کے سبب پر زیادہ دھیان نہیں دیا تھا اور نہ ہی اس کڑی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جس سے یہ پتا چلتا کہ اگر شیر دل سوبھراج کا آدمی تھا تو وہ ڈینی کا نشانہ کیسے بنا۔

اس نکتے پر خلوص نیت اور محنت کے ساتھ کام کیا جاتا تو ایک ہی نتیجہ سامنے آتا کہ ڈینی نے سوبھراج کی دشمنی میں شیر دل کو مار دیا۔ مجھے خلش تھی کہ وہ نکتہ ادھورا چھوڑ دیا گیا تھا۔ سوبھراج کے سر پر نک سوار تھا۔ اس نے بھی شیر دل کے بارے میں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی ورنہ یہ مسئلہ وہی حل کر دیتا۔

سوبھراج قانون سے چھپتا پھر رہا تھا۔ میں اپنے قانون کے سائے میں امریکیوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس نے اخبارات سے رابطہ کر کے مجھے ایک نئی راہ دکھائی تھی۔

اس وقت تک امریکی میرے بارے میں دل کھول کر زہر اگل رہے تھے۔ حقائق صرف چند گنے چنے لوگوں کو معلوم تھے۔ وہ باتیں رائے عامہ کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ میں سوبھراج کی تقلید میں اخبارات سے براہ راست رابطہ کر کے امریکیوں کے نفرت انگیز پروپیگنڈے کا موثر سدباب کر سکتا تھا۔

میں نے وہ نکتہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اس کے استعمال کا وقت نہیں آیا تھا لیکن ضرورت پڑنے پر میں پوری بے خوفی سے وہ طریقہ اپنا سکتا تھا۔ اس سے صرف ایک ہی نقصان ہو سکتا تھا کہ میرے دشمنوں کو شہر میں میری موجودگی کا علم ہو جاتا۔ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ لوگ ویسے بھی کسی تردید کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھے۔ ان کو یقین تھا کہ مجھے پاکستانی ایجنسیوں نے کراچی میں کہیں چھپایا ہوا ہے۔

نو بجے میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی تو میرے ذہن میں جلال اور اول خان کا خیال آیا۔

میں نے بٹن دبا کر کال وصول کی تو میرے کانوں میں ایک نامانوس غیر ملکی آواز آئی اور میں چونک پڑا۔

اس نے ''ہائے!'' کہہ کر قدرے توقف کے بعد اپنی بات جاری رکھی ''کیا تم کرنل داور بول رہے ہو؟''

''ہاں! میں تمہاری آواز نہیں پہچان سکا۔'' میں نے ذہن

Downloaded from https://paksociety.com

پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں گیری بول رہا ہوں..... گیری ہارٹ!''

''اوہ! مجھے افسوس ہے کہ گیری کہ آج تک ہم میں نہیں رہا۔''

''مجھے افسوس سے بڑھ کر صدمہ ہے۔ شاید اس کے مقدر کی خرابی اسے پاکستان لے کر آئی تھی۔ وہ زندہ رہتا تو آج یہاں سے چلا گیا ہوتا۔'' اس کی آواز سے غم و غصہ جھلک رہا تھا۔

''سوبھراج کی اس حرکت نے مجھے حیران کر دیا ہے.....''

''تم بھی سرکاری بولی بول رہے ہو۔'' اس نے قطع کلامی کر کے کہا ''سوبھراج کے فرشتے بھی نک پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔ یہ ڈینی کا کام ہے۔ تم نے اخباروں میں نہیں پڑھا کہ نک کو ہلاک کرتے ہی اس نے کیسی سرعت اور صفا کی سے شیر دل کو مار ڈالا تا کہ اس کے خلاف کہیں سے کوئی ثبوت نہ مل سکے۔ وہ بہت خود غرض اور مکار ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو مگر اس بارے میں میرا اپنا نظریہ ہے۔ اس پر میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے کیسے فون کیا ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس نے میرا نظریہ جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

میرے ذہن کے کسی گوشے میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ملائمت سے جواب دیا ''آج میں بہت مصروف ہوں۔ ایک دو دن میں وقت نکال لوں گا۔''

''نہیں..... میں آج ہی ملنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔'' اس نے اصرار کیا۔

''میں ایک گھنٹے بعد بتا سکوں گا۔'' میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں دس بجے فون کروں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

پچھلے روز پے در پے رونما ہونے والے خوں ریز واقعات کے بعد گیری کا وہ فون بہت معنی خیز تھا۔ اپنے رتبے کے اعتبار سے وہ نک سے سینئر تھا۔ اس کے لب و لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے روبہ رو کچھ تلخ باتیں کرنے کے موڈ میں تھا جن کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے اضطراب کا اندازہ لگا کر میں نے وقتی طور پر اسے ٹال دیا تھا لیکن مجھے احساس تھا کہ اس سے ملنا میرے لیے اس اعتبار سے سود مند رہتا کہ مجھے اس کا ذہن پڑھنے کا موقع مل جاتا۔ نک کی موت کے بعد ان لوگوں سے میرا رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ گیری نے پہل کر کے مجھے وہ رابطہ دوبارہ استوار کرنے کا ایک سنہرا موقع فراہم کر دیا تھا جسے گنوایا نہیں جا سکتا تھا۔

میرے ذہن میں ایک بات ضرور جم گئی تھی کہ اس سے ملنے کے لیے میرا تنہا جانا مناسب نہیں تھا۔ ویرا ان کو مطلوب تھی۔ غزالہ یا سلطان شاہ کو لے جا کر بلاوجہ خطرات میں ڈالنا تھا۔ ان کی رونمائی ہونے کے بعد وہ بھی دشمنوں کی نظروں میں آ جاتے۔ گیری سے ملاقات کے لیے پہلے سے جانا بوجھا کوئی فرد ہی موزوں ہو سکتا تھا۔

ان میں ایک نام جلال کا تھا۔ امریکیوں سے میل جول اور ڈینی کے مسئلے کے بارے میں اس کے اپنے تحفظات تھے۔ وہ ایسے معاملات سے دور اور الگ تھلگ رہنا چاہتا تھا۔ اسے ہٹا دینے کے بعد صرف اول خان ہی رہ جاتا تھا جو میرا ساتھ دے سکتا تھا۔

وہ پینٹا گون کے گیری ہارٹ سے نہیں ملا تھا لیکن نک کے بعد ٹام اسے جانتا تھا۔ دوسرے کئی امریکی اہل کار اس بات سے واقف تھے کہ وہ کراچی میں ایس ٹی ایف کا چیف تھا۔

اس کا خیال آتے ہی میں نے اس کا موبائل نمبر ملایا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے دروازے پر اپنی گاڑی سے اتر رہا تھا۔ چند ثانیوں میں وہ ہنستا ہوا اندر آ چکا تھا۔

''اسے کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہونا۔'' میں نے کہا اور تپاک سے اسے گلے لگا لیا۔

اس دن کے لیے اخباری اطلاعات سب سے اہم اور سنسنی خیز موضوع سخن تھیں۔ ان پر اول خان کا ردِعمل ہم سے مختلف تھا۔

پچھلے دن کے واقعات اس قدر بھرپور تھے کہ ان کے مختلف پہلوؤں پر گھنٹوں بات کی جا سکتی تھی مگر میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد گیری کا فون آنا تھا۔ اس سے قبل مجھے اس سے ملاقات کے بارے میں کچھ طے کر لینا تھا۔

''کچھ اور بھی ہوا ہے۔'' میں نے خبروں پر سرسری گفتگو کے بعد موضوع بدلتے ہوئے کہا ''گیری جلد از جلد مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے دس بجے تک کے لیے ٹال دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ کسی بہت اہم معاملے پر بات کرنے کا خواہاں ہے۔''

''یہ تشویش ناک خبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت زیادہ اختیارات دے کر یہاں بھیجا گیا ہے۔'' اول خان فکر مند ہو گیا۔

''پینٹا گون کے ایک افسر کی یہاں آمد خطرے کی گھنٹی تھی اور اب وہ خطرہ سامنے آتا ہوا نظر آ رہا ہے۔'' میں نے کہا ''اس

Downloaded from https://paksociety.com

کے تیور اچھے نظر نہیں آتے۔''

''اس کے تیور جو بھی ہوں، ہمیں حقائق کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میری رائے ہے کہ تمہیں اس سے مل لینا چاہیے۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ان کی نئی سوچ کا اندازہ ہوسکتا ہے۔''

''میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں اور تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔''

''مجھے کوئی عذر نہیں۔'' میری توقع کے عین مطابق وہ کسی پس وپیش کے بغیر آمادہ ہوگیا۔ ''یہ مکار اور فریبی لوگ ہیں۔ کچھ پتا نہیں کہ تمہیں بلانے کے بعد وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے۔''

''میں سلوک سے نہیں ڈرتا۔ اندیشہ یہ ہے کہ انہیں کہیں سے کوئی نئی ٹپ نہ مل گئی ہو۔ نک مرنے سے پہلے کہہ چکا تھا کہ وہ کرنل داور اور ڈینی کو ایک شخصیت کے دو روپ سمجھتا ہے.....''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔'' اول خان نے میری بات کاٹ کر بے تابی سے کہا ''اگر اس نے دھوکے سے بلا کر تمہیں طاقت کے بل پر وہیں روک لیا تو جب تک ہمیں حقیقت کا علم ہوگا، وہ تم کو پاکستان کی حدود سے کہیں اور منتقل کر چکے ہوں گے۔''

''تم بات سمجھ گئے۔ مجھے یہی خوف ہے۔ ان کے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اکیلے آدمی کے ساتھ وہ کوئی بھی سلوک کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہوں گے تو کوئی غلط قدم اٹھانے سے پہلے اسے دس بار سوچنا پڑے گا۔ یہ ایک اور ایک گیارہ والی بات ہوگی۔ اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔''

''سازش کے سوا ہر صورت حال کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ مکار اور پکے سازشی ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اس وقت نک کا زخم تازہ ہے۔ اشتعال اور انتقام سے مغلوب ہو کر وہ کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں۔'' اول خان کے چہرے پر فکر مندی کے سائے لرزاں تھے۔

''بس تو پھر یہ طے ہوگیا کہ ہم دونوں ایک ساتھ اس سے ملیں گے۔''

وہ فیصلہ کر لینے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے ذہن سے ایک بوجھ اتر گیا ہو۔ اس نازک معاملے میں ویرا سمیت کسی نے ٹانگ اڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ معاملہ طے ہو جانے کے بعد ہماری گفتگو کا رخ دوبارہ خبروں کی طرف تبدیل ہوگیا۔

ٹھیک دس بجے دوبارہ گیری کا فون آ گیا۔

''ہاں کرنل! تم نے کیا فیصلہ کیا؟'' سلسلہ جڑتے ہی اس نے پوچھا ''تم میرے دفتر میں کب تک آ رہے ہو؟''

''میں ایک بجے اپنے ساتھی کے ہمراہ پہنچ سکتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ نو!'' اس کی بے ساختہ آواز سے مایوسی مترشح تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''یہ میری اور تمہاری دن ٹو دن ملاقات ہوگی جس میں کسی تیسرے فرد کی شمولیت کی گنجائش نہیں ہے۔''

''ایسی کیا بات ہے جس کے لیے تم اتنی راز داری پر مصر ہو۔''

''مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اور نک کے درمیان مفاہمت چل رہی تھی۔ پچھلے اجلاس میں بہت سے لوگ موجود تھے اس لیے وہاں اس بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ نک نے تیزی سے بات ٹال دی اس بارے میں کسی اور پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ شاید تم بھی یہ پسند نہیں کرو گے کہ تمہارے تعاون کے بارے میں تمہارے کسی ساتھی کو علم ہو۔ میں اسی باہمی تعاون کے حوالے سے تم سے ملنا چاہ رہا ہوں۔ تمہارا اکیلا آنا ضروری ہے۔''

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ میں گیری کو دوسری بار نہیں ٹال سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''پھر تم دو بجے کہیں مل لو۔''

''میرے دفتر آنے میں کیا دشواری ہے؟'' اس کی آواز تحیر آمیز تھی۔

''اس پُرتکلف فضا میں، میں خود کو بے آرام محسوس کرتا ہوں۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ تم کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔'' ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی آواز آئی۔

''یہ بھروسے کی بات نہیں ہے۔ میں اپنے تحفظ کے دس طریقے جانتا ہوں۔ میں ایک بجے تمہارے پاس پہنچ کر دو بجے تک اپنے ٹھکانے پر واپس نہیں پہنچوں تو میرے مددگار حرکت میں آ سکتے ہیں۔ یہ بات تمہارے علم میں ہو تو تم بھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھا سکو گے۔ یہ بھروسے کی نہیں میرے ذہنی سکون کی بات ہے۔ ہم باہر کہیں بھی مل سکتے ہیں۔''

''اوکے!'' اس کا لہجہ سرد ہوگیا ''میں ایک بجے اولڈ کاغٹن پر پہنچوں گا۔ اگر تمہیں میری گاڑی میں بیٹھنا پسند نہ ہو تو میں تمہاری گاڑی میں بیٹھ کر گفتگو کر لوں گا۔''

''میری گاڑی بہتر رہے گی۔ مجھے یہ شبہ نہیں رہے گا کہ میری گفتگو کسی خودکار نظام کے تحت ریکارڈ کی جا رہی ہے۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''کرنل! تم بہت چالاک اور راست گو آدمی ہو۔'' اس کی

Downloaded from https://paksociety.com

آواز آئی ''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس خطے میں ایسی انسانی ذہانت بھی پنپ سکتی ہے۔ وقت یاد رکھنا۔ میں ایک بچے اولڈ کلفٹن پہنچوں گا۔ مجھے توقع ہے کہ تم میرے ساتھ کوئی ہیر پھیر نہیں کرو گے۔''

''تم بے فکر رہو۔ میں مقررہ وقت پر وہاں ملوں گا۔''

بات ختم ہوگئی۔ گیری نے ون ٹو ون ملاقات کی شرط عائد کر کے میری پیشکش کی تیاری پر پانی پھیر دیا تھا لیکن غنیمت تھا کہ بات بن گئی تھی۔

اس کے بنائے ہوئے کسی جال میں پھنسنے کے امکان کا سدباب کرنے کے لیے کھلی فضا میں ملاقات کی تجویز ایک بہترین متبادل تھی۔

''اب گیری کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' ویرا نے اس معاملے میں پہلی بار دخل انداز ہوتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

''خطرناک آدمی ہے۔ وہ کسی بھی وقت کوئی قلابازی کھا سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''امریکا میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ صدر کے دل و دماغ پر سی آئی اے کے بعد پینٹاگون والے راج کرتے ہیں۔ فوجی اور دفاعی حکمت عملی کے ساتھ خارجہ پالیسی کا منبع بھی وہی ہے۔''

''یہی وجہ ہے کہ امریکا میں سارے مسائل کو طاقت کے زور پر حل کرنے کا رجحان دن بہ دن زور پکڑ رہا ہے۔'' میں نے کہا ''اس وقت تمہیں یہ باتیں کیوں یاد آ رہی ہیں۔''

''بس گیری کے حوالے سے یہ باتیں ذہن میں آ رہی تھیں۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ اس کی شرائط ماننے کے بجائے اپنی شرط پر ملاقات طے کی ہے پھر بھی احتیاط لازمی ہے۔'' ویرا بولی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ ابھی سے اپنے چند آدمی وہاں مامور کر دوں۔'' اول خان نے کہا ''اگر گیری کی طرف سے وہاں کوئی غیر معمولی کارروائی کی جاتی ہے تو وہ میرے آدمیوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ یہ شطرنج کی بساط ہے۔

ٹھہریئے اپنی ناک کا آپریشن کرانے سے پہلے

جدید ہومیو پیتھک سائنسی تحقیق اور تجربہ سے تیار کردہ انتہائی زود اثر دوا

Naricol Tablet

نزلہ زکام ہو یا الرجک یا موسمی تبدیلیوں سے ناک کی ہڈی یا گوشت کے بڑھنے سے ہو سر درد مستقل ہو ناک بند ہونا یا سانس لینے میں دشواری کیلئے مجرب دوا ہے۔

ایک ہفتہ ضرور استعمال کر کے دیکھیں انشاء اللہ ضرور شفا ہوگی

اسٹاکسٹ:
ہاشمی ہومیو اسٹور ناظم آباد بورڈ آفس فون نمبر: 6614030
عثمانیہ ہومیو اسٹور گلشن اقبال بالمقابل اردو سائنس کالج کراچی
شامی ہومیو ڈرگ بنک سکندر پور پشاور سٹی 2571776
عمران ہومیو اسٹور ناظم آباد بورڈ آفس فون نمبر 6613022
صوفی ہومیو اسٹور آرام باغ روڈ کراچی
انشاء اللہ میڈیکل اسٹور النصیر۔ کوائر ایف بی ایریا
مہر آپٹیکس آرام باغ روڈ، کراچی: 2628814

طلہ میڈیکل اسٹور نعمان ویو ابوالحسن اصفہانی روڈ گلشن اقبال
احمد ہومیو اسٹور یو پی نارتھ کراچی: 6957528
شیراز ہومیو پیتھک اسٹور اینڈ کلینک 34 نکسن روڈ لاہور فون: 042-6369691-93
عمر ٹریڈرز 8۔ ہسپتال بازار اوکاڑہ فون: 0442-514686
عمران ہومیو اسٹور۔ النور فون نمبر 6801924
الجنت ہومیو کلینک اینڈ اسٹور 5 عبداللطیف خان پلازہ منڈیاں ایبٹ آباد
لائف ہومیو اسٹور آرام باغ روڈ کراچی
صدر میڈیکل اسٹور گڈھیالی بلڈنگ صدر کراچی۔

ایک ماہ کا کورس 180 روپے۔ گھر بیٹھے V.P پارسل منگوانے کیلئے خط لکھیں
مرض کی تشخیص و علاج ریڈ ونگ کمپیوٹر کی مدد سے (خون یا تھوک کے نمونے سے ٹیسٹ)
دیگر امراض کے لئے خط و کتابت بالمشافہ ملاقات کے لئے کلینک پر رابطہ کیا جا سکتا ہے

ہومیو ڈاکٹر شوکت علی (پینل۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان)

مہوش اپارٹمنٹس شاپ نمبر 2 SC-19 بلاک N نارتھ ناظم آباد کراچی ٹیلی فون نمبر: 6647312 موبائل 0300-9229413
E-mail: hdr_shoukatali@hotmail.com
کلینک کے اوقات (صبح 11 سے 1 شام 6 سے 10)

Downloaded from https://paksociety.com

اس پر جو پہلے اپنی چال چل جائے گا وہی کامیاب ہوگا۔''

''جب سے کلفٹن کی ساحلی پٹی کو ترقی دی گئی ہے، اولڈ کلفٹن اپنی کشش کھو چکا ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا ''وہاں شام کو تھکے ہوئے جوڑے تازہ ہوا لینے کے لیے ضرور آتے ہیں لیکن دن کے وقت میں وہاں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی۔ تمہارے آدمیوں کو بھیس بدلنا ہوگا تاکہ وہ کسی کی نظروں میں نہ آسکیں۔ دن میں وہاں بھکاری اور نشے باز ستاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔''

''میرا ارادہ ہے کہ میں خود بھی ان لوگوں کی صف میں شامل ہو جاؤں۔'' اول خان نے ہنستے ہوئے عندیہ دیا ''اس بہانے گیری ہارٹ کا دیدار بھی ہو جائے گا۔''

''نیک خیال ہے۔'' غزالہ بولی ''میں محسوس کر رہی ہوں کہ ہم لوگ ہر بات نظر انداز کر کے گیری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔''

غزالہ کا وہ نکتہ کچھ انوکھا سا تھا۔ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''اس وقت گیری سامنے آنے پر مجبور ہے۔'' غزالہ نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد اپنی بات جاری رکھی۔ ''تک مارا جا چکا ہے۔ ٹام زخمی ہو کر اسپتال میں پہنچا ہوا ہے۔ واقعات تیزی سے کروٹ لے رہے ہیں۔ وہ سامنے آنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ خفیہ بلکہ کسی حد تک مجرمانہ معاملات عام سفارتی عملے کے دائرہ کار سے بالکل باہر ہیں۔''

''یہ نکتہ بجا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت وہ یہاں کیوں موجود ہے۔'' میں نے کہا ''اس کی جگہ ایف بی آئی یا سی آئی سے کا کوئی افسر بھی ہو سکتا تھا۔ پینٹا گون اور انصاف کے محکموں کے نمائندوں کی موجودگی اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ امریکیوں نے کچھ نئے فیصلے کر لیے ہیں جو کسی بھی وقت ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔''

غزالہ کے پاس میرے اعتراض کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموش ہوگئی۔

گیری سے ملاقات کے لیے ایک کھلے مقام کا تعین ہو جانے کے بعد مجھے اس کی طرف سے کوئی خطرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن سب احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر متفق تھے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اول خان اولڈ کلفٹن کے محاذ پر تیاریوں کے ارادے سے روانہ ہوگیا۔

اس کے جانے کے بعد ویرا کو خیال آیا کہ صبح کے اخبارات میں پچھلی رات تک کی خبریں چھپی تھیں۔ اول خان سے شیراڈ والوں کے بارے میں تازہ ترین پوزیشن نہیں پوچھی گئی تھی۔

وہ واقعی ایک تشنہ سوال تھا۔ گیری کی فون کال نے ہم سب کے ذہنوں کو اس طرح الجھایا تھا کہ ہم دوسری باتیں فراموش کر بیٹھے تھے۔

میں نے اسپیکر فون آن کر کے اول خان کا نمبر ملایا۔ وہ اس وقت راستے میں تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ مسروقہ شیراڈ سے پکڑے جانے والے زخمی نے صبح سویرے اسپتال میں دم توڑ دیا تھا۔ ان دونوں کی شناخت ہوگئی تھی۔ وہ دونوں کلاکوٹ کے علاقے کے پرانے بدمعاش تھے جو اپنی مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے آئے دن جیل یاترا پر جاتے رہتے تھے۔

ان دونوں کے مرجانے کی وجہ سے سوبھراج ایک مرتبہ پھر اپنے بھرم کی آزمائش سے بچ گیا تھا۔ ان کو سونپا جانے والا کام نہیں ہو سکا تھا۔ جہانگیر محفوظ تھا اس لیے کسی کو کوئی معاوضہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دیکھنا یہ تھا کہ سوبھراج کب تک شہر کے بدمعاشوں کو اپنا تابع بنا کر رکھ سکتا ہے۔

بارہ بجے میں گھر سے روانگی کی تیاری میں مصروف تھا کہ جلال کا فون آگیا۔

''بہت دیر کی مہرباں آتے آتے!'' میں نے اس کی آواز سنتے ہی مسرت کا اظہار کیا ''میں صبح سے تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔''

''میں بہت بری طرح الجھا ہوا تھا۔ بھارتی وفد کے ساتھ مذاکرات کا تیسرا دن بہت اعصاب شکن تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔''

''یعنی گوپال کے بدلے وہ سات قیدیوں کا تبادلہ کرنے پر راضی ہوگئے ہیں!''

''معاہدے پر دستخط ہوگئے ہیں۔ کسی بھی وقت تبادلہ عمل میں آجائے گا۔ اسی چکر میں، میں تفصیل سے اخبارات نہیں پڑھ سکا لیکن سرسری طور پر جو کچھ دیکھا ہے وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ سوبھراج نے احمقانہ ضد میں آکر ان پر کڑا وقت ڈال دیا ہے۔''

''کل تم نے گیری سے ملوایا تھا آج وہ مجھ سے ملنا چاہ رہا ہے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''مجھے تو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اس سے کل مذاکرہ ہوا تھا یا وہ کئی دن پرانی بات ہے۔ سب کچھ ایک دوسرے میں خلط ملط

Downloaded from https://paksociety.com

ہوکر رہ گیا ہے۔ وہ تم سے کیا چاہ رہا ہے۔''

''فی الحال صرف ملاقات۔ ایک بجے اس سے ملوں گا تو پتا چلے گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔''

''میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ ان معاملات میں، میں کھل کر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں دل سے تم سب کی کامیابیوں کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ کل رات ویرا کا کیا رہا۔ اس وقت وہ کہاں ہے۔''

''میں بالکل بھول گیا تھا۔'' اس بار مجھے معذرت خواہ ہونا پڑا اور میں نے اسے ویرا کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کی تفصیل سنا دی۔

''یہ بہت اچھا ہوا۔ سوبھراج کو ایسی دو چار چوٹیں اور ہو گئیں تو وہ بلبلا اٹھے گا۔ میری طرف سے ویرا کو مبارک باد کے ساتھ یہ پیغام دینا کہ وہ جوش کے ساتھ ذرا ہوش سے بھی کام لیا کرے یہ ضروری نہیں کہ مقدر ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا رہے۔''

''بھارت سے تمہارے ساتوں آدمی کب آ رہے ہیں؟'' میں نے اس کی بات سن کر پوچھا۔

''معاہدہ ہو گیا ہے۔ مجھے اب ان کی فکر نہیں۔ وہ جلد از جلد لوٹ آئیں گے۔ بھارتیوں کے لیے گوپال راج بہت اہم ہے۔ وہ اسے پہلی فرصت میں ہماری تحویل سے نکال لے جانا چاہتے ہیں۔ ہر بلیک کیٹ کو بھارتی نیٹ ورک میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔''

''تم داد کے مستحق ہو۔ مضبوط سودے بازی کے ذریعے تم نے ایک بلیک کیٹ کے بدلے سات پاکستانیوں کو آزادی دلائی ہے۔ ان کے خاندان تمہیں ہمیشہ دعائیں دیتے رہیں گے۔''

''ہم لوگ کسی نہ کسی کی دعاؤں کے سہارے چل رہے ہیں ورنہ عقل کام نہیں کرتی کہ ہم بڑے بڑے خطرات سے کیسے نکل جاتے ہیں۔ تمہیں ایک بجے گیری سے ملنے کے لیے جانا ہے۔ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ آج کسی وقت ملاقات ہو گی۔''

میں نے جلال کا پیغام ویرا کو سنایا اور گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ شہر میں ٹریفک کی بدترین صورتِ حال کے پیشِ نظر وقت کی تھوڑی سی گنجائش رکھنی ضروری تھی۔

میرے پاس اولڈ کلفٹن پہنچنے کے دو متبادل راستے تھے۔ میں نے شہر کی پُرہجوم سڑکوں میں گھسنے کے بجائے نیشنل اسٹیڈیم اور کارساز روڈ کے طویل تر راستے کا انتخاب کیا اور اسی طرف چل پڑا۔

سوالا جوابا

☆ ''ویٹر! یہ میری چائے میں کیا تیر رہا ہے؟''

''سر مجھ سے نہ پوچھیں۔ مجھے کیڑے مکوڑوں کی زیادہ پہچان نہیں ہے۔''

☆ ''سر! کیا آپ چپاتی کے ساتھ کچھ اور بھی منگوانا پسند کریں گے؟''

''ہاں..... ایک بیپر ویٹ لیتے آنا۔ پچھلی مرتبہ میں نے جو چپاتی منگوائی تھی وہ پنکھے کی ہوا سے اڑ گئی تھی۔''

☆ ''جناب! آپ کیوں اتنا شور مچا رہے ہیں؟ مجھے تو اس کافی میں کوئی خرابی نظر نہیں آ رہی۔''

''خرابی صرف یہ ہے کہ جسے آپ کافی کہہ رہے ہیں، آپ کا ویٹر اسے سوپ کہہ کر میری میز پر رکھ کر گیا ہے۔''

☆ ''آپ نے اپنے ہوٹل کے اشتہار میں یہ کیوں لکھا تھا کہ اب یہ نئی انتظامیہ کے تحت چلے گا؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا منیجر تو وہی ہے جو پہلے تھا؟''

''وہ تو ٹھیک ہے سر! لیکن کل منیجر صاحب کی شادی ہو گئی ہے۔''

☆ ''سر! میرا استرا کیسا تھا جس سے میں نے آپ کا شیو بنایا؟''

''اچھا..... تو تم استرے سے میرا شیو بنا رہے تھے؟ میں تو سمجھا تھا کہ تم اس کام کے لیے ریگ مال استعمال کر رہے ہو۔''

سوبھراج، سنیل، نک اور ٹام وغیرہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے اور پوری یک جہتی کے ساتھ ہمارے ملک کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ ہمیں بیک وقت ان سب سے لڑنا پڑ رہا تھا۔ یہ ہماری حکمتِ عملی کی نمایاں کامیابی تھی کہ ہم ان کے اتحاد میں زبردست دراڑیں ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ہم اپنی جگہ پر موجود تھے مگر ہمارے دشمن دو ٹکڑیوں میں بٹ گئے تھے۔

دشمن کی صفوں میں ہونے والی اس ٹوٹ پھوٹ کے نتیجے میں میدان میں دو کے بجائے تین حریف آ گئے تھے جو ایک دوسرے کے بدترین دشمن تھے۔ ہر شخص موقع ملنے پر اپنے حریفوں کی گردن کاٹنے پر تلا ہوا تھا۔ سوبھراج کے چہرے سے

Downloaded from https://paksociety.com

نقاب ہٹ چکا تھا لیکن کرنل داور کا بہروپ بہت کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا۔ ڈینی امریکیوں کو مطلوب تھا مگر کرنل داور ان کا ہم خیال تھا۔

نک کے ساتھ میں نے بتدریج ایک مفاہمانہ فضا تیار کر لی تھی۔ مجھے ہر وقت یہ احساس رہتا تھا کہ میں تلوار کی باریک دھار پر چل رہا تھا۔ کرنل داور کی ذرا سی لغزش مجھے موت کی آغوش میں پہنچا سکتی تھی۔ نک کے بعد گیری سامنے آیا تھا۔ میرے لیے وہ بالکل نیا آدمی تھا۔ پہلے سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ وہ کرنل داور کی شخصیت کو کس حد تک قبول کرتا ہے۔

میں مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے اولڈ کلفٹن پہنچ گیا۔ اس وقت وہاں عبرت ناک ویرانی کا سماں تھا۔ وسیع پارکنگ لاٹ میں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں جن میں ظالم سماج کے ستائے اور شاید کالجوں سے بھاگے دو جوڑے راز و نیاز میں مشغول تھے۔ پان اور فاسٹ فوڈ کی دکانوں پر چند افراد اکٹھے ہو کر خوش گپیوں میں وقت گزارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لان کی جھلسی ہوئی خشک گھاس پر چند آوارہ کتے پڑے اونگھ رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی سایہ دار جگہوں پر گندے لباس والے کچھ ملنگ، گداگر، چرسی اور موالی بیٹھے یا لیٹے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

پارکنگ کے لیے کسی سایہ دار جگہ کی تلاش کے ساتھ ساتھ میری نظریں اول خان اور اس کے آدمیوں کی تلاش میں بھی بھٹک رہی تھیں جنہیں اس وقت وہاں موجود ہونا چاہیے تھا مگر میں اپنی پوری کوشش کے باوجود وہاں کوئی مشتبہ آدمی تلاش نہیں کر سکا۔

شاید ان لوگوں نے اتنی کامیابی کے ساتھ اپنا بھیس بدلا تھا کہ آسانی کے ساتھ ان کا سراغ لگانا ممکن نہیں تھا۔

ایک جگہ اپنی گاڑی پارک کرنے کے بعد میں نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا تا کہ گیری وہاں پہنچے تو دور ہی سے مجھے دیکھ کر پہچان لے۔

اس وقت گاڑی پر جعلی نمبر پلیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ ان دنوں یہ احتیاط ضروری تھی تا کہ ہمارا کوئی حریف گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے ذریعے ہمارا سراغ نہ لگا سکے۔ میں مختصر لیکن پوری منصوبہ بندی کے ساتھ وہاں پہنچا تھا اور گیری کے استقبال کے لیے تیار تھا۔

اس کی چمکتی ہوئی بڑی سی سرخ گاڑی مقررہ وقت سے پانچ منٹ پہلے ڈھلان چڑھتی ہوئی اوپر آئی اور میری گاڑی کے قریب رک گئی۔

یہ بات اطمینان بخش تھی کہ گیری گاڑی میں تنہا تھا۔

اس کی گاڑی کے رکتے ہی میں اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ اتر کر میرے برابر والی نشست پر آ بیٹھا۔

''تم دیکھ رہے ہو کہ اس شہر میں کیا ہو رہا ہے!'' اس نے بیٹھتے ہی کسی تمہید یا رسمی گفتگو کے بغیر براہِ راست سوال کیا۔

''بہت کچھ ہو رہا ہے۔ دنیا کے بڑے شہروں میں کبھی کبھی تسلسل کے ساتھ پرتشدد واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت کراچی بھی اسی لہر کی زد میں آیا ہوا ہے۔''

''یہاں ہم لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے۔'' میرے محتاط جواب پر اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی تھی ''چند روز پہلے ایک کمانڈو مارا گیا اور کل نک۔''

''نک کے بارے میں مجھے دلی افسوس ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔''

وہ چند ثانیوں تک خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا پھر بولا ''اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ ہمیں فوری طور پر ڈینی مطلوب ہے۔''

''تم اس طرح مطالبہ کر رہے ہو جیسے وہ میری تحویل میں ہو؟'' میں نے حیرت سے کہا۔

''اس وقت ہو یا نہ ہو لیکن سوبھراج کے واپس لوٹنے تک وہ تمہارا قیدی تھا۔ نک نے بتایا تھا کہ اس کے بارے میں تم سے ڈیل بھی طے ہو گئی تھی۔''

''نک نے تمہیں کیا کیا بتایا تھا۔'' میں نے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

''سب کچھ..... ایک ایک بات میرے علم میں ہے۔ ہماری آج کی ملاقات پرانی مفاہمت کے تسلسل میں ہے۔ فرق یہ ہے کہ آج میں نے نک کی جگہ لی ہوئی ہے۔''

''میرے چہرے پر نظر آنے والے زخموں کے نشانات کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

میرے سوال سے صاف ظاہر تھا کہ میں اس کا امتحان لے رہا تھا۔ اس نے جھلا کر کہا ''یہ زخم اسی سن آف اے گن کے لگائے ہوئے ہیں جو آج مجھے مطلوب ہے۔''

گیری کا وہ جواب سن کر میرے وجود میں سکون کی ایک گہری لہر سرایت کر گئی۔ اس جواب میں یہ نکتہ مضمر تھا کہ وہ اس وقت بھی ڈینی اور کرنل داور کو دو الگ الگ شخصیتیں تصور کر رہا تھا۔ اس بارے میں اس کا ذہن ہر شک و شبہے سے پاک تھا۔

''بس تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ میری قید سے فرار ہو گیا تھا۔'' میں نے اطمینان سے کہا۔

''تم کیوں چبا چبا کر باتیں کر رہے ہو۔ تم نے نک سے کہا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا کہ سوبھراج روپوشی ختم کر کے سامنے آئے یا مارڈالا جائے تو تم ڈینی کو دوبارہ پکڑ کر اس کے حوالے کردو گے۔''

''ان میں سے کوئی بھی شرط پوری نہیں ہوئی۔ سوبھراج نے نک کو بھی مارڈالا۔''

''یہ بکواس ہے نک کا قاتل ڈینی ہے۔'' وہ مضطرب ہوا جارہا تھا۔

''میں نے اخبارات دیکھے ہیں۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ نک کا قاتل کون ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ نک مارا جاچکا ہے۔ سوبھراج زندہ ہے اور روپوش ہے۔''

''اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ اب اپنی شرائط کو بھول جاؤ اور ڈینی کو میرے حوالے کردو۔ اسی میں ہم سب کی عافیت ہے ورنہ وہ ایک ایک کر کے سب کو کھا جائے گا۔''

''نہیں گیری! یہ ممکن نہیں ہے۔'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا ''ڈیل دوطرفہ ہوتی ہے۔ تم میری شرط پوری کرو۔ میں تمہارا مطالبہ پورا کردوں گا اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ ڈینی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کے دروازے پر دستک دوں، وہ باہر آئے اور میں اسے پکڑلوں۔ اس کا دوبارہ سراغ لگانے کے لیے مجھے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑے گا۔''

''تم نے نک کو یہ تاثر دیا ہوا تھا کہ ڈینی ہر وقت تمہاری دسترس میں ہے۔ نک تمہاری شرط پوری کرے گا اور تم ڈینی کو اس کے بل سے نکال کر نک کے حوالے کردو گے۔''

''وہ سودے بازی کا ایک ڈھنگ تھا۔ تمہیں اندازہ ہونا چاہیے کہ ڈینی جیسے چالاک آدمی کو دوبارہ پکڑنا اتنا آسان نہیں ہے۔''

''اسے آخر تک یہ پتا نہیں چلا کہ وہ تمہارا قیدی تھا۔ وہ اب بھی تم پر اعتماد کرتا ہوگا۔ ایس ٹی ایف والوں سے اس کی گاڑھی چھنتی ہے۔''

''نک کا تعلق ایف بی آئی سے تھا۔ گیری پینٹاگون سے آیا تھا لیکن اسے ایک ایک بات اس تفصیل کے ساتھ معلوم تھی جیسے نک اپنی ہر رپورٹ براہ راست اسی کو بھیجتا رہا ہو۔

''ڈینی اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا اسی لیے وہ آج تک بچا ہوا ہے ورنہ وہ اب تک دس مرتبہ مارا جاچکا ہوتا۔''

''یہ سب تمہارے مسائل ہیں۔ اسے تلاش کرو اور جلد از جلد میرے حوالے کردو۔''

''سوبھراج کے بارے میں تم کیا کررہے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''وہ پاگل کتا ہے۔ اسے بھول جاؤ۔ وہ خود اپنی موت مرجائے گا۔''

''میں تم سے ڈینی کے بارے میں بھی بالکل یہی بات کہہ سکتا ہوں۔ کوئی ذی روح ابدی زندگی نہیں پاسکتا۔ ہر انسان کی طرح ڈینی بھی فانی ہے۔ وہ ایک دن خود اپنی موت مرجائے گا۔''

گیری کے پتلے پتلے ہونٹوں پر زہر میں ڈوبی ہوئی سفاکانہ مسکراہٹ تیر گئی ''کرنل! تم یہ نہیں کہہ سکتے تم کو میرے لیے ڈینی کا کھوج نکالنا ہوگا۔ تم نے اس کام سے انکار کیا تو تمہاری بنیادیں ہلادی جائیں گی۔ تم کچھ بھی نہیں کرسکو گے۔''

اس کے خوف ناک الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔ مگر میں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے سرسری انداز میں کہا ''میری بنیاد ہی کیا ہے جسے تم ہلاسکو گے۔''

''میں تمہاری ذات کی نہیں، اس مافیا کی بات کررہا ہوں جس کے تم تنخواہ دار ہو۔''

''اوہ!'' میں نے تحیر زدہ انداز میں ہونٹ سکیڑ کر کہا ''تو کیا تم اسپیشل ٹاسک فورس کو نقصان پہنچانے کی بات کررہے ہو۔''

''نقصان بہت چھوٹا اور ہلکا لفظ ہے۔ ڈینی جلد از جلد ہاتھ نہیں آیا تو ایس ٹی ایف کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔'' گیری کی آواز بے رحمانہ ہوگئی۔

''ڈینی اور ایس ٹی ایف کے بارے میں تم کسی سنگین غلط فہمی کا شکار ہو۔ یہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے والی بات ہے۔''

''ڈینی کو ایس ٹی ایف نے پالا ہوا ہے۔ ایس ٹی ایف کے غنڈے اسے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ آج بھی تمہاری فورس اس کی پشت پناہ ہے۔ تم نے خود نک سے اعتراف کیا تھا کہ صرف تم ڈینی کی آزادروی سے متنفر ہو۔ دوسرے افسر اس کے حامی ہیں۔ پچھلے اجلاس میں تم لوگوں نے اپنی پالیسی کے تحت ہماری بیش بہا امداد قبول کرنے سے صاف انکار کردیا۔ تم بلکہ تمہارے ہر ساتھی کو علم ہے کہ ہمارے دو تین ماہرین اپنے اپنے بہترین آلات اور مہارت کے ساتھ یہاں جم گئے تو ڈینی کا قصہ چند دنوں میں پاک ہوجائے گا۔''

''اب تم ڈیل سے پھر رہے ہو۔ یہ کھلی بلیک میلنگ ہے۔''

''تم جو چاہو کہہ لو۔ یہ ٹھوس حقیقت ہے۔ میں اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کی نیت سے یہاں آیا ہوں۔ ڈینی دو ورنہ ایس ٹی ایف سے ہاتھ دھولو۔''

''ایس ٹی ایف کے بارے میں تم لوگ ایک مدت سے بہت کچھ جانتے ہو لیکن آج تک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے پھر اب.....''

اس نے تلخی سے میری بات کاٹ دی ''اس ناپاک فورس

Downloaded from https://paksociety.com

کے بارے میں ہمیں بہت کچھ معلوم ہے۔ اب تک ہم چشم پوشی اور درگزر سے کام لیتے رہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔''

''آخر تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟'' میں نے فکرمندی کے ساتھ پوچھا۔

''تمہیں تعاون پر آمادہ کرنے کے لیے یہ تصویر دکھانی ضروری ہے۔'' اس نے آسودگی کے ساتھ کہا۔ ''ہم سرکاری طور پر تمہاری حکومت سے اس گندی مافیا کے خاتمے کا مطالبہ کریں گے۔''

''تم ایک آزاد اور خودمختار ملک کے معاملات میں ایسی کھلی مداخلت نہیں کرسکتے۔ کل تم کہو گے کہ پولیس فورس توڑ دی جائے۔ پرسوں کسی اور ادارے کی باری آسکتی ہے۔''

''اقوام متحدہ کے چارٹر کا مطالعہ کرو۔ کسی بھی رکن ملک کو اپنی حدود میں آئین سے ماورا کوئی غیر قانونی فورس رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس ضمن میں اس فورس کا مسلح اور غیر مسلح ہونا غیر اہم ہے جب کہ تمہاری مافیا ایک مسلح اور بے لگام، بے دردی فورس ہے۔''

''جب تم اتنا کچھ جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ سرکاری سطح پر قائم کیے ہوئے کسی غیر آئینی ادارے کے وجود کو ثابت کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔''

''یہ تم کالے ایشیائیوں کی بھول ہے۔'' گیری نے حقارت سے کہا ''ہم اپنے دوستوں اور دشمنوں کی یکساں خبر رکھتے ہیں۔ کہیں کوئی بے اعتدالی ہو رہی ہو تو بظاہر ہم چشم پوشی سے کام لیتے ہیں لیکن درپردہ ہمارے ذہین ماہر اپنا کام شروع کردیتے ہیں۔ ہم پندرہ برس سے ایس ٹی ایف کا پیچھا کررہے ہیں۔ نادیدہ آنکھیں ایس ٹی ایف کے ہیڈ کوارٹرز اور دس مراکز کی تصاویر بناتی رہی ہیں۔ وہاں فوجی نوعیت کی گاڑیاں اور ہتھیار پائے جاتے ہیں۔ کہوٹہ کے گرد پھیلی ہوئی ایٹمی تنصیبات کی نگہداشت اسی مافیا کے غنڈے کرتے ہیں۔ کوئی بھول کر بھی ادھر نکل جائے تو مار مار کر اس کے ہاتھ پیر توڑ دیتے ہیں۔ ادھر جانے والے کئی سفارت کاران کے تشدد کا نشانہ بنے ہیں۔ اس مافیا کے چیف کے ذاتی اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے آتے جاتے رہے ہیں۔ یہی حال ہر اسٹیشن کمانڈر کے بینک اکاؤنٹ کا ہے۔ ہمارے ماہر ورجینیا میں بیٹھے بیٹھے بینکوں کے کمپیوٹرز میں نقب لگا کر باقاعدگی سے ان کھاتوں کی فائلیں بناتے رہے ہیں۔ یہ سب ٹھوس ثبوت ہیں۔ میں نے تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے چند موٹی موٹی باتیں بتائی ہیں ورنہ ہمارا ریکارڈ بہت ضخیم ہے۔''

''میں تمہارے وسائل کی دسترس پر حیران ہوں۔ اتنے لمبے ہاتھ رکھنے کے باوجود تم اب تک ڈینی کو کیوں تلاش نہیں کرسکے۔''

''ہم اداروں، تنظیموں اور حکومتوں کی نگرانی کرسکتے ہیں۔ ان کے ٹھکانے، پالیسیاں اور ریکارڈ ہوتے ہیں۔ ایس ٹی ایف غیر آئینی ہے لیکن ہماری سخت مانیٹرنگ کی زد میں ہے۔ ہم ہر وقت اسے نیست و نابود کرسکتے ہیں لیکن ڈینی ایک سرپھرا آوارہ گرد اور قاتل ہے۔ وہ اپنے زعم میں بہت بڑا محب وطن بنا پھرتا ہے لیکن تم کو یقین ہونا چاہیے کہ ہمیں للکار کر وہ اپنے ملک کی کوئی خدمت نہیں کررہا، اسے نقصان پہنچا رہا ہے۔'' وہ لمحہ بھر کے لیے رکا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''ہم ایسے بے گھر اور بے در بدمعاشوں پر نظر نہیں رکھ سکتے۔ وہ اپنی مرضی سے واردات کرتے ہیں پھر انسانوں کے سمندر میں گم ہوجاتے ہیں۔ جب انہیں کسی کی مضبوط پشت پناہی حاصل ہو تو ان کے حوصلے اور بڑھ جاتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی کے پاس اس حرام زادے کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ تصویر ہے، آواز ہے اور نہ فنگر پرنٹس!''

اس کے آخری فقروں سے جھلکتی ہوئی مایوسی نے میرے اس تکدر کو دور کردیا جو اس کی زبان سے اپنے لیے گالی سن کر ہوا تھا۔

''تمہاری باتیں چشم کشا ہیں لیکن میں اب یہ ضرور کہوں گا کہ نک کے قتل میں ڈینی ملوث نظر نہیں آتا۔ تم غیر ضروری طور پر بات بڑھا رہے ہو۔''

''میں بات نہیں بڑھا رہا۔ حقائق بتا رہا ہوں۔ تمہارا کیا جواب ہے۔''

''میں ایس ٹی ایف کا ایک معمولی افسر ہوں۔ یہ باتیں میرے منصب سے بہت بڑی ہیں۔ ان پر تمہیں ہمارے باس سے بات کرنی چاہیے۔''

''باس اسلام آباد میں بیٹھا ہوا ہے۔ تم یہاں ہو اور ایک ہارڈ ڈینی کو اپنے چوہے دان میں بند کرچکے ہو اس لیے تم ہی ان باتوں کے لیے موزوں ترین شخص ہو۔ تمہارے انکار کے بعد جو کچھ ہوگا وہ باس تو کیا پوری دنیا کے علم میں آجائے گا۔''

''اگر صرف اتنی سی بات ہے تو میں کہوں گا کہ تم نے اب تک اپنا اور میرا وقت ضائع کیا ہے۔'' میں نے دوٹوک لہجے میں کہا اور وہ میرا منہ دیکھتا رہ گیا۔

''میں یہ سب سنے بغیر بھی ڈینی کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔'' میں نے اپنی بات جاری رکھی ''وہ کچھ کررہا ہو یا نہ کررہا ہو، اس کا نام کچھ دوستوں کے ساتھ غلط فہمیاں پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے جن میں تمہارا ملک سرفہرست ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''نک سے تمہارا دن ٹو دن رابطہ تھا۔ نام یہاں سی آئی اے کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ کئی بار تم سے ملا ہے لیکن تمہارے اور اس کے درمیان اعتماد کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ نک کے قتل کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بے نام خلارہ گیا تھا جسے پاٹنا بہت دشوار تھا۔ اپنے رازوں میں تم ہم میں سے کسی کو شریک نہیں کر سکتے تھے۔''

''میں کسی اور کے سامنے زبان بھی نہیں کھول سکتا تھا۔'' میں نے بلاوجہ اعتراف کیا۔

''تم ڈینی کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاتے تو اسے کس کے حوالے کرتے؟'' اس نے پوچھا۔

''کسی کے نہیں۔'' میں نے خیال انگیز لہجے میں کہا ''اسے دوبارہ پکڑنے کا ارادہ ترک کر دیتا یا اسے پکڑ لیتا تو خود ہی کیفرِ کردار تک پہنچا دیتا۔''

''اس ساری گفتگو کا یہ فائدہ ہوا کہ سوبھراج کی شرط درمیان سے نکل گئی کیونکہ ایس ٹی ایف کی بقا کا سوال سامنے آ چکا ہے۔ دوسری طرف تمہیں یہ یقین آ گیا ہوگا کہ میں نک کے تسلسل میں کام کر رہا ہوں۔ اجنبی ہوں اور نہ تمہارے لیے خطرہ بنوں گا۔''

''کیا سوبھراج کو اسی طرح بے لگام چھوڑ دیا جائے گا؟'' میں نے حیرت سے سوال کیا۔

''اس نے ایف بی آئی کے خلاف بے بنیاد زہر اگلا ہے۔ اسے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ مجھے اس کی تلاش ہے۔ تم بھی کوشش کرتے رہو، جلد ہی اس کا انجام سامنے آ جائے گا۔''

''میں جلد از جلد اس کا انجام دیکھنے کا آرزومند ہوں۔''

''تم میری خواہش پوری کر دو۔ میں تمہاری آرزو پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ یقین رکھو کہ ڈینی روئے زمین پر سوبھراج سے کئی ہزار گنا بڑا فتنہ ہے۔''

''تم کہہ رہے ہو تو ضرور ہوگا۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایس ٹی ایف کے بارے میں تمہاری معلومات بہت بھرپور اور قابلِ رشک ہیں۔''

''ہم اپنے دوستوں اور دشمنوں کی کمزوریوں پر اسی طرح گہری نگاہ رکھتے ہیں۔'' اس نے ایک آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''دوستوں اور دشمنوں والی بات تم نے دوسری مرتبہ کی ہے۔ میری دانست میں تم پاکستان کو بھی اپنا دوست ملک تصور کرتے ہو پھر دوستوں کی کمزوریوں پر نظر کیوں رکھتے ہو۔''

''یہ سیاسی رموز ہیں۔ اس طرح دوستوں کو قابو میں رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ تم دیکھو کہ ہم پندرہ برس سے ایس ٹی ایف کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، ریکارڈ موجود ہے لیکن تمہاری حکومت کہتی ہے کہ ملک میں ایٹمی ٹاسک فورس کا کوئی وجود نہیں تو ہم بے چون و چرا یہ دعویٰ تسلیم کر لیتے ہیں۔ سیاست میں اسی کا نام دوستی ہے۔''

''لیکن ڈینی کے چکر میں تم حقائق سامنے لانے کا ارادہ کر چکے ہو!''

''یہ ہماری مجبوری ہے۔ ہمیں یقین کی حد تک شبہ ہے کہ ڈینی کے خلاف تمہاری حکومت ہم سے بھرپور تعاون نہیں کر رہی۔ وہ کمی تم نے ذاتی طور پر پوری کر دی تو ایس ٹی ایف کا راز اسی طرح پوشیدہ رہے گا۔ ہم دوستوں کو بلاوجہ نقصان نہیں پہنچاتے۔''

''بہت صاف ستھری اور اصولی پالیسی ہے۔'' میں نے کسی طنز یا استہزا کے بغیر اس منافقانہ پالیسی کی تعریف کی ''اسی پالیسی کی وجہ سے دنیا بھر میں امریکا کی بات دھیان سے سنی جاتی ہے۔ اس کے لیے تمہارے منصوبہ ساز داد کے مستحق ہیں۔''

''ابھی نک کے سوگ میں تین دن تک دفاتر بند رہیں گے۔ اسی دوران میں، میں تمہیں اپنے رابطے کے نمبر دے دوں گا۔ مجھے جلد کوئی اچھی خبر ملنی چاہیے۔''

یہ کہہ کر وہ میری گاڑی سے اترا اور اپنی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ میں بھی فوری طور پر وہاں سے چل دیا۔

راستے میں گیری کی کہی ہوئی باتیں ایک ایک کر کے میرے ذہن میں گونجتی رہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ سے برتری کا گھمنڈ جھلک رہا تھا۔ سب سے قابلِ نفرت بات یہ تھی کہ وہ دوستوں کے اعتماد کو دغا دے کر ان کے خلاف مواد اکٹھا کرنے کے کام کو بھی قابلِ فخر قرار دے رہا تھا۔

اس سے گفتگو کرتے ہوئے میرے ذہن میں پاکستان کے مفاد کے حوالے سے کئی اہم ترین سوالات نے سر ابھارا تھا۔ باتوں کی روانی میں شاید وہ میرے سوالوں کے جواب بھی دے دیتا لیکن میں نے خود ہی ارادہ ترک کر دیا۔ ان حسّاس اور نازک معاملات پر زبان بندی ہی سب سے بہتر تھی۔ اس منصب امریکی کی توجہ کسی اور کمزوری پر مرکوز ہو جاتی تو بات بگڑ سکتی تھی۔

ہم لوگوں کو جلال کے ذریعے سرکاری پالیسیوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ اشارے ملتے رہتے تھے۔ جب سے امریکی حکومت نے کراچی میں اپنے جانی نقصانات پر زیادہ سخت رویہ اختیار کیا تھا، میں محتاط ہو گیا تھا اور میں نے اپنی ساری توجہ سوبھراج پر مرکوز کر دی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج کے چکر میں ان کے کمانڈوز سے تصادم ہوا تھا اور پھر نک کے قتل میں بھی اصل سازش سوبھراج کی تھی جسے میں نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرلیا تھا۔ اس وقت مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ نک کی ہلاکت پر بات اتنی بڑھ جائے گی تو شاید میں شیر دل کو نک کے قتل کی دوسری کوشش پر اکسانے کا ارادہ سرے سے ترک کردیتا۔

یہی معاملہ گیری کا تھا۔ میں اس سے ملنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے خود پہل کی تھی تو اس کا جواب دینا لازم ہوگیا تھا مگر نتائج کے اعتبار سے مجھے وہ ملاقات اپنے گلے پڑتی نظر آرہی تھی۔ اس سے ملنے کے بعد میں ذہنی طور پر الجھ کر رہ گیا تھا۔

میں گھر پہنچا تو اول خان کو وہاں اپنا منتظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو اور میں وہاں گداگروں میں تمھیں تلاش کررہا تھا۔'' میں نے اسے دیکھ کر بے ساختہ کہا۔

''آخری لمحات پر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ میرے آدمیوں نے بتایا کہ اولڈ کلفٹن پر پرانے اور لڑاکا بھکاریوں کا قبضہ ہے وہ نئے آدمی کو وہاں نہیں آنے دیتے۔ مار کر بھگا دیتے ہیں چ میں نے خود جانے کا ارادہ ترک کرکے اپنے ایک آدمی کو ہیرو نچی کے روپ میں وہاں بھیج دیا تھا۔ اس نے تمھاری واپسی کے بعد اپنی جگہ چھوڑی ہوگی۔''

''وہ شاہی مزاج کے گداگر معلوم ہوتے ہیں''۔ میں نے ہنستے ہوئے بتایا''۔ ہم لوگوں نے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت وہاں گزارا لیکن کسی نے قریب آکر دست سوال دراز نہیں کیا۔''

''تم وہاں گداگروں پر ریسرچ کرنے کے لئے نہیں گئے تھے۔'' ویرا غرائی۔ ''ان پر لعنت بھیجو اور یہ بتاؤ کہ گیری سے ملاقات کا کیا رہا۔''

مجھے اپنی زیادتی کا احساس ہوگیا۔ ویرا چڑنے میں حق بجانب تھی۔

میں نے اپنی اور گیری کی گفتگو کی پوری روداد دہرادی۔

''وہ کھلی بلیک میلنگ پر اتر آیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ ایس ٹی ایف کا کیا بگاڑ لیتا ہے۔'' اول خان نے فکرمند ہونے کے بجائے غصے سے کہا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سوبھراج کا سراغ کھو چکے ہیں۔ اسی لیے اسے درمیان سے نکال دیا گیا ہے تاکہ ڈینی جلداز جلد ان کے ہاتھ آسکے۔'' سلطان شاہ بولا۔

''ڈینی زندگی بھر ان کے ہاتھ نہیں آئے گا۔'' ویرا حقارت آمیز لہجے میں بولی۔ ''گیری یہ حسرت اپنے دل میں لے کر قبر میں چلا جائے گا۔''

''اب بات گیری کی نہیں رہی۔'' میں نے کہا۔ ''وہ سرکاری پالیسی کی بات کررہا تھا۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو ان کا سارا نزلہ ایس ٹی ایف پر گرے گا۔''

''یہ اس کا فریب بھی ہوسکتا ہے۔'' اول خان نے تسلی دی۔ ''اتنی بڑی تبدیلیاں آسمان سے نازل نہیں ہوتیں۔ امریکی حکومت نے ایسا کوئی فیصلہ کیا ہوتا تو اسلام آباد میں اس کی سن گن ضرور ہوتی جو جلال کے علم میں آجاتی۔''

اول خان کی بات اپنی جگہ پر درست تھی لیکن اس کا دوسرا پہلو بھی تھا۔ جلال کئی روز سے مستقل طور پر کراچی میں پھنسا ہوا تھا۔ فون پر اسے سلام آباد سے ہر چھوٹی بڑی خبر اس تفصیل سے نہیں مل سکتی تھی جس طرح شہر میں رہتے ہوئے حاصل ہوسکتی تھی۔

''تمہارے اور دوسروں کے بینک اکاؤنٹس کے بارے میں اس کی باتوں میں کتنی صداقت ہے؟'' میں نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔

''یہ بات درست ہے اور اسی سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ان لوگوں کے پاس ہمارے بارے میں بہت ٹھوس معلومات کا ذخیرہ ہے۔'' اول خان بولا۔

''تمہارے پاس اتنا سرمایہ کہاں سے آتا ہے؟'' ویرا نے بے ساختہ پوچھا۔

''یہ سب سرکار دیتی ہے اور ایک ایک پیسا سرکار کے متعین کئے ہوئے مقاصد پر خرچ کیا جاتا ہے۔'' اول خان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''ایس ٹی ایف کے غیر آئینی وجود کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کا کسی بینک میں حساب ہے نہ اس کی کوئی ملکیت ہے جو کچھ ہے کمانڈر زیا پھر باس کے نام پر ہے۔ سرکار سے تنخواہوں اور دیگر ضروریات کے لئے باس کو نقد فنڈز فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہ رقم باس بینک کے ذریعہ ہر اسٹیشن کمانڈر کے اکاؤنٹ میں منتقل کرتا ہے۔ برسوں سے یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے۔ اس کا کوئی آڈٹ ہوتا ہے اور نہ حساب کتاب!''

''یہ تو بہت ہی خطرناک صورت حال ہے۔ سارا قانونی بوجھ بارتم لوگوں کے کندھوں پر ہے۔ آج کوئی تم سے پوچھ لے کہ یہ رقمیں کہاں سے آتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں تو تمہارے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔'' ویرا تشویش سے بولی۔

''سب سے زیادہ نازک پوزیشن ہمارے باس کی ہوتی

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔اس کے لئے یہ بتانا ممکن نہیں ہے کہ وہ لمبی رقمیں اسے کہاں سے ملتی ہیں کیونکہ ان کا کوئی ثبوت یا ریکارڈ نہیں ہوتا۔''

''میں اسلام آباد میں تمہارے باس سے مل چکا ہوں۔ وہ بہت ایمان دار اور مخلص آدمی ہے۔'' میں نے کہا۔'' کوئی بے لوث آدمی ہی ایسے کام اپنے ذمے لے سکتا ہے۔''

''پچھلے سال ہمارا باس تبدیل ہوگیا ہے۔اب ایک ریٹائرڈ میجر جنرل یہ ذمے داری ادا کر رہا ہے۔اس سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔'' اول خان نے بتایا۔

''وہ جو بھی ہے، میرا اندازہ ہے کہ تمہاری طرح نیک نیت اور پرخلوص ہوگا۔ بگاڑ کے دور میں مجھے تمہاری فورس اوپر سے نیچے تک شفاف نظر آتی ہے۔''

''شفاف ہوتی تو گیری اس کا نام لے کر تمہیں بلیک میل نہ کرتا۔'' سلطان شاہ بولا۔''سب کچھ مشتبہ ہے۔ریاست اپنے مقاصد کے لئے ان لوگوں کے کندھے استعمال کر رہی ہے۔خدانخواستہ کبھی کوئی آڑا وقت آیا تو حکومت ہی ان لوگوں سے یہ پوچھنے پر مجبور ہو جائے گی کہ ان کے ذاتی کھاتوں میں بڑی بڑی رقوم کہاں سے آرہی تھیں۔''

''ایسی بدفال منہ سے نہ نکالو!'' غزالہ جھرجھری لے کر بے ساختہ بولی۔''ان لوگوں نے ملک اور قوم کی سلامتی کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا ہوا ہے۔یہ قوم کے ہیرو ہیں۔ان سے کوئی کسی قسم کی باز پرس نہیں کرسکتا۔''

''میری دلی آرزو بھی یہی ہے لیکن جب گیری جیسے بھیڑیے پندرہ سال سے کمر کس کر ان کے پیچھے لگے ہوئے ہوں تو ہر طرف سے چوکنا رہنا ضروری ہو جاتا ہے۔'' سلطان شاہ بولا۔

''ان غیر ضروری وسوسوں میں پڑ کر اپنے ساتھ ہمیں بھی ہلکان مت کرو۔'' ویرا نے سلطان شاہ کو ہلکی سی سرزنش کی۔

''اس سے ملاقات کے بعد میرا ذہن ماؤف سا ہوگیا تھا۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔''لیکن تم لوگوں کے درمیان آجانے کے بعد مجھے امید کی کچھ کرنیں نظر آرہی ہیں۔''

''تمہارے لئے ہم سب روشنی کے مینار ہیں۔'' ویرا بولی۔''یہ ایک اچھی خبر ہے کہ یہاں آتے ہی تم امید سے ہوگئے ہو۔''

اول خان کے ہونٹوں پر نمودار ہونے والی خفیف سی مسکراہٹ دیکھ کر میں نے ویرا کو چھڑکنے کا ارادہ ترک کر کے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔''میں گیری کی باتوں کو واقعات کے تسلسل میں دیکھ رہا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ گیری کو یہاں کسی مشن پر نہ بھیجا گیا ہو۔وہ نک کی جگہ لینے کے لئے پاکستان آیا ہو اور یہ بات فی الحال چھپائی جارہی ہو۔''

''اس کا امکان ہے۔'' اول خان نے میری تائید کی۔''ضرورت کے تحت کام کے آدمیوں کو ڈیپوٹیشن پر دوسرے محکموں میں بھیجنا معمول کی بات ہے۔''

''کل کے اجلاس میں گیری نے میرے سوال کے جواب میں خود کو ایف بی آئی کے بجائے پنٹیا گون کا نمائندہ ظاہر کیا تھا۔'' میں نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''وہ اس کا نفسیاتی دباؤ کا حربہ بھی ہوسکتا تھا۔ایک نیا اور بھاری نام سامنے آنے سے ہر پاکستانی افسر مرعوب ہوسکتا تھا۔'' ویرا نے مجھے سہارا دیا۔

''اس کی صحیح حیثیت کا علم ہو جائے تو کئی سوالوں کے جواب خود بخود حل ہو جائیں گے۔''

''یہ مسئلہ صرف جلال حل کرسکتا ہے۔'' اول خان بولا۔''یہ بتاؤ کہ اپنے مفروضے کے تحت تمہیں کیا نقشہ نظر آرہا ہے۔''

''اسے نک کی مشکلات کا پورا علم ہے۔'' میں نے کہنا شروع کیا۔''اگر وہ نک کے جانشین کی صورت میں یہاں آیا ہے تو اس نے یہاں آتے ہی فنی اور افرادی امداد کے نام پر پولیس کے اہم ترین محکمے میں اپنے آدمی داخل کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔وہ آج بھی برہم تھا کہ یہاں ڈینی کی تلاش میں روڑے اٹکائے جارہے ہیں۔اب اس نے میرے اوپر دباؤ ڈالنے کا دوسرا حربہ استعمال کیا ہے۔اب مجھے یوں محسوس ہورہا ہے جیسے وہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی پر چل رہا ہے اور غیر مشروط طور پر مجھے یعنی ڈینی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

''تمہارے نئے نظریے کی کچھ نہ کچھ وجوہ بھی ہوں گی!'' ویرا نے پوچھا۔

''دو باتیں بہت اہم ہیں۔وہ نک کی کارکردگی کی ساری جزئیات سے اس طرح واقف تھا جیسے نک براہِ راست اسی کو رپورٹ کرتا رہا ہو۔دوسری بات یہ ہے کہ اس نے ڈینی کے بارے میں وقت کا کوئی تعین نہیں کیا۔وہ جانتا ہے کہ کام بہت مشکل ہے۔''

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سی آئی اے کا کوئی شعبہ براہِ راست پنٹیا گون کے لئے کام کر رہا ہو اور نک کا تعلق اسی شعبے سے ہو۔'' سلطان شاہ کو ایک نیا خیال سوجھا۔

''پھر تم ایڈی کوکس خانے میں فٹ کرو گے جو چند روز پہلے نئی دہلی جاتے ہوئے چند گھنٹوں کے لئے یہاں رک کر بی ٹن دینے کے بہانے ڈینی سے ملا تھا۔'' اول خان نے اس سے ایک ٹیڑھا اور تیکھا سوال کر ڈالا۔

''یہ سوال یوں ہی نکلتے چلے آئیں گے۔'' میں نے

Downloaded from https://paksociety.com

کہا۔ ''یہ ان کے اندر کے مسائل ہیں کہ کون کس کے لئے کام کررہا ہے۔ ان سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ وہ مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس وقت میرے ذکر میں ویرا کا نام دب گیا ہے لیکن یہ بھی ان کے نشانے پر ہے۔ وہ جس کے پیچھے لگ جائیں اس کو دوسری دنیا میں پہنچا کر رہتے ہیں۔ ان کی کینہ پروری کی تازہ ترین مثال سوبھراج کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔''

''اگر یہی قصہ ہے تو ہمیں گیری کی دھمکیوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ویرا نے اپنا فیصلہ صادر کردیا۔

''میں منطقی طور پر یہی کہنے جارہا تھا۔'' میں نے اس سے اتفاق کیا۔ ''ان کے پاس ایس ٹی ایف کے بارے میں حساس ترین معلومات ضرور موجود ہیں مگر امریکی حکومت فی الحال انہیں استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ گیری نے اپنے طور پر چالاکی سے میرے اوپر یہ کارڈ کھیلنے کی کوشش کی ہے۔''

''اس نے وقت کا بھی کوئی تعین نہیں کیا۔'' ویرا بولی۔ ''تم نک کی طرح کچھ دنوں تک اسے بھی بہلاتے رہو۔ آخر کار ایک دن اس کا بھی وقت پورا ہوجائے گا۔''

''یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ گیری کی زبانی ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ہماری کمزوریوں سے کس حد تک واقف ہیں۔ ان کے آدمی پے در پے مرتے رہے تو زچ آکر وہ ایس ٹی ایف کو اپنے انتقام کا کھلا نشانہ بنالیں گے۔ ہماری قومی ضروریات ایسے کسی نقصان کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔'' اول خان نے ویرا کو سمجھایا۔

ویرا ہنس پڑی۔ ''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں اس کے تبادلے کی بات کررہی تھی۔''

اول خان نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ان دنوں وہ اپنے آدمیوں سے رابطے کے لئے وائرلیس سیٹ وغیرہ کے بجائے موبائل فون پر زیادہ انحصار کرنے لگا تھا جو استعمال میں بہت آسان تھا۔

موبائل فون کی افادیت اپنی جگہ پر تھی لیکن طویل، مسلسل اور ایک سے زائد رابطوں کے لئے اپریٹس ہی سب سے بہتر تھے۔ کسی بھی مہم پر ایک سے زائد افراد سے رابطہ برقرار رکھنے کے لئے اول خان اپنے اپریٹس کو ترجیح دیتا تھا۔

وہ کال اس کے کسی آدمی کی طرف سے آئی تھی۔ اس سے گفتگو کر کے اول خان مسرت آمیز لہجے میں اعلان کیا کہ سوبھراج نے دوسرا دھماکا بھی کردیا تھا۔

دھماکے کی نوعیت کی وضاحت کے بغیر اس کا وہ اعلان تشنہ تھا۔ سب کی مستفسرانہ نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

''شاید سوبھراج کو یہ بات گراں گزری ہے کہ امریکیوں نے شیر دل کی موت کو بنیاد بنا کر نک کے قتل کا کریڈٹ تمہیں دینے کی کوشش کی ہے۔'' اول خان نے کہا۔

''تمہاری یہ رائے الہامی نہیں ہوسکتی۔ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوگا۔'' اسے خاموش پا کر میں رسانیت سے لقمہ دیا۔

''آج صبح اس نے پھر شام کے ایک ممتاز اخبار کے دفتر فون کیا تھا۔'' اول خان بتانے لگا۔ ''اپنے روایتی ہذیان کے بعد اس نے کہا کہ امریکی عقل کے اندھے ہیں یا اپنی خجالت مٹانے کے لئے نک کے قتل کا سہرا زبردستی ڈینی کے سر منڈھ رہے ہیں۔ شیر دل اس کا آدمی تھا اور اسی نے نک کو مروایا تھا۔ یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ ڈینی نے اس کو مار ڈالا کیونکہ ڈینی سے اس کی یعنی سوبھراج کی دشمنی چل رہی ہے۔ اس نے یہ عزم ظاہر کیا ہے کہ نک کی طرح وہ ڈینی کو بھی بہت جلد جہنم واصل کردے گا۔ اس سے ٹکرانے والا کوئی شخص زندہ نہیں بچے گا۔''

''تمہارے آدمی کو یہ خبر کہاں سے مل گئی؟'' ویرا نے پوچھا۔

''شام کے ایک اخبار نے یہی شہ سرخی لگائی ہے۔ مجھے اسٹیشن فور کے ریڈیو روم سے یہ اطلاع دی گئی ہے۔ ان کو فیلڈ اسٹاف سے اس خبر کے بارے میں کئی پیغام مل چکے ہیں۔''

''سوبھراج نے زبردست کام دکھایا ہے۔'' سلطان شاہ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ ''اب ہر بات آئینے کی طرح صاف ہوگئی۔ گیری کے پورے کیمپ کے ارمانوں پر اوس پڑ جائے گی اور وہ تمہارے خلاف مزید کوئی الزام تراشی نہیں کرسکیں گے۔''

''وہ ہٹ دھرم ہیں۔ صبح کے فون کو فراڈ کہہ رہے تھے۔ اب سوبھراج کی دوسری فون کال کو ماننے سے انکار کردیں گے۔ وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں دشمنی کا یہ سلسلہ کہاں ختم ہوگا۔'' غزالہ کو خوشی کے ساتھ تشویش بھی تھی۔

''تم کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اول خان نے اسے دلاسا دیا۔ ''ڈینی کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ سب کچھ یوں ہی چلتا رہے گا۔''

''سب کو ڈینی کی فکر ہے۔ میرا نام کوئی نہیں لیتا حالانکہ میں ان کی نظروں میں خار بن کر کھٹک رہی ہوں۔'' ویرا نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

''ڈینی کا نام لیا جاتا ہے تو تمہارا نام ازخود اس میں شامل ہوتا ہے۔'' اول خان نے اس کی دل جوئی کرتے ہوئے کہا۔ ''ان کی نظروں میں تمہارا جرم ڈینی کے گناہوں سے زیادہ سنگین ہے۔ تم امریکی نژاد ہوتے ہوئے ان سے منحرف ہوئی ہو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا کے رخساروں پر خوشی اور طمانیت کی سرخی پھیل گئی۔ ذہین، دلیر اور زمانہ شناس ہونے کے باوجود وہ ایک انسان تھی اور دوسرے عام انسانوں کی طرح اپنی تعریف و توصیف کی بھوکی تھی۔ اول خان کے کلمات سے اس کی انا کی تسکین ہوئی تھی۔

''کیوں نہ اس وقت سوبھراج کو چھیڑا جائے!'' سلطان شاہ نے تجویز پیش کی۔

''وہ امریکیوں سے سینگ لڑا رہا ہے۔ اسے اس سمت میں مصروف رہنے دو۔ میرا خیال آ گیا تو وہ ادھر گھوم جائے گا۔'' میں نے ہنس کر اسے ٹالنا چاہا۔

''اور کچھ نہیں تو اس کا شکریہ ہی ادا کر دو۔ اس نے بہت لگن کے ساتھ تمہاری پوزیشن بالکل صاف کر دی ہے۔'' اس نے اصرار کیا۔

''یہ غلطی بھول کر بھی نہ کرنا۔'' ویرا نے بے ساختہ میرے دل کی بات کہہ دی۔ ''اس وقت وہ سنگل ٹریک ہو چکا ہے۔ اپنی طاقت اور بڑائی جتانے کی دھن میں وہ یہ بھولا ہوا ہے کہ اس کی اخباری وضاحتوں سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسے تمہارے فائدے کا دھیان آ گیا تو وہ امریکیوں کو بھول کر تمہارے خلاف زہر اگلنا شروع کر دے گا۔''

''تم بہت دور کی کوڑی لائی ہو۔'' اول خان نے کھلے دل سے ویرا کی تعریف کی۔ ''اس وقت سوبھراج کو اس کے حال پر چھوڑ دینا سب سے اچھا ہے۔''

اول خان کی بات پوری ہونے سے پہلے میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کا فقرہ مکمل ہونے پر میں بٹن دبا کر فون کان سے لگایا تو سوبھراج کی آواز سن کر دنگ رہ گیا۔

ہم نے اس شیطان کا ذکر چھیڑا تھا کہ وہ فون پر آ موجود ہوا۔

''ڈینی! تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟'' سوبھراج نے اپنا نام بتانے کی زحمت کئے بغیر کہا تھا۔

''اپنے گھر میں ہوں اور مزے کر رہا ہوں۔'' میں نے بے فکری سے جواب دیا۔

''تم نے آج صبح اور شام کے اخبار دیکھ لئے ہوں گے۔'' میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ اس کی تحکم آمیز آواز میں اس وقت سختی نہیں تھی۔

''دیکھ چکا ہوں۔ ان میں میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تمہارے حریف تک کے قتل کا سہرا کسی اور کے سر باندھیں گے۔ اتفاق سے انہوں نے مجھے ہی منتخب کر لیا۔ تمہارے یہ بیان پڑھ کر مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ وقت بگڑ جانے کے باوجود تمہاری سیاسی ٹھرک ختم نہیں ہوئی۔ تم خبروں میں زندہ رہنے کا فن جانتے ہو۔''

''یہ لوگ احسان فراموش اور دغاباز ہیں۔ انہوں نے مجھے برباد کر دیا ہے۔''

''مجھے بھی یقین ہے کہ یہ ایسے ہیں۔ میں سنیل کے گھر پر تمہیں بروقت آگاہ نہ کرتا تو تم وہیں جمے رہتے اور اس رات تمہارا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ شروع سے میری ہر بات حرف بحرف صحیح ثابت ہوتی آ رہی ہے میں نے کھلے دل سے تمہاری مدد کرنے کی کوشش کی مگر تم نے میری دوستی کی پیشکش کو میری کمزوری سمجھ کر ٹھکرا دیا۔''

''کیا تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت سنیل کے گھر میں موجود تھا؟'' اس کی آواز تحیر زدہ تھی۔

''معلوم نہ ہوتا تو وہاں دونوں کمانڈوز کی درگت نہ بنتی۔ وہ آتے، تمہیں تلاش کرتے اور ناکام ہو کر واپس چلے جاتے۔''

''پھر تم نے مجھے وہاں سے کیوں نکل جانے دیا؟''

''میں وعدہ خلاف نہیں ہوں۔ اس وقت میں نے تمہیں دو دن کی مہلت دی ہوئی تھی۔''

''تم واقعی عظیم دشمن ہو۔'' اس کی آواز تشکر آمیز ہو گئی۔ ''خون آشام لڑائیوں میں اصولوں کا خیال رکھنے والے شاید ہی کہیں ملتے ہوں۔''

''آج تمہاری آواز میں پرانا دبدبہ نہیں ہے۔ کیا زیادہ کمزور ہو گئے ہو؟''

''میں پہلے سے بہتر ہوں اور تم سے سمجھوتے کی بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مذاق مت کرو۔ میں نے تمہارا اخباری چیلنج بھی قبول کر لیا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ جہانگیر کے بعد اب تمہارے آدمی کب میری طرف آتے ہیں۔ اس بار ملنے والی لاشیں سربریدہ حالت میں ہوں گی۔'' میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔

''آج میں نے شام کے اخباروں والوں کو فون کیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ کلفٹن سے کالی شیراڈ میں میرے آدمی پکڑے گئے تھے۔ تم کو معلوم ہے کہ میں دوسروں سے کام لیتا ہوں۔ مجھے اپنے آدمی سے تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں کو اسی نے جہانگیر کے گھر کی طرف بھیجا تھا۔ ان کا انجام معلوم ہونے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ تم سے ٹکرا کر میں نے غلطی کی ہے۔''

''تمہیں یہ احساس بہت دیر سے ہوا ہے۔ اب لڑائی شروع ہو چکی ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''صلح ہر وقت ہو سکتی ہے۔ تم سے لڑ کر میں نے کل چند گھنٹوں میں اپنے تین آدمی کھو دیے۔ میں مزید نقصان اٹھانے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔''

''اپنا وقت قریب دیکھ کر تم کو صلح کا خیال آیا ہے۔'' میں نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''میں کوئی ڈینگ نہیں مار رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم دس آدمیوں کو مار بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں ان لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں جو نک کے ہمدردوں سے لڑائی میں میرے دست و بازو بن سکتے ہیں یہ میرا وعدہ ہے کہ اب جہانگیر کی طرف کوئی نہیں جائے گا۔''

''مجھے تمہاری یقین دہانی کی ضرورت نہیں۔ تم جب اور جسے چاہو بھیج دو مگر اس کے لئے پہلے سے قبر ضرور تیار کرا لینا میں اپنے دشمنوں پر رحم کرنے کا عادی نہیں ہوں۔'' میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ ''میں نے ابھی تک صرف شیر دل کو مارا ہے۔ باقی دو آدمی خود موت مانگنے آئے تھے۔ کوئی اور آیا تو وہ بھی مایوس نہیں لوٹے گا۔''

''تم بڑے ظرف کے مالک معلوم ہوتے ہو۔ ایسی ڈراؤنی باتیں نہ کرو.....''

میں نے اس کی بات درمیان سے اڑا دی۔ ''تم بھی ایک بلند پایہ قومی لیڈر رہ چکے ہو۔ خود کو اتنا نیچے نہ گراؤ۔ اگر مجھ سے کوئی سمجھوتا کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہو تو سامنے آ کر بات کرو۔ میں فون پر تم کو کوئی رعایت نہیں دوں گا۔''

''تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اس وقت خونی کتے میری بو پر لگے ہوئے ہیں۔ میں بہتر ضرور ہوں مگر اب بھی زخم تازہ ہیں۔ میں تم تک پہنچنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔''

''نہ لو۔ مجھے اپنا ٹھکانا بتا دو۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔'' رفتہ رفتہ میں اس پر بری طرح حاوی ہوتا چلا گیا تھا۔

''یہاں میں عیش و عشرت کے ساتھ ایک لمبی اور محفوظ زندگی گزار سکتا ہوں۔ اس کمین گاہ کے بارے میں، میں اپنے باپ کو بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''میں تمہارا باپ نہیں ایک ہمدرد ہوں۔ تم مجھ پر بھروسا نہیں کر سکتے تو پھر صلح کی باتیں بالکل بے کار ہیں۔ تم مجھے فریب نہیں دے سکتے۔''

''صلح، دوستی اور سمجھوتے کی باتیں چھوڑ دو۔ مجھے صرف اتنا یقین دلا دو کہ میں نے کوئی پہل نہیں کی تو تم میرے آدمیوں کو نہیں مارو گے۔'' اس کا لہجہ عاجزانہ ہو گیا۔

''میں بلاوجہ انسانی خون کی ہولی کھیلنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''شیر دل نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ تم نے بے رحمی سے اسے مار ڈالا۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''تمہارے دماغ میں اپنی برتری کا خناس گھسا ہوا تھا۔ تم کو یہ جتانا ضروری ہو گیا تھا کہ میری مدد یا چشم پوشی کے بغیر تم اس شہر میں نہیں پنپ سکتے۔''

''کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم میری بات کی لاج رکھو گے؟''

''تم جو چاہو سمجھ سکتے ہو۔ یہ بات ضرور یاد رکھنا کہ نک کو مار کر تم نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا ہے لیکن اس کی جگہ آنے والا اب تمہارا خون پی جائے گا۔ گیری ہارٹ ایک خوفناک دشمن ہے۔'' میں نے اس کی خوش فہمی کا خون نہیں کیا۔ اس مغالطے کو برقرار رہنے دیا کہ نک کو اسی کے ایما پر قتل کیا گیا تھا۔ اس واقعے میں میرا یا کسی اور کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اسی طرح میں نے روارودی میں گیری ہارٹ کا نام اس کے کان میں ڈال دیا تھا۔ شاید سوبھراج اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو پاتا لیکن وہ اس نام سے واقف ہونے کے بعد کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلا سکتا تھا۔

میں اسے گھیرنے کی فکر میں تھا۔ وہ لجاجت اور عاجزی کے ساتھ مجھے بے وقوف بنانا چاہ رہا تھا۔ اس سے روانی میں باتیں ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ معاً مجھے خیال آیا کہ مکالمات کی تیزی میں میں نے ایک پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔

''وہ میرے خون کی ایک بوند بھی نہیں بہا سکیں گے۔ اس سے پہلے میں گیری کو مردادوں گا۔ جب انہوں نے میری زندگی تباہ کی ہے تو مجھے بھی ان کی زندگیاں تباہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اس بارے میں تم کہیں میرا ہاتھ نہیں روکو گے۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

''تم کو یاد ہے کہ میں نے کس بنیاد پر تم کو بنکاک سے واپسی پر دو روز کی مہلت دی تھی!'' میں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''اچھی طرح یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ الف بی آئی اور راؤ اے آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے خوش فہمی تھی کہ میں انہیں سنبھال لوں گا۔ شاید میں سنبھال بھی لیتا لیکن نک نے اچانک ویرا کے حوالے سے مجھ پر غداری کا الزام لگا دیا اور میرے سارے خواب ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے۔''

''تمہارا حافظہ بہت اچھا ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ میں شہر میں دہشت گردی برداشت نہیں کروں گا۔'' میں نے اس کی چاپلوسی سے فائدہ اٹھا کر اسے دھمکایا۔

''الف بی آئی سے میں لڑ رہا ہوں۔ راؤ سے میرا براہ راست رابطہ ٹوٹا

Downloaded from https://paksociety.com

ہوا ہے۔ وہ بالا ہی بالا شہر میں کچھ کر گزریں تو میں اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔''

''محمود آباد کے ایک مندر میں آگ لگا کر تم نے شہر کو مذہبی فسادات کے جہنم میں دھکیلنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد بھی تمہارے عزائم نیک نہیں تھے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''راج محل میری عزت اور ساکھ کا نشان تھا۔'' اس کی آواز میں اداسی امڈ آئی۔ ''اسے آگ لگاتے ہوئے میرا دل خون کے آنسو رویا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں پورے شہر کو جلا کر راکھ کر دوں۔ وہ میری بھول، میری غلطی تھی۔ اسے معاف کر دو۔ اس وقت میرا دماغ الٹ گیا تھا۔''

اس وقت وہ میری دسترس سے باہر، کسی محفوظ ٹھکانے پر روپوش تھا۔ میں اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے تین آدمیوں کو کھو دینے کے بعد اپنی چکنی چپڑی باتوں سے مجھے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا یا شاید مجھ سے واقعی مرعوب ہو چکا تھا۔ میرے دل میں اس کے لئے نفرت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا مگر لفظی طور پر اسے معافی کا فریب دینے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

''ماضی کو بھول جاؤ۔ میں ایف بی آئی کی طرح راکو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ جب تک تمہارے پاس سیٹلائٹ فون موجود ہے ان سے تمہارا رابطہ ختم نہیں ہو سکتا جس دن تم نے ان کے لئے کوئی نیا کام کیا میں تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔'' میں نے کہا۔

''میں تمہاری ایک ایک بات یاد رکھوں گا۔'' اس کی آواز ممنونیت کے جذبے سے یوں لبریز تھی جیسے اسے میرے کھوکھلے وعدوں پر یقین آ گیا ہو۔

''تمہارے پاس اب بھی وقت ہے۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو اور ایک مرد کی طرح حالات کا سامنا کرو تم اس دردناک زندگی سے بچ جاؤ گے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ مسلسل روپوشی کی زندگی کس قدر بھیانک ہو جاتی ہے۔'' میں نے اسے دعوت دی۔

''نہیں..... میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے قانون کا نہیں، ایف بی آئی کے بھیڑیوں کا خوف ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ سینوں میں چھپا ہوا گند اچھل کر اخباروں میں چھپ چکا ہے۔ روپوش رہ کر میں انہیں ننگی کا ناچ نچاتا رہوں گا۔ جس دن روپوشی ختم کی وہ میری زندگی کا چراغ گل کر دیں گے۔ میری پوری زندگی اب روپوشی ہی میں گزرے گی۔''

''میں دیکھوں گا کہ اب زندگی کے کس موڑ پر تم سے ملاقات ہوتی ہے۔'' سپاٹ لہجے میں وہ الوداعی فقرہ ادا کر کے میں نے فون بند کر دیا۔

''کیا اب وہ کسی قسم کی مفاہمت پر آمادہ ہے؟'' میرے فارغ ہوتے ہی ویرا نے سوال داغ دیا جو وہ پہلے سے اپنے ذہن میں لئے بیٹھی تھی۔

''آمادہ نہیں بلکہ خواہش مند ہے۔'' میں نے ہلکی سی انگڑائی لے کر جواب دیا۔ ''میں نے اسے ہر طرح گھیرنے کی کوشش کی مگر وہ سامنے آنے پر آمادہ نہیں ہے۔ سب کچھ فون پر طے کرنا چاہتا ہے۔''

ویرا کی بات کا جواب دے کر میں نے سوبھراج سے ہونے والی گفتگو کا نچوڑ بھی بیان کر دیا۔

''تین آدمیوں کے پے در پے اتلاف نے اسے حواس باختہ کر دیا ہے۔ اچھا ہوا کہ تم نے اسے کوئی ڈھیل یا رعایت نہیں دی۔ اسے کس کر رکھا جائے تو شاید وہ کوئی بڑی شرارت نہ کرے۔ دوسری صورت میں وہ سنگین مسائل پیدا کر سکتا ہے۔'' اول خان نے اپنی رائے دی۔

''اس وقت اس کے کسی قول یا فعل پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔'' غزالہ نے پر خیال انداز میں کہا۔ ''وہ سب کچھ کھو دینے کے بعد بدترین ذہنی بحران سے گزر رہا ہے۔ پہلے آپ سے ذہنی لڑائیاں لڑتا رہا اور بار بار بدکتا رہا۔ آپ نے رفتہ رفتہ اسے زیر کر کے راہ پر ڈالا تو کل شام کو آپ کی زبانی شیر دل کی موت کی خبر سن کر ہتھے سے اکھڑ گیا اور اب خود گڑ گڑا رہا ہے۔ اس کی طبیعت کا ٹھہراؤ بالکل ختم ہو کر رہ گیا ہو۔''

''تم کیوں خاموش ہو؟'' سلطان شاہ نے ویرا کو چھیڑا۔ ''تم نے تو اس کے ساتھ خاصا وقت گزارا تھا۔ تم اپنی رائے کیوں نہیں دیتیں!''

''تمہیں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے'' ویرا کو اس پر اچانک غصہ آ گیا۔ ''مجھے کسی کے ساتھ وقت گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔ مطلب کیا ہے تمہارا؟''

''میرا کچھ بھی مطلب نہیں ہے۔'' سلطان شاہ اس کے جارحانہ تیور دیکھ کر سٹپٹا گیا۔ ''کیا راج محل میں تم سنیل اور سوبھراج کے ساتھ نہیں رہی تھیں؟''

''میں نے ان کے ساتھ وقت گزارا تھا نہ ان کے ساتھ رہی تھی۔'' ویرا نے آنکھیں نکال کر، دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''میں راج محل میں ان کی قیدی تھی۔''

''میں بھی یہی کہہ رہا تھا... دراصل میری اردو ذرا کمزور ہے اس لئے کبھی کبھی الفاظ کے انتخاب کی غلطی ہو جاتی ہے۔ پشتو میں ایسا نہیں ہوتا۔'' ویرا سے وضاحت کر کے وہ اول

Downloaded from https://paksociety.com

خان سے مخاطب ہوگیا۔ ''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی تھی۔''

''اب اس قدر معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔'' ویرانے تیزی سے کہا۔ ''میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو خوب سمجھتی ہوں۔''

''اسے اپنے آدمیوں کے مرنے کی پروا نہیں ہوسکتی۔'' اول خان نے ان دونوں کی جھڑپ ختم کرانے کی کوشش میں کہا۔ ''اسے ڈر ہے کہ ان دو واقعات کے بعد شہر کے بدمعاش اس کے لیے کام کرنے سے انکار نہ کردیں۔ سب کو پیسے سے زیادہ جان پیاری ہوتی ہے۔''

''سب کچھ بھی ہو۔ یہ نیک شگون ہے کہ وہ ڈینی سے دوستی کی طرف مائل ہے۔'' ویرانے پرسکون انداز میں کہا۔ ''کم از کم فوری طور پر وہ شہر میں کوئی گڑبڑ نہیں کرائے گا۔''

''راداولے بھی شاید کچھ دنوں کے لئے خاموش رہیں۔'' میں نے امید ظاہر کی۔ ''ابھی ان کا زخم تازہ ہے۔ جلال سے ہونے والے معاہدے کے نتیجے میں جب تک وہ اپنے بلیک کیٹ کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جاتے ان کا کوئی نیا مشن یہاں وارد نہیں ہوگا۔''

''کیا قیدیوں کے سلسلے میں جلال ان سے کوئی معاہدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا..... وہ خود آج کہاں غائب ہے؟'' اول خان نے چونک کر ایک سانس میں دو سوال کر ڈالے۔

''وہ ہمارے سات قیدی لوٹا کر گوپال راج کو لے جائیں گے۔ بارہ بجے جلال کا فون آیا تھا۔ وہ شام کو شاید یہاں کا چکر لگائے گا۔'' میں نے اسے آگاہ کیا۔

وہ ہمارے لئے کامیابیوں اور آسانیوں کا دن تھا۔ صبح کے اخبارات لے کر سوبھراج کے فون تک اچھی خبریں مل رہی تھیں ان میں گیری کا کردار ہمارے لئے تشویش ناک ثابت ہوا تھا مگر وہ بھی اس اعتبار سے بہتر تھا کہ ہمیں امریکی ایجنسیوں کے مقابلے میں ایس ٹی ایف کی صحیح پوزیشن کا علم ہوگیا تھا۔

اول خان کی روانگی کے بعد میں آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں گیا تو چند منٹ بعد غزالہ بھی موقع پا کر وہیں آپہنچی۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے آہستگی سے دروازہ بولٹ کیا اور پھر تقریباً دوڑتی ہوئی، والہانہ انداز میں میرے پہلو میں آگری۔ میں نے کروٹ لے کر اسے اپنے بازوؤں میں

علی یار خان کی سرگزشت

فلسطین کی جنگ آزادی میں شامل
ایک پاکستانی جاں باز کی ناقابل فراموش جدوجہد

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں
سب خون جگر برفاب ہوا

مجاہد

کتابی صورت (11 حصوں میں مکمل) میں تیار ہے

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین سرگزشت

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف 450 روپے

قیمت فی حصہ -/50 روپے

ڈاک خرچ -/16 روپے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551 E-Mail: kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی 75500

Downloaded from https://paksociety.com

سمیٹ لیا۔

''یہ سب کیا ہورہا ہے۔ آج میں گیری کی باتیں سن کر بہت پریشان ہوگئی ہوں۔'' اس نے خود کو میرے وجود میں سمیٹتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔

''یہ نئی باتیں نہیں ہیں۔ برسوں سے یہی سب ہوتا چلا آرہا ہے۔'' میں نے بشاشت کے ساتھ اسے حوصلہ دیا۔ ''تم کو ان باتوں کا اتنا اثر نہیں لینا چاہئے۔''

''دشمن آپ کی جان لینے کی باتیں کررہے ہوں اور میں ان کا اثر نہ لوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

''کوؤں کے کوسنے سے ڈھور نہیں مرا کرتے۔ لڑائی ہوتی ہے تو ہر فریق ایک دوسرے کے بارے میں ایسی ہرزہ سرائیاں کرتا رہتا ہے۔ انہیں ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دینا چاہئے۔''

''ایک مرنے نہیں پاتا کہ اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے۔ خوف رفتہ رفتہ میرے ذہن میں اس حد تک سرایت کرچکا ہے کہ راتوں کو مجھے ڈراؤنے خواب آنے لگے ہیں۔ کبھی کبھی میں گہری نیند سے چونک کر بیدار ہوجاتی ہوں اور میرا بدن پسینے میں ڈوب جاتا ہے۔''

''یہ بات تم آج پہلی بار بتارہی ہو۔'' میں نے شکایت کی۔

''میں دیکھتی ہوں کہ آپ دن رات کاموں میں الجھے رہتے ہیں۔ دل نہیں چاہتا کہ میں اپنے مسئلے پیش کرکے آپ کی پریشانیوں میں اضافہ کروں۔ آج میں نے مجبور ہوکر زبان کھولی ہے۔ گیری اور اس کی باتوں نے مجھے بہت پریشان کردیا ہے۔''

''کیا تم چاہتی ہو کہ میں بھی سوبھراج کی طرح روپوشی اختیار کرلوں۔'' میں نے ازراہِ مذاق پوچھا۔

''روپوشی کی کیا ضرورت ہے ہم دونوں کچھ دنوں کے لئے ملک سے باہر جاسکتے ہیں۔ دن رات کے دھڑکوں سے نجات ملے گی۔ آب و ہوا بھی تبدیل ہوجائے گی۔''

''میں نے تمہاری یہ تجویز نوٹ کرلی۔ انشاء اللہ اس پر جلد ہی عمل ہوگا۔'' میں نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ غزالہ کا وہ مشورہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔

ہم دونوں بستر پر لیٹے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ غزالہ کے قرب سے اس وقت مجھے عجیب سے سرور کا احساس ہورہا تھا لیکن ہماری وہ آزادی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ گھر کی فضا میں یکا یک ایک فلمی دوگانے کی تیز آواز گونجنے لگی تھی۔

''دیکھ لیں ہم ذرا سی دیر کے لئے کمرے میں آئے ہیں اور کسی نے شرارت شروع کردی!'' غزالہ نے میرے سینے پر سے اپنا سر اٹھا کر مسکراتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ شکایت کی۔

''یہ کون ہوسکتا ہے؟'' میں نے ہلکی سی جوابی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''یہ بدتمیزی صرف ویرا کرسکتی ہے۔'' غزالہ نے بے ساختہ کہا۔

ویرا خاصی مہذب اور تمیز دار تھی۔ بدتمیز ہوتی تو بند دروازہ پیٹنا شروع کردیتی مگر وہ ویرا تھی اس لئے اس نے دستک کے متبادل کے طور پر فلمی نغمے کی اونچی آواز کا استعمال شروع کردیا تھا۔

میں نے بستر چھوڑ کر آہستگی سے دروازہ کھولا تو ویرا ڈرائنگ روم میں ایک سنگل صوفے کو ایک سواتی کے زاویے پر گھما کر ہمارے دروازے کی طرف منہ کئے بیٹھی ہوئی تھی اس کی گود میں رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈر سے نغماتی بول ابل رہے تھے۔

''مجھ سے نگاہیں چار ہوتے ہی ویرا کے ہونٹوں پر شوخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ گانے کے شور میں میری آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس لئے فوری طور پر اس سے کچھ کہنا بے سود تھا۔

وہ ڈھٹائی سے میری طرف دیکھ کر چڑانے والے انداز میں مسکراتی رہی۔ اس نے گانے کی آواز کم کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

''یہ کیا بیہودگی ہے۔'' میں اس کے قریب جاکر اونچی آواز میں غرایا کیا تم بہری ہوگئی ہو جو اتنی اونچی آواز میں گانا سن رہی ہو۔''

''بہری نہیں، آداب سے کچھ بے بہرہ ہوگئی ہوں۔'' وہ گانے کی آواز کم کرتے ہوئے بولی۔ ''جب لوگ دن دہاڑے کمرے میں بند ہوکر چابی گم کردیں اور دروازہ کھلوانے کے لئے دستک دینا معیوب ہو تو پھر بند دروازوں کے پیچھے چھپے ہوئے لوگوں تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے اونچے سروں میں گنگنانا ضروری ہوجاتا ہے۔''

''تم کو احساس ہونا چاہیے کہ کسی کو آرام کی ضرورت بھی ہوسکتی ہے۔''

''آرام سے ہے کون جہان خراب میں'' اس نے تحت اللفظ میں وہ مصرعہ ادا کیا پھر کہا ''زندگی نام ہی بے آرامی کا ہے جب کوئی اندر سے خود بے کل ہو تو وہ دوسروں کو بھی آرام نہیں کرنے دیتا۔ یہی حال میرا ہے۔''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' میں نے اسے گھور کر

Downloaded from https://paksociety.com

غصے سے کہا۔ ''تمہیں یہ حیا بھی نہیں رہی کہ تمہاری یہ باتیں غزالہ کے کانوں تک پہنچ گئیں تو وہ تمہارے بارے میں کیا سوچے گی!''

''کچھ نہیں سوچے گی، وہ ایک ذہین بیوی ہے میرے اور تمہارے ماضی سے اچھی طرح واقف ہے۔ یہ بھی جانتی ہے تم ایک بھوزے کی طرح ڈال ڈال پھر کر کلیوں سے سرگوشیاں کرتے رہے ہو۔ اس کی خاموشی سے تمہیں کوئی خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے، وہ کمرے میں کیا کر رہی ہے۔''

''وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ تم کو اس سے کیا لینا ہے۔'' میں نے چیخ کر کہا۔

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہم لوگ ایک چھت کے نیچے رہتے ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں کسی نہ کسی حد تک باخبر ضرور رہنا چاہیے۔''

''سلطان شاہ کہاں ہے؟'' میں نے چونک کر اس سے سوال کیا۔

''یہ کیسٹ ریکارڈ اسی کا ہے۔ آج وہ بھی کچھ بہکا ہوا ہے۔ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کے درد بھرے گانوں کا کیسٹ خرید نے گیا ہے۔ اردو گانوں میں اسے مزہ نہیں آ رہا تھا'' اس نے ہلکے سے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ آج تم دونوں ہی پٹڑی سے اترے ہوئے ہو!''

''ہاں! لیکن سمت کا فرق ہے۔ میں پٹڑی سے دائیں طرف اتری ہوں، وہ بائیں طرف اترا ہے۔ دونوں کی سمت ایک ہوتی تو ہم بھی کسی کمرے میں بند ہو کر آرام کر رہے ہوتے۔'' اس نے آرام کے لفظ کو بہت کھینچ کر ادا کیا تھا۔

اس وقت ویرا کی ذہنی رو بہکی ہوئی تھی۔ وہ ہر بات کا ٹیڑھا جواب دے رہی تھی۔ میں نے اس کے منہ لگنا مناسب نہ سمجھا اور اس پر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس بار میں نے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔

غزالہ واش روم میں تھی۔ میں خاموشی سے بستر پر دراز ہو گیا۔

ویرا کے رویے نے میرے ذہن پر جھلاہٹ طاری کر دی تھی۔ میں ویرا کے ساتھ بیٹھا رہتا تو وہ میرا دماغ مزید خراب کر دیتی۔ بستر پر میں اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ آخر مجھے جلال کا خیال آیا۔ اس نے شام کو آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت شام ڈھلنی شروع ہوئی تھی۔ فرصت پا کر وہ کسی بھی وقت آ سکتا تھا۔

مجبوری

پولیس موبائل چند مجرموں کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ کافی دیر بعد موبائل واپس آئی تو اس میں کوئی مجرم نہیں تھا۔ ایس ایچ او نے غصے سے موبائل انچارج سے پوچھا ''مجرم کیوں نہیں پکڑے گئے؟''

''سر جی! ہم تو بڑی کامیابی سے مجرموں کا پیچھا کر رہے تھے لیکن ایک جگہ ہمیں مجبوراً رکنا پڑا۔'' موبائل انچارج نے جواب دیا۔

''کیوں.....؟ کیا موبائل ٹریفک میں پھنس گئی تھی؟''

ایس ایچ او نے ذرا نرم پڑتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں سر جی..... سڑک تو بالکل سنسان پڑی تھی اور ہم مجرموں کی گاڑی کے قریب بھی پہنچ گئے تھے.....''

''تو پھر کیا ٹائر برسٹ ہو گیا تھا؟'' ایس ایچ او نے ذرا بے تابی سے پوچھا۔

''نہیں سر..... ایسا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا..... وہ دراصل پچھلی مرتبہ جب ہم نے موبائل مرمت ہونے کے لیے دی تھی تو مکینک نے کہا تھا کہ ہر پانچ سو میل کے بعد گاڑی کا آئل ضرور بدلی کرتے رہنا..... تو سر جی.....! جب ہماری گاڑی مجرموں کی گاڑی کے پاس پہنچی تو ہمارے پانچ سو میل پورے ہو گئے ..... اور ہمیں آئل بدلوانے کے لیے رکنا پڑا..... مجبوری تھی سر.....!''

میں نے اپنے ذہنی ہیجان سے نجات حاصل کرنے کے لیے اضطراری طور پر اس کا نمبر ملا لیا۔

جلال اس وقت شاید فارغ تھا۔ اس نے پہلی گھنٹی پر ہی کال لے لی اور میری آواز سن کر مسرت آمیز لہجے میں بولا ''میں تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اپنے چکروں سے ابھی فارغ ہو کر چائے پینے کے لیے بیٹھا ہوں۔''

''تم اس وقت کہاں ہو؟'' میں نے پوچھ لیا۔

صدف مینشن میں فرصت سے بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ گیری سے تمہاری ملاقات کیسی رہی۔'' وہ بجا طور پر اس ملاقات کا احوال جاننے کے لیے مضطرب تھا۔

''اس نے مجھے بہت زیادہ الجھا دیا ہے۔ اس کی کہانی ذرا

Downloaded from https://paksociety.com

لمبی ہے۔ یہاں آ ؤ گے تو تفصیل سے بات ہوگی۔ ہو سکے تو ذرا ایک بات معلوم کرتے آنا۔''

''تمہارے لیے میں ایک نہیں، دس باتیں معلوم کر سکتا ہوں۔''

''میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ گیری یہاں کس حیثیت سے آیا ہے۔''

جواب میں اس کی بے ساختہ ہنسی کی آواز آئی پھر اس نے کہا ''کمال ہے، شاید ہم دونوں ہی ایک طرح سوچتے ہیں۔ اس سے کل کی ملاقات کے بعد سب سے پہلے میرا ذہن اسی نکتے کی طرف مبذول ہوا تھا اور میں نے اسے چیک کر لیا تھا۔ ان کے آنے سے پہلے دفتر خارجہ کو واشنگٹن سے باضابطہ فیکس ملا تھا۔ وہ دونوں پینا گون اور محکمہ انصاف کے افسران کی حیثیت سے سرکاری طور پر یہاں آئے ہیں۔''

''گیری ہر بات سے بہت زیادہ باخبر ہے۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ نک کے تبادلے کے بعد اس کی جگہ سنبھالنے کے لیے گیری کو یہاں بھیجا گیا ہے۔''

''یہ سب ان کے حساس محکمے ہیں۔ ان کے افسران مکمل بریفنگ اور ہوم ورک کے بغیر اپنے ملک سے باہر قدم نہیں نکالتے۔'' اس کی آواز سے خوش دلی رخصت ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں پھر کھل کر باتیں ہوں گی۔''

اس سے بات کر کے میرے ذہن سے سارا غبار دھل گیا۔ ویرا کے تمسخرانہ رویے سے پیدا ہونے والی جھلاہٹ بھی دور ہو چکی تھی۔

اس دوران میں غزالہ باتھ روم سے نکل کر باہر جا چکی تھی۔

میں بستر پر دراز اپنی سوچوں میں غلطاں تھا کہ اچانک گھر کی راہداری میں کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز کے ساتھ ویرا اور غزالہ کی تحیر زدہ آوازیں سنائی دیں۔ وہ دونوں کسی سے اس کی خیریت جاننا چاہ رہی تھیں۔

میں اچھل کر بستر سے اترا ہی تھا کہ سلطان شاہ دوڑتا ہوا کمرے میں گھس آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''ابھی..... ابھی ابھی اس علاقے میں ایک گاڑی داخل ہوئی ہے۔'' اس نے اپنے چڑھے ہوئے بے ترتیب سانسوں کے درمیان مشکل سے کہا ''اس میں دو امریکی سوار ہیں۔ گاڑی رینگتی ہوئی آئی ہے۔ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انہیں کسی کی تلاش ہے۔''

سلطان شاہ کی زبان سے وہ خبر سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔ وہ اس کا مغالطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس علاقے میں ساری آبادی متمول مقامی باشندوں کی تھی۔ وہاں غیر ملکیوں، خاص طور سے امریکیوں کی کسی گاڑی کا نظر آنا بہت غیر معمولی تھا۔

''کیا وہ اسی طرف آ رہے ہیں؟'' میں نے ذہنی جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

''وہ پہلی گلی میں گئے ہیں۔ ان کی رفتار بہت کم ہے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ وہ باری باری ہر گلی سے ہوتے ہوئے اسی طرف آئیں گے۔''

وہ کس کی تلاش میں تھے، ادھر کیوں اور کیسے آئے تھے۔ وہ سوال میرے ذہن میں آندھیوں کی طرح گردش کر رہے تھے۔ سلطان شاہ کے پیچھے دونوں عورتیں بھی میرے کمرے میں آ گئی تھیں اور وہ خبر سن کر دم بخود تھیں۔

اچانک میرے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ دوپہر کو اولڈ کلفٹن کے علاقے میں گیری سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کافی دیر تک میری گاڑی میں بیٹھا رہا تھا۔ ان لوگوں کے پاس جدید ترین سائنسی شعبدوں کی کمی نہیں تھی۔ وہ پہلے بھی مختلف اقسام کے چپس اور دوسرے آلات استعمال کرتے رہے تھے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ دوپہر کو گیری نے موقع سے فائدہ اٹھا کر میری گاڑی کے کسی محفوظ حصے میں کوئی چپ ڈال دیا تھا جس سے خارج ہونے والے ریڈیائی سگنل ہر لمحے امریکیوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔

مشتبہ کار میں سوار امریکی کسی بھی لمحے ہمارے گھر تک پہنچ سکتے تھے۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ گاڑی کی تلاشی لے کر چپ کو تباہ کرتے۔ ہماری ایسی کوئی بھی کوشش ہمارے لیے تباہی کا سبب بن سکتی تھی۔

''میرے ساتھ آ ؤ!'' میں نے سلطان شاہ کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا اور باتھ روم سلیپرز پہن کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ بھی میرے پیچھے دوڑ پڑا۔

چند ثانیوں بعد میں نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی کو وحشیانہ تیزی کے ساتھ گھر سے باہر لیتا چلا گیا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادیہ سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے جھنجے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ عجمی سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا وست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جمی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جمی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیشن ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جمی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کے ستم ظریفی کہ ہم دونوں کا مکاؤ میں ڈون کوانگ نوامی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز مالی وسائل پر قابو ہو کر انہیں ڈیوڈ اسٹار نامی صیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کی پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے لیے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹار اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں شی دوبارہ سرگرم عمل ہونے جا رہی تھی۔ اس مرتبہ اس کے احیا کی ذمے داری بن ڈیوڈ کے سپرد کی گئی تھی۔ جس نے نہایت ہوشیاری سے خود کو پس پردہ رکھ کر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اس نے میری تلاش میں جہانگیر کی گولڈن فارمیسی تک رسائی حاصل کر لی تھی جہاں اس سے میرا ٹکراؤ بھی ہوا مگر اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ جلد ہی ہمیں معلوم ہوا کہ بن نے راکے ایجنٹوں کے ذریعے اپنی نمومہ کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا مگر وہ ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا اس نے انہیں ٹرانسفر کے ذریعے ایک جگہ ملنے کی ہدایت کی ہم نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر ہمیں توقع سے زیادہ تیز لگا۔ وہ دونوں ایجنٹ بھی مارے گئے۔ اب ہمارے سامنے صرف سی نائن کا سراغ موجود تھا۔ اس پر ہمیں کامیابی حاصل ہوگئی۔ میں نے اول خان اور ایلس ٹی ایف کے ہمراہ اس نائن پر دھاوا بولا اور ایک جاں گسل مقابلے کے بعد بن کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ بن اپنی گرفتاری پر اس قدر بددل ہوا کہ اس نے اپنی خودکشی کی درخواست کی جسے قبول کر لیا گیا۔ دوسری طرف جہانگیر کے گھر ایک مشکوک لڑکی نے میرا ذکر نکال کر ہم سب کو چونکا دیا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ را کی بلیک کیٹ رہی ہوگی۔ بن کی موت کے بعد میں نے نک ہارو سے رابطہ کیا۔ اسے میری گفتگو سے اندازہ ہوا کہ میں بھی ڈیتی کے خلاف ہو گیا ہوں۔ اس نے میرے جھانسے میں آ کر مقامی ہوٹل میں کسی کو برائی نقاب پوش سے ملنے کی ہدایت کی۔ میں نے نقاب کے بغیر ملنے پر اصرار کیا تو بات بگڑ گئی۔ تاہم اس دوران وہ ہوٹل کے منیجر کے بارے میں ٹپ دے چکا تھا۔ گفتگو کے اختتام پر میں نے ہوٹل کے منیجر کو اغوا کرنا چاہا مگر ہمارے دشمن بہت تیز تھے۔ منیجر کو ہوٹل میں مار دیا گیا۔ ہوٹل کے مہمانوں کے رجسٹر میں مندرجات سے اندازہ ہوا کہ حشمت خان ہی کوبرا کا دوسرا نام تھا۔ اسی دوران میں تل والی مشکوک لڑکی سلمٰی سے ٹکرائی اور اس نے ایک شخص کا حلیہ بیان کر دیا۔ اس حلیے کا شخص ارجن کے ہوٹل میں دیکھا گیا تو ہماری تمام تر توجہ اسی کی جانب مبذول ہوگئی۔ وہ مشکوک شخص ایک جواں عمر لڑکی کے رابطے میں تھا۔ لڑکی را کی بلیک کیٹ ہو سکتی تھی۔ اسی اثنا میں نک ہارو نے تصدیق کر دی کہ ڈیتی کے شکار کی غرض سے بلیک کیٹ میدان عمل میں تھے۔ میں نے فوری کارروائی کی اور مشکوک لڑکی کو اس کے ساتھی سمیت ہوٹل سے اغوا کر لیا۔ ان میں کے مرد کا نام گوپال اور لڑکی سیتا کانت تھی۔ سیتا کا نت حیرت انگیز طور پر انٹیشن فورسے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی، مخصوص حالات کے پیش نظر اسے اپنے تن کے تمام کپڑے انٹیشن فورس میں ہی چھوڑ جانا پڑے تھے جن سے اس کی شناخت ممکن ہو سکتی تھی۔ جس کے بعد گوپال سے تفتیش کی گئی اور اسے سیتا کا فرضی رضا کارانہ لپسائی کا قصہ سنا کر رام کر لیا گیا۔ اس کے مطابق وہ آزادانہ طور پر کام کرنے یہاں آئے تھے اور کوبرا صرف رابطے کا آدمی تھا۔ اس نے بتایا کہ سیتا کے تعلقات ایک نوجوان سے تھے جس کا باپ ٹرانسپورٹ کا کام کرتا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ بچ گئی ہوگی۔ ہم نے گلاب خان کے گھر تک رسائی حاصل کی اور سیتا کو پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ جل دے کر نکل گئی۔ دوسری طرف میں نے کوبرا کے سیٹلائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ بہت جلد اول خان کو مروا دے گا۔ اس کی شناخت ظاہر نہ کرنے کے عوض میں اول خان کو اس لڑائی سے دور رکھنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف ویرا نے سوبھراج کے پی اے سے ایک فرضی امریکی ریڈیو اسٹیشن کے لیے انٹرویو کا وقت لے لیا۔ غزالہ سلمٰی کی طرف سے پریشان تھی اس کا خیال تھا کہ سیتا کانت کسی بھی وقت وہاں حملہ کر سکتی تھی وہ اس کے تحفظ کی خاطر وہاں گئی تھی اور واپسی میں اس کا ٹکراؤ سیتا سے ہو گیا جس کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ غزالہ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ ادھر ویرا کافی تیاریوں کے ساتھ سوبھراج کا انٹرویو لینے اس کے گھر پہنچ گئی جہاں وہ اس کے لیے جال بچھائے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے طے شدہ وقت کے مطابق سوبھراج کو فون کیا تو اس نے مخالفات کے ساتھ مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے بتایا کہ ویرا اس کی قید میں تھی۔ اب ہمارے لیے ویرا کی رہائی سب سے اہم تھی۔ ویرا اور ہمارے ستاروں نے یاوری کی اور ویرا ہماری مدد کے باعث سوبھراج کی قید سے آزاد ہو گئی۔ اب سوبھراج کی حیثیت زخمی سانپ کی طرح ہو گئی تھی۔ اس نے ملک سے راہ فرار اختیار کر لی۔ میں نے دہری چال چلنے کا فیصلہ کیا اور کرنل داور کے روپ میں نک ہارو سے بات کر کے اپنی قیمت سوبھراج کی صورت میں طلب کر لی۔ میری اس خواہش پر نک ہارو کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے اسے اکسایا کہ ڈیتی کو حاصل کرنے کے لیے وہ قیمت بہت کم تھی۔ اس نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اسی اثنا میں اول خان کو سوبھراج سے دور رہنے کا حکم مل گیا کیونکہ اس نے ایس ٹی ایف کے خلاف باقاعدہ شکایت ریکارڈ کروا دی تھی۔ میں اس شکایت کے ازالے کے سلسلے میں راج محل پہنچ گیا۔ میری ملاقات سوبھراج کے سیکریٹری سنیل سے ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہی ارجن کا قاتل ہو سکتا تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کی سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوبھراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف میں مسلسل سوبھراج کے خلاف اکسا تا رہا۔ سوبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہانکا شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت نک نے کرنل داور سے ملنے کی خواہش کی وہ میرے اس روپ میں مجھے اپنے ایک آفیسر سے ملوانا چاہتا تھا۔ میں مکمل تیاری کے ہمراہ بوٹ بیسن پہنچ گیا۔ ہمارے درمیان قدرے خوشگوار فضا میں گفتگو جاری تھی کہ اچانک نک کے افسر نے اپنا ریوالور میری پشت سے لگا دیا۔ اس کی وہ حرکت قطعاً غیر متوقع تھی تاہم اسی وقت ایس ٹی ایف کے جوانوں نے اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نک کے بقول اس کا افسر ڈیتی کے معاملے پر تشدد گفتگو کرنے آیا تھا۔ ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس نے بے معنی ملاقات کے بس پردہ یقیناً کچھ اور مقاصد رہے ہوں گے۔ اس کے ساتھ میں نے اپنی جیب میں اس کی رکھی ہوئی جیب برآمد کر لی اب اس ملاقات کا مقصد میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ دوسرے دن نک نے مجھے بلوا کر ڈیتی گن میرے سپرد کر دی اس کا خیال تھا کہ یہ ڈیتی کو قابو میں کرنے کے لیے نہایت اہم تھی۔ اس دوران سوبھراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کماٹو زتھے۔ میں گھر پہنچا تو جب جلال کی کال مجھے موصول ہوئی۔ خلاف معمول اس کا لہجہ رکھا اور سر دتھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے کیے گئے وعدے کا پاس نہ رکھتے ہوئے سوبھراج کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میری وضاحت پر بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے بتایا کہ سوبھراج زخمی ہو کر

Downloaded from https://paksociety.com

وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ یہ اطلاع خاصی سنسنی خیز تھی کہ سوبھراج اس قاتلانہ حملے میں زندہ بچ گیا تھا۔ ہم اس کے ٹھکانے کے بارے میں قطعی اندھیرے میں تھے پھر دیرانے نکتہ اٹھایا کہ وہ یقیناً اپنے سیکریٹری سنیل کے گھر گیا ہوگا جہاں اس کی خوب رو بیوی اس کے نخرے اٹھانے کو تیار ہوگی۔ میں نے سیلولائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ نک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اپنے موجودہ ٹھکانے سے نک کو آگاہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے رائے دی کہ وہ اگر اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہتا ہے تو وہ فوری طور پر اپنی رہائش تبدیل کر لے مجھے امید تھی کہ نک اس پر دوسرا حملہ ضرور کروائے گا۔ اسی دوران نک نے کرنل داور سے رابطہ کیا اور ڈینی کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگا۔ سوبھراج پر دوسرے قاتلانہ حملے کی ناکامی پر وہ جھنجلایا ہوا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کرنل داور اور ڈینی دونوں ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس کی یہ سوچ اضطراری تھی جس پر بعد میں اس نے خود معذرت کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک بار پھر سوبھراج پر حملہ کرایا تھا مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ جلال کو سوبھراج کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے سوبھراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھل کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوبھراج نے راج محل کو را کھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے خلاف کارروائیوں کا مرکزی کردار نک کی ذات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شہر میں امن وامان کے مسائل بھی کھڑے کرنے چاہ رہا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اسی وقت امریکیوں نے سوبھراج کی تلاش کے لیے معاونت کی پیش کش کی۔ جلال اس پیش کش سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں امریکیوں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کروں اور اس پیش کش کو مسترد کر دوں۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے کسی زخمی شیر کی کچھار میں بھیجا جا رہا ہو مگر میں اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے جلال کے نمائندہ اس اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں نک بھی موجود تھا۔ اسی نے انکشاف کیا کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سوبھراج نے نک کو ٹھکانے لگوانے کے اپنے ارادے پر عمل شروع کر دیا تھا۔ اجلاس حسب توقع ناکام ثابت ہوا۔ واپسی پر اول خان نے بتایا کہ ایس ٹی ایف کے جوانوں نے نک پر گولی چلانے والے کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس مجرم سے ملاقات کی اور تفتیش کے دوران اس نے اپنا نام شیرول بتایا اس کے مطابق وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اسے ٹیلی فون پر ہدایات ملتی تھیں۔ میں نے اس کا دھوراکام مکمل کرنے کے لیے آزاد کر دیا یوں نک اپنے فلیٹ میں مارا گیا جب کہ اس کا ساتھی شام زخمی ہو گیا۔ اسی دوران سوبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، ایملی اور جہانگیر کی ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اب سوبھراج کے غبارے کی ہوا نکل چکی تھی دوسری طرف نک کی موت کو ڈینی کے کھاتے میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ بات سوبھراج کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ دو دشمن باہم برسرپیکار تھے اور ہم لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران امریکی قونصلیٹ کے گیری نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا اور اس کے بعد سلطان شاہ نے اطلاع دی کہ ایک مشتبہ کار میں دو امریکی ہمارے گھر کے اطراف میں منڈلا رہے ہیں۔ میں بے تابانہ انداز میں اپنے کار میں بیٹھ کر گھر سے روانہ ہو گیا۔

اب آپ قسط نمبر 232 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

وہ متمول شہریوں کی بستی تھی، گلشن اقبال کو کراچی کے ان منتخب علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے جہاں سفید پوش اور خوش حال پاکستانی امن وسکون کے ساتھ شانہ بہ شانہ رہتے ہیں۔

اس وسیع وعریض آبادی کا وہ بلاک جہاں ہم مقیم تھے۔ دوسرے حصوں سے بہتر تصور کیا جاتا تھا' جو وہاں بس گیا تھا ایک مدت سے وہیں رہتا چلا آ رہا تھا۔ علاقے میں مکان خال خال ہی بکتے تھے اور اگر کوئی گھر بیچ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کر لیتا تو اسے ہاتھوں ہاتھ منہ مانگے دام مل جاتے تھے۔ اس رہائشی علاقے کی مجموعی خوبیوں کی بنا پر میں نے اسے پسند کیا تھا اور پھر تیزی سے فیصلہ کر کے وہ گھر خرید لیا تھا۔

اس علاقے میں گاڑیوں کی بہتات تھی رات گئے ہر گھر کے اندر اور باہر ایک دو گاڑیوں کا نظر آنا معمولات میں شامل تھا اور وہ معمولات سلطان شاہ کے بھی علم میں تھے۔ وہ محض کوئی گاڑی دیکھ کر بھڑکنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس کی تشویش کا باعث وہ دو امریکی تھے جو اس گاڑی میں سوار تھے۔

اپنی پرانی لیکن جان دار کار کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے میں نے اپنے بلاک کی گلیوں میں رینگتی ہوئی مشتبہ کار کو چشم تصور سے دیکھا۔

کار کو ایک نپی تلی' سست رفتار کے ساتھ ایک مقررہ راستے پر رواں رکھنے کے لئے ایک ڈرائیور کا ہونا ناگزیر تھا۔ امریکا کے کراچی میں متعین سفارتی ملازمین میں مقامی ڈرائیوروں کی کمی نہیں تھی مقامی ڈرائیور راستوں اور ٹریفک قوانین سے اپنی واقفیت اور مروج طریقوں میں مہارت کی بنا پر ہر اعتبار سے بہتر ہوتے ہیں میں نے امریکی سفارتی نمبر پلیٹ والی کم دبیش ہر گاڑی میں اسٹیرنگ وہیل کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقامی چہرہ ہی دیکھا تھا۔ سفارتی عملے کے علاوہ سیاحت یا کاروبار کی غرض سے آنے والے غیر ملکی بھی ہمیشہ مقامی ڈرائیوروں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ ڈرائیور کے ساتھ ایک موزوں گائیڈ بھی ثابت ہوتے ہیں۔ ایک اشارہ پاتے ہی اپنے غیر ملکی مہمانوں کو ان کے مطلوب مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔

یہ کراچی کا کوئی انوکھا اصول نہیں ہے۔ دنیا کے ہر معروف اور بڑے شہر میں سفر کے لئے غیر ملکیوں کو مقامی ڈرائیوروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے بس لندن اور نیویارک جیسے میٹروپولیٹن شہر اس ضابطے سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں کیونکہ وہاں بسوں اور ٹیکسیوں وغیرہ کے ڈرائیوروں میں ترک وطن کر کے

Downloaded from https://paksociety.com

آنے والے ایشیائی باشندوں کی کثیر تعداد بھی نظر آتی ہے۔ وہ محنت کر کے راستوں اور ضابطوں سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، مقررہ اتھارٹی کا امتحان وغیرہ پاس کرتے ہیں اور پبلک ٹرانسپورٹ چلانے کیلئے اہل قرار دے دیے جاتے ہیں۔

وہ کراچی تھا' لندن یا نیویارک نہیں تھا' اگر کسی امریکی کو اپنی ناگہانی ضرورت کے تحت ہمارے رہائشی علاقے کی اجنبی گلیوں کا رخ کرنا ہی پڑ گیا تھا تو اصولی طور پر اس کی گاڑی کا ڈرائیور کوئی مقامی ہونا چاہئے تھا۔

''تمہیں یقین ہے کہ اس مشتبہ گاڑی کے دونوں سوار سفید فام امریکی ہیں؟'' میں نے اس موضوع پر مزید ذہنی مشقت کرنے سے پہلے سلطان شاہ سے پُر خیال لہجے میں تصدیق کرنی چاہی۔

''میرے لیے یہی ایک بات باعث تشویش تھی!'' اس نے بلا تامل جواب دیا'' روزانہ یہاں سیکڑوں گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ میں کسی پر دھیان نہیں دیتا لیکن اس گاڑی میں موجود دو امریکی چہرے سے دیکھ کر میں بری طرح چونکا تھا۔''

سلطان شاہ نے جس انداز میں ہمارے علاقے کی پہلی گلی کا ذکر کیا تھا اس سے یہ نکتہ واضح تھا کہ وہ لوگ یونیورسٹی روڈ کی طرف سے ادھر آئے تھے۔ میں گاڑی میں گھر سے روانہ ہوا تو یہ بات میرے ذہن میں جاگزیں ہو چکی تھی۔

میں نے فرار کے لئے فطری طور پر یونیورسٹی روڈ کا رخ کرنے سے گریز کیا تھا اور اندرونی راستے اختیار کر کے نیشنل اسٹیڈیم کے عقب سے ہوتا ہوا اس سڑک پر نکل آیا تھا جو کراچی سینٹرل جیل سے شروع ہو کر آغا خان اسپتال وغیرہ سے ہوتی ہوئی ڈرائیونگ سنیما کے مقام پر دائیں بائیں طرف مڑ جاتی تھی۔

''تم اچانک گھر سے نکل کر کہاں بھاگے جا رہے ہو؟'' چند ثانیوں کے توقف کے بعد سلطان شاہ نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔

اس کا وہ سوال برمحل تھا۔ اس نے جو کچھ دیکھا، وہ آکر مجھے بتا دیا میں نے اس سے صرف ایک سوال کیا اور بہت تیزی کے ساتھ اپنے ذہن میں امکانی خطرے کا ایک خاکہ بنا کر اسے اپنے ساتھ آنے کی ہدایت کی اور گھر سے گاڑی میں نکل کھڑا ہوا۔

اس بے چارے کو کچھ علم نہیں تھا کہ میرے ذہن میں کیا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے' وہ دونوں اس طرف کیوں آئے ہیں؟'' میں نے پرسکون لہجے میں اس سے سوال کیا۔ اپنے گھر سے دور نکل آنے کے بعد میری تشویش اور پریشانی بڑی حد تک رفع ہو چکی تھی۔

''آثار یہ بتا رہے تھے کہ انہیں کسی طرح ہمارے ٹھکانے کی بھنک مل گئی ہے اور وہ کسی اشارے کی مدد سے ہمارا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں'' وہ بولا۔

''ویری گڈ!'' میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا'' بالکل یہی بات ہو سکتی ہے اور میں اسی اندیشے کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔''

''یہ تو مسئلے کا کوئی حل نہیں ہوا' اگر وہ ہمارے گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو آسانی سے ویرا اور غزالہ کو زیر کر لیں گے گھر چھوڑنے سے پہلے تم نے ان دونوں کو کسی قسم کی کوئی ہدایت نہیں دی۔ وہ بے خبری میں ماری جا سکتی ہیں۔''

''وہ دونوں اتنی بے خبر اور سادہ لوح نہیں ہیں اڑتی چڑیا کے پر گن لینے کی صلاحیتیں رکھتی ہیں تمہاری دی ہوئی اطلاع سن کر انہوں نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اس وقت ہم سب کو کس قسم کا خطرہ درپیش ہے۔''

''پھر بھی تمہیں ان کو کچھ نہ کچھ بتانا چاہئے تھا'' سلطان شاہ کا لہجہ شکایتی ہو گیا'' یہ بری بات ہے کہ ہم دونوں اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آئے انہیں مشکل میں پھنسا ہوا چھوڑ دیا... کم از کم فون پر ہی انہیں کچھ بتا دو۔''

''ان کی حفاظت کے لئے گھر پر ایس ٹی ایف کے دو تجربے کار کمانڈوز بھی موجود ہیں'' میں نے اس کی پریشانی سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا'' کسی نے زبردستی گھر میں گھسنے کی کوشش کی تو وہ اس کی لاش گرا دیں گے..... یہ بتاؤ کہ تم کیا سمجھ رہے ہو کیا میں ان دونوں سے ڈر کر گھر سے بھاگا ہوں!''

''میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا' میں بری طرح الجھ کر رہ گیا ہوں'' اس نے سادگی سے اعتراف کیا'' تم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں آنے کو کہا اور میں تمہارے ساتھ دوڑا چلا آیا۔''

''پھر بھی یہ تو پتا چلے کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''میرے ذہن میں جو بات آئی تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی ہم دونوں کا یوں نکل آنا مجھے اچھا نہیں لگا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ خالی پڑی ہوئی ہے' چلتے ہوئے ان دونوں کو بھی ساتھ لیا جا سکتا تھا' گھر کے دفاع کے لئے ایس ٹی ایف والے کافی تھے۔''

''تم گدھے ہو'' میں نے معنوی خفگی سے کہا'' مجھے ایسا گیا گزرا سمجھتے ہو کہ میں دونوں عورتوں کو مشکل میں چھوڑ کر میدان سے بھاگ نکلوں گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ہرگز نہیں'' اس نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی ''لیکن عجلت اور گھبراہٹ میں کسی سے بھی فیصلے کی غلطی ہوسکتی ہے''

''اس وقت ہمارا گھر محفوظ ہے۔ سارا خطرہ اس گاڑی کو ہے جس میں ہم دونوں سفر کررہے ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر ان دونوں کو گھر پر چھوڑا ہے تاکہ وہ ہرناگہانی خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔''

''گاڑی کو خطرہ ہے!'' حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔

''تمہاری لائی ہوئی خبر سنتے ہی میرے ذہن میں ایک نظریہ ابھرا تھا کہ دوپہر کو گیری نے اولڈ کانفٹن پر میری گاڑی میں کافی وقت گزارا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے میری گاڑی کو بگ کردیا۔ اب انہیں اپنے آلات کے ذریعے ہر لمحے اس گاڑی کی پوزیشن معلوم ہورہی ہے گاڑی گھنٹوں سے گھر پر موجود تھی۔ وہ اپنے آلات کے سہارے اس علاقے میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ تم نے اتفاقاً ان کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ ہماری بے خبری میں ہمارے دروازے پر پہنچ جاتے اور شاید گھر دیکھ کر چلے جاتے۔''

''لیکن تم گیری سے کرنل داور کے روپ میں ملے تھے۔ گیری کی اس حرکت کا مطلب ہے کہ اسے اب بھی کرنل داور پر شبہ ہے وہ تم سے مطمئن نہیں ہے۔''

''اس کی کہی ہوئی ایک کلیدی بات میرے ذہن پر نقش ہوچکی ہے۔ ان کی پالیسیاں دورخی ہوتی ہیں یہ اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں کے بھی پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان کی کمزوریاں تلاش کرتے ہیں تاکہ انہیں قابو میں رکھ سکیں''

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارا نظریہ غلط ہو وہ دونوں کسی اور چکر میں اس طرف آئے ہوں'' اس کا ذہن بدستور الجھا ہوا تھا۔

''وہ عام غیرملکی ہوتے تو لازمی طور پر کسی مقامی ڈرائیور کے ساتھ اس اجنبی علاقے کا رخ کرتے۔ وہ کسی بہت اہم اور خفیہ مشن پر نکلے ہیں۔ انہیں کسی ماہر ڈرائیور کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک گاڑی چلا رہا ہے دوسرا اپنے آلات پر ہماری گاڑی میں چھپے ہوئے چپ کے سگنل مانیٹر کررہا ہوگا۔ اس مانیٹرنگ کے نتیجے میں انہیں رہنمائی مل رہی ہے۔''

''اوہ! اب میں سمجھا'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ ''گاڑی گھر پر کھڑی رہتی تو وہ وہاں پہنچ جاتے۔ ہمارے روانہ ہوتے ہی وہ بوکھلا گئے ہوں گے اب ان کے آلات ہر لمحے بدلتی ہوئی سمت کی نشان دہی کررہے ہوں گے۔''

''گھر کو بھول کر اب وہ گاڑی کا پیچھا کررہے ہوں گے''

میں نے ہنس کر کہا۔

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور بولا ''ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے اب تمہیں ان کی فکر نہ رہی ہوں۔''

''اب وہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے'' میں نے پراعتماد لہجے میں اپنی بے فکری کا اظہار کیا ''انہیں ہماری بدلتی ہوئی پوزیشن کا علم ہورہا ہوگا لیکن وہ ان پُرپیچ راستوں سے ناواقف ہیں۔ یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کسی خاص مقام تک پہنچنے کے لیے کون سا راستہ موزوں اور مختصر ثابت ہوگا۔''

''ان کے ساتھ کوئی مقامی ڈرائیور ہوتا تو شاید ان کی یہ مشکل بھی حل ہوجاتی۔ مسئلہ یہ ہے کہ انہیں چکمہ دینے کیلئے ہم کب تک گاڑی دوڑاتے رہیں گے۔ پیٹرول کسی نہ کسی مقام پر ختم ہوگا اور گاڑی کھڑی ہوجائے گی'' میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''مجھے چپ تلاش کرنا چاہئے!'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے اضطراری انداز میں کہا اور پھر اپنی سیٹ کے ارد گرد چپ کی تلاش شروع کردی۔

گیری نے وہ چپ گاڑی میں ڈالا تھا۔ اس سے پہلے ایڈی بھی میرے ساتھ وہی حرکت کرچکا تھا۔ وہ زیادہ ہوشیار تھا اس نے چپ ڈالنے کے لئے میری جیب منتخب کی تھی۔ گیری نے وہی حربہ گاڑی پر آزمایا تھا۔

گاڑی کی گلشن اقبال کے ایک مقام پر دیر تک موجودگی پر ان عیار لوگوں کو فکرمند ہونا لازمی تھا۔ ان کی اطلاعات کے مطابق کرنل داور اپنا بیشتر وقت اسٹیشن فور پر گزارتا تھا اس کا کوئی متبادل ٹھکانا ان کی نظروں میں نہیں تھا۔

انہیں گمان ہوا ہوگا کہ کرنل داور کی گاڑی کئی گھنٹوں سے گلشن اقبال میں ایک ہی جگہ پر کھڑی ہوئی تھی تو وہ کرنل داور کا متبادل ٹھکانا یا اس کے کسی قریبی دوست کا گھر ہوسکتا تھا۔ انہوں نے وہ گھر دیکھنے کیلئے دوڑ لگادی۔

ایک مرتبہ وہ گھر ان کی نظروں میں آجاتا تو پھر وہ کوشش کرکے اپنے ذرائع سے بہت کچھ معلوم کرسکتے تھے لیکن سلطان شاہ کے عقابی مشاہدے نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

میں ان کے ساتھ مفاہمت کا اظہار ضرور کررہا تھا لیکن اپنے کسی بھی قول وفعل کے لئے ان کو جواب دہ نہیں تھا پھر بھی میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اس واقعے کے بارے میں گیری نے کسی وقت کوئی بات چھیڑی تو میں بے پروائی سے بتادوں گا کہ میں نے اس سے ملنے کے لئے کسی دوست سے گاڑی مستعار لی تھی اور میرا وہ دوست گلشن اقبال میں رہتا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ مجھ سے پوچھنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا کہ گاڑی میں ایک چپ ڈالا گیا تھا جو کئی گھنٹوں تک سگنل نشر کرتا رہا اور پھر یکا یک کیوں خاموش ہوگیا۔

اپنے اطمینان کے لئے وہ یہ فرض کرسکتا تھا کہ کار کی صفائی کے دوران وہ سخت جان چپ کسی طرح تباہ ہوگیا ہوگا۔

اس وقت کی پہلی اور اہم ترین ضرورت یہ تھی کہ کار میں چھپایا ہوا چپ جلد از جلد سلطان شاہ کے ہاتھ آجائے۔

میں نے گھر سے نکلتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے اپنے گھر کے قرب و جوار میں مشتبہ غیر ملکیوں کی موجودگی کی خبر ملتے ہی میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مجھے کار لے کر جلد از جلد گھر سے دور نکل جانا چاہئے۔

میں ڈیش بورڈ میں لگے ہوئے فیول گیج پر نظر ڈال کر یہ اطمینان کرچکا تھا کہ کار کی ٹنکی میں پیٹرول کی خاصی مقدار موجود تھی۔ وہ لوگ اپنے آلات کی مدد سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرتے لیکن میں ان کی دسترس سے اتنی دور نکل چکا تھا کہ چند منٹ تو کیا کئی گھنٹوں میں بھی وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں اپنے جانے بوجھے راستوں پر رواں تھا وہ سڑکوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے پر مجبور تھے۔ اس دوران میں ضرورت پیش آتی تو ہم بے فکری سے کسی بھی پیٹرول پمپ پر رک کر مزید پیٹرول ڈلوا سکتے تھے۔

سلطان شاہ چپ کی تلاش میں مصروف تھا۔ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر یاد کیا اور مجھے پورا یقین ہوگیا کہ کم و بیش آدھے گھنٹے کی ملاقات میں گیری کو میری کار میں ایک بار بھی میرے جسم سے اتنا قریب ہونے کا موقع نہیں ملا تھا کہ وہ میری جیب میں کوئی چیز ڈالنے میں کامیاب ہوتا۔

میں نے اس بارے میں سلطان شاہ سے کوئی ذکر نہیں کیا لیکن سگریٹ اور لائٹر نکالنے کے بہانے باری باری اپنی سب جیبوں کی تلاشی لے ڈالی۔ میری کسی جیب میں ایسی کوئی مشتبہ چیز نہیں تھی جس پر چپ ہونے کا شبہ کیا جاسکتا۔

میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر سلطان شاہ گاڑی میں چپ تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا تو میں گاڑی کو خاموشی سے ائرپورٹ کی پارکنگ لاٹ میں چھوڑ کر ٹیکسی میں گھر چلا جاؤں گا۔

اپنی جان اور سلامتی کے لئے کوئی خطرہ مول لینے سے بہتر تھا کہ گیری کی بگ کی ہوئی گاڑی سے ہاتھ دھو لیے جائیں۔

سلطان شاہ میرے اس فیصلے سے بے خبر اپنی دھن میں لگا ہوا تھا۔ میں نے ڈرگ روڈ انٹرسیکشن سے گاڑی بائیں طرف گھمائی اور شارع فیصل پر نکل آیا۔ میرا رخ کراچی کے ائیر پورٹ کی طرف تھا۔

اچانک اس کے منہ سے ایک ہلکی سی مسرت آمیز آواز برآمد ہوئی ''مل گیا!''

اس کا وہ لفظی فقرہ اس قدر سنسنی خیز تھا کہ میرے بدن کو اضطراری جھٹکا سا لگا اور لمحہ بھر کے لئے گاڑی سڑک پر لہرا کر رہ گئی۔

اس وقت وہ اپنے بائیں طرف' دروازے کے اندرونی حصے کے ساتھ لگی ہوئی جیب کی تلاشی میں مصروف تھا۔

چند ثانیوں بعد وہ اپنی سیٹ پر سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ کی چٹکی میں اسی قسم کا ایک بھدا سا چپ دبا ہوا تھا جیسا پہلے میری جیب سے برآمد ہوچکا تھا۔

وہ چھوٹا سا غیر متحرک اور بے آواز پرزہ بظاہر حقیر اور بے ضرر نظر آتا تھا لیکن مخصوص قسم کی ریت کے ذرات کو سمو کر گوندھا ہوا وہ آلہ طاقت ور ریڈیائی اشارے نشر کرکے ہر لمحے قدرت کی ضیاع کا اعلان کرتا رہتا تھا۔

میں ایک نظر میں اس چپ کو پہچان گیا جو بہ یک وقت مفید تھا اور مہلک بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ ان نتائج کا انحصار اس کے استعمال کرنے والے کی نیت اور ارادوں پر تھا۔ گیری نے اسے کرنل داور کے ٹھکانے کا سراغ لگانے کیلئے استعمال کیا تھا لیکن مواصلات کے شعبے میں اس ننھے سے پرزے کو ایک مخصوص سسٹم سے منسلک کرکے بھٹکے یا ڈوبے ہوئے بحری جہازوں کا پتا چلانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

''اسے یہیں سڑک پر پھینک دوں!'' سلطان شاہ نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

''ایسی حماقت نہ کرنا'' میں نے جلدی سے کہا ''اپنے دائیں طرف دیکھو۔ مال گاڑی کے لدے ہوئے ڈبوں کی کئی قطاریں روانگی کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ میں آگے سے گاڑی گھمانے کے بعد اسی مقام پر رکوں گا' یہ چپ کسی ڈبے میں ڈال دینا۔''

میری تجویز سن کر سلطان شاہ خوش ہوگیا ''مال گاڑی کھڑی ہوتی ہے تو کئی دن کھڑی رہتی ہے۔ چلتی ہے تو سسک سسک کر چلتی ہے۔ کوئی میل ٹرین مل جائے تو مزہ آجائے وہ اپنا سر پیٹتے رہ جائیں گے سو پچاس میل کا فاصلہ ہوتے ہی ان کے آلات کا چپ سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔''

میں اس کا آخری فقرہ سن کر حیران رہ گیا۔ میرے ساتھ رہ کر اس نے خاصی روانی سے انگریزی بولنی سیکھ لی تھی لیکن اس کی تعلیم واجبی تھی یہ نئے دور کا کمال تھا کہ اسے بھی یہ

Downloaded from https://paksociety.com

اندازہ تھا کہ حسّاس آلات ایک خاص حد میں کام کرتے ہیں۔ وہ حد عبور کرلی جائے تو رابطہ ٹوٹ جاتا ہے یہی کلیہ ہر اپریٹس کی رینج پر لاگو ہوتا تھا۔

''رفتہ رفتہ تم سائنسدان ہوتے جارہے ہو!'' میں نے ہنس کر کہا۔

''اب کانٹوں پر نہ گھسیٹو یہ باتیں آج کل کا بچہ بچہ جانتا ہے' ہمارے ٹیلی وژن کا ریموٹ کنٹرول تمہارے کمرے میں کام نہیں کرتا' دروازے پر کھٹا کھٹ چلتا ہے۔ یہی مسئلہ کارڈلیس فون کے ساتھ ہوتا ہے دور ہوتے چلے جاؤ تو آواز کمزور ہوتے ہوتے بالکل غائب ہوجاتی ہے' ان باتوں کو جاننے کیلئے کسی سائنسی لیاقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

میں نے شاہ فیصل کالونی جانے والے راستے سے گاڑی کو واپس گھمایا اور اسٹیشن سے پہلے گاڑی کو سڑک سے اتار کر کنارے پر روک لیا۔

اس مقام پر دور تک ریلوے کی پٹریاں پھیلی ہوئی تھیں جن پر مال گاڑی کے متعدد خاموش ڈبوں کے ساتھ کئی چلتے ہوئے ریلوے انجن اور مسافروں کی بوگیاں نظر آرہی تھیں۔ سڑک اور ریلوے ویگنوں کے درمیان دیوار جیسی کوئی رکاوٹ حائل نہیں تھی۔ سلطان شاہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ریلوے ٹریک پر پہنچا اور پھر مال گاڑی کے ڈبوں کی پہلی قطار کے نیچے سے ہو کر دوسری طرف میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ سلطان شاہ نے ہمارے گھر کے اطراف میں جن سفید فاموں کو دیکھا تھا وہ گیری کے آدمی تھے۔ وہ گیری کے چھوڑے ہوئے چپ سے خارج ہونے والے ریڈیائی اشاروں کی گھنٹوں مانیٹرنگ کے بعد جب اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ کرنل داور یا اس کی گاڑی اولڈ کلفٹن سے واپس اسٹیشن فور جانے کے بجائے مسلسل گلشن اقبال کے ایک مقام پر کھڑی ہوئی تھی تو انہوں نے گیری سے رجوع کیا ہوگا۔ گیری نے وہ اہم خبر ملتے ہی ان کو ہمارے گھر کا سراغ لگانے کا حکم دے دیا۔

سلطان شاہ گیری کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ یہ خبر لایا تھا کہ دو مشتبہ امریکی ہمارے علاقے کی گلیوں میں بھٹک رہے تھے۔ وہ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کے درد بھرے گانوں کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا اور اپنی فطری ذہانت کے بل پر ایک چونکا دینے والی اطلاع کے ساتھ گھر واپس آیا تھا۔ ایک موہوم سا امکان یہ بھی نظر آرہا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک پینٹاگون کا گیری رہا ہو۔

وہ لوگ ایک ساکت چپ کا سراغ لگاتے ہوئے گلشن اقبال تک پہنچے تھے۔ جب وہ اپنی منزل سے ذرا سی دور رہ گئے تھے تو سلطان شاہ نے ان کے رنگ میں بھنگ ڈال دی۔

میں خطرے کو سر پر پا کر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

گھنٹوں سے ساکن چپ کے یکا یک متحرک ہوجانے پر وہ دونوں یقینی طور پر بوکھلا گئے ہوں گے۔ ان کو فطری طور پر چپ کے اشاروں کے سہارے گاڑی کا پیچھا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔ اسی کام میں انہیں الجھن اور دشواری ضرور پیش آسکتی تھی لیکن وہ کام ناممکن نہیں تھا۔ وہ آسانی سے ہار نہیں مان سکتے تھے۔

ہمیں گھر سے نکلے ہوئے مشکل سے نصف گھنٹا ہوا تھا۔ اس دوران میں ہماری گاڑی کی بدلتی ہوئی سمتوں نے ان دونوں کو خاصا پریشان کیا ہوگا لیکن آخر کار وہ اپنے جدید اور حسّاس آلات کے سہارے اس نتیجے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ ہم نے گلشن اقبال سے نکل کر شارع فیصل کا راستہ اختیار کیا تھا۔

وہ جہاں بھی تھے ان کو وہاں سے شارع فیصل کا رخ کرنا چاہئے تھا۔ ہماری چلتی ہوئی گاڑی رک چکی تھی۔ سلطان شاہ چپ لے کر ریلوے لائنوں پر گیا ہوا تھا۔ ان چند سو میٹر کی نقل و حرکت سے زیادہ فرق نہیں پڑنا چاہئے تھا ہماری گاڑی کے رک جانے سے ان کا جوش بڑھنے کی توقع تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اس مقام پر پہنچتے تو شاید مال گاڑی حرکت میں نہ آئی ہوتی' وہ دونوں یہ دیکھ کر اپنے سر پیٹ لیتے کہ کرنل داور کی گاڑی میں ڈالا ہوا چپ مال گاڑی کے کسی ڈبے کے پوشیدہ مقام سے اپنے سگنل نشر کررہا تھا۔

''کیوں مسکرا رہے ہو؟'' سلطان شاہ کی آواز سن کر میں چونک پڑا' وہ اپنا کام مکمل کرکے میری بے خبری میں واپس آچکا تھا۔

''یہ سوچ رہا تھا کہ انہیں اپنی بھاگ دوڑ کے اختتام پر ہماری گاڑی کے بجائے ریلوے ویگن ملے گی تو ان کا کیا حال ہوگا'' میں نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔

ہمارے ذہنوں سے چپ کا بوجھ اتر چکا تھا۔ میں نے گھر واپسی کے لیے گاڑی کا رساز روڈ کی طرف ڈالنے کا فیصلہ کرلیا۔

☆☆☆

گیری مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ اپنے پیش رو کی طرح اسے بھی اپنی برتری کا گھمنڈ تھا۔ میں نے خاصی سوچ بچار اور مشاورت کے بعد اسے ایک جوابی جھٹکا دینے کا

Downloaded from https://paksociety.com

فیصلہ کرلیا۔

میرے لئے یہ نکتہ غیر اہم ہوگیا تھا کہ اس کا تعلق پینٹاگون سے تھا یا ایف بی آئی والوں نے اسے نک کی جگہ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ میرے ہر روپ کا بدخواہ تھا۔ ڈینی کے خلاف اس نے کھل کر باتیں کی تھیں۔ وہ ڈینی کو مروانے یا پھر بے دست و پا کر کے پکڑ لینے کے عزائم کے ساتھ کراچی پہنچا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں یہ باتیں کرنل داور سے کی تھیں جسے وہ اپنا حلیف بنائے رکھنے کی کھوکھلی باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کی اصل نیت کا اندازہ چپ والے واقعے سے ہو چکا تھا جو خاصا سنگین تھا۔

اس بارے میں میری ابتدائی رائے یہ تھی کہ جو کچھ ہوا ہے اسے وہیں چھوڑ دیا جائے۔ گیری خود اس معمے میں سر کھپاتا رہے کہ کرنل داور کی گاڑی میں ڈالا ہوا چپ ریلوے ویگن میں کیوں اور کیسے پہنچ گیا لیکن پھر میں نے ارادہ بدل دیا۔ گیری کراچی میں نو وارد تھا۔ اسے ابتدائی مراحل میں یہ سمجھانا ضروری تھا کہ ان لوگوں کے وسائل کے سامنے ہم اتنے زیادہ بے بس نہیں تھے جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔

اسے اور اس کے ہمدردوں کو سبق سکھانے کا بہترین راستہ یہ تھا کہ اسے کسی منفی قیاس آرائی کا موقع دیے بغیر میں اس کے سر پر سوار ہو جاؤں۔

میں نے اس کا دیا ہوا نمبر ملایا تو اس نے خود ہی فون اٹھایا۔

''میں داور بول رہا ہوں تم سے ملنا چاہتا ہوں'' میں نے کسی رسمی تمہید کے بغیر خاصے خشک لہجے میں کہا۔

''کل میں نے یہی خواہش ظاہر کی تھی تو تم ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ حیرت ہے کہ آج تم کو مجھ سے ملنے کی ضرورت پیش آگئی، خیریت تو ہے نا!''

''یوں سمجھو کہ خیریت ہوگئی ورنہ کل کوئی حادثہ بھی پیش آسکتا تھا۔''

''لیکن..... کیا ہوگیا؟'' میرے جارحانہ لب و لہجے نے اسے حیران کر دیا تھا۔

''یہ سب باتیں فون پر نہیں کی جاسکتیں۔ اسی لئے میں ملنا چاہ رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، دفتر آجاؤ تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔''

''لیکن تم نے تو کہا تھا کہ نک کی موت کے سوگ میں تمہارے دفاتر تین روز تک بند رہیں گے'' اس بار میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''روزمرہ کے کام بند ہیں لیکن اہم کاموں کو التوا میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ میں بیٹھا ہوا ہوں تم کتنی دیر میں آرہے ہو۔''

''ایک گھنٹے سے پہلے میں وہاں پہنچ جاؤں گا'' میں نے کہا۔

''او کے!'' اس کی آواز آئی اور فون کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

گیری کے بارے میں ایک بات صاف ہو چکی تھی کہ اسے میرے کرنل داور ہونے کا یقین تھا۔ وہ اپنے بدترین دشمن ڈینی کو میری ذات سے بالکل جدا شخص تصور کئے بیٹھا تھا۔ اس لئے میں نے بے خوف و خطر اس کے دفتر جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔

اپنی گاڑی سے وہاں جانے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن میں گیری کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ گاڑی تسلسل سے میرے استعمال میں رہتی ہے۔

گیری کے حساس دفتر میں کسی بھی قسم کا ہتھیار لے کر داخل ہونا ناممکنات میں سے تھا۔ میں نے روانگی سے پہلے کھوکھلے نگینوں والی دونوں زہریلی انگوٹھیاں اپنی انگلیوں میں ڈال لیں۔ وہ آڑے وقتوں میں ہمیشہ میرے کام آتی رہی تھیں۔ مجھے امید تھی کہ گیری نے اگر غیر متوقع طور پر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو کسی بڑے ہتھیار کے مقابلے میں وہ بے ضرر انگوٹھیاں میرے زیادہ کام آسکیں گے۔

رفتہ رفتہ میرے دشمنوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں نے کافی عرصے سے بیم گن سے خارج ہونے والی مہلک لیزر شعاعوں کا استعمال ترک کر کے زہر کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ اس بارے میں اخبارات وغیرہ کے ذریعے جو تفصیل سامنے آئی تھی اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مرنے والوں کے جسموں میں ایک چھوٹی سی سوئی کے ذریعے زہر داخل کیا جاتا تھا۔ سوئی جسم میں خفیف سی گہرائی تک اترتی تھی۔ میرے کسی بھی شکار کے جسم سے یا اس کے بے جان جسم کے قریب سے کوئی سوئی نہیں ملی تھی اور یہ باور کیا جانے لگا تھا کہ میں کسی چھوٹی سرنج کے ذریعے ان لوگوں کو مارتا رہا تھا۔

کسی کو بھول کر بھی انگوٹھیوں کے کھوکھلے نگینوں سے زہر انجکٹ کرنے والی تکنیک کا خیال نہیں آیا تھا۔

انگوٹھیوں سے لیس ہو کر میں گھر سے نکلا اور ٹیکسی کے ذریعے گیری کے قونصل خانے کے گیٹ پر جا پہنچا۔ عمارت کے باہر فٹ پاتھ پر مقامی پولیس کے مسلح نوجوان مورچا لگائے حفاظت کے لئے مستعد بیٹھے ہوئے تھے۔

ٹیکسی ڈرائیور نے عمارت اور اس کے ظاہری حفاظتی

Downloaded from https://paksociety.com

بندوبست سے مرعوب ہو کر ٹیکسی ذرا آگے لے جا کر روکی ہی تھی کہ ایک پولیس والے نے بلند اور کرخت آواز میں اسے وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس نے بے چارگی سے میری طرف دیکھا اور گاڑی گیئر میں ڈال دی۔ اس سے پہلے کہ ٹیکسی دوبارہ حرکت میں آتی دیو ہیکل فولادی دروازے کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح' باوردی امریکی سپاہی نے باہر نکل کر ہماری طرف ہاتھ لہرایا۔ وہ اشارہ بہت واضح تھا۔

میں ٹیکسی سے اتر کر اس کی طرف لپکا اس کی نظریں سخت ناقدانہ تھیں۔ اس نے نرم آواز میں مجھ سے وہاں رکنے کا مدعا پوچھا۔ جوں ہی اس نے میری زبان سے میر اور گیری کا نام سنا اس نے مجھے ٹیکسی اندر لانے کیلئے کہا اور مڑ کر کھلی ہوئی ذیلی کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ پولیس والے حیرت سے وہ تماشا دیکھتے رہ گئے۔

اس باوردی سپاہی کی اچانک مداخلت سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ اندر والے باہر کے حالات کے بارے میں صرف مقامی پولیس پر انحصار نہیں کرتے تھے۔ اپنے خفیہ کیمروں کی مدد سے پھاٹک کے باہر ہونے والی ہر سرگرمی سے پوری طرح باخبر رہتے تھے۔

محض چند قدم کے فاصلے کے لئے دوبارہ ٹیکسی میں بیٹھ کر اندر جانا خاصا احمقانہ فعل تھا۔ میرے دل میں آئی کہ ڈرائیور کو کرایہ دے کر وہیں سے فارغ کر دوں مگر پھر میری انا آڑے آ گئی۔

گیری مجھے اتنی عزت دے رہا تھا تو اس سے مستفیض ہونا بہت ضروری تھا۔

حیران و پریشان ڈرائیور نے میرے ایما پر ٹیکسی کو ریورس کر کے گیٹ تک پہنچایا۔ اس بار مقامی پولیس والے خاموش تماشائی بنے رہے۔

پوشیدہ مشینی نظام کے سہارے ایک آہنی پھاٹک اندر کی طرف کھلتا چلا گیا اور اتنی جگہ پیدا ہو گئی کہ ٹیکسی تو کیا ٹرک بلکہ ٹینک بھی اندر جا سکتا تھا۔

میں جلال کے ساتھ وہاں آیا تھا تو ہم دونوں کو گاڑی سے اتار کر آلات اور لمبی لمبی چھڑیوں کے سروں پر لگے ہوئے آئینوں کی مدد سے پوری گاڑی کے اندرونی اور نچلے حصے کی تفصیلی تلاشی لی گئی تھی اور کار کو پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر ہمیں ایک چالاک امریکی گارڈ کی رہنمائی بلکہ نگرانی میں اجلاس والے کمرے تک پہنچایا گیا تھا۔

جلال کی گاڑی کے مقابلے میں ٹیکسی بہت حقیر اور غیر معتبر تھی مگر مجھے حیرت ہوئی کہ اسے تلاشی وغیرہ کے لئے نہیں روکا گیا عمارت کے برآمدے میں کھڑا ہوا ایک شخص ہاتھ ہلا کر ہمیں اس طرف بلا رہا تھا۔

جلال ایک اجلاس میں شرکت کے لیے اپنی سرکاری حیثیت میں قونصل خانے میں پہنچا تھا۔ انہوں نے اپنی چار دیواری میں احتیاطی تدابیر کے نام پر اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے احساسِ برتری کا مظہر تھا۔ وہ وہاں آنے والے ہر پاکستانی اہل کار کو نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی پالیسی پر گامزن تھے جب کہ میں وہاں کسی سرکاری حیثیت میں نہیں آیا تھا۔ گیری کے ایک حلیف کے طور پر اس سے ملنے کے لیے وہاں پہنچا تھا۔

برآمدے کے قریب ٹیکسی سے اتر کر میں نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا۔ برآمدے میں کھڑا ہوا گورا میرے قریب آ گیا۔ اس نے اپنی رفتار دانستہ اتنی سست رکھی تھی کہ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں کرائے کی ادائیگی سے فارغ ہو چکا ہوں۔

''جیک!'' اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے دانت نکال کر اپنا تعارف کرایا۔

''ڈی!'' میں نے بھی اسی کے انداز میں برجستہ کہا۔ ٹیکسی واپس ہو رہی تھی۔

''ڈی؟'' اس نے حیرت سے دہرایا۔ میرا تعارف سنتے ہی اس کے بشرے سے ساری خوش خلقی رخصت ہو گئی تھی۔

''تم حیران کیوں ہو گئے؟'' میں نے اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کی گرفت غیر دوستانہ حد تک سخت ہوتی ہوئی محسوس کی۔

''مجھے گیٹ سے بتایا گیا تھا کہ آنے والے کا نام کرنل داور ہے'' اس نے میری آنکھوں میں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا بایاں ہاتھ اس دوران میں بیلٹ کلپ سے لگے ہوئے واکی ٹاکی تک پہنچ چکا تھا۔

''صحیح بتایا گیا تھا'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''ڈی میرے نام کا پہلا حرف ہے اور بے تکلف ساتھی مجھے ڈی ہی کہتے ہیں۔ میں اپنے منہ سے اپنا سابق عہدہ دہرانا پسند نہیں کرتا۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں عہدہ جتا کر دوسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

اس کے چہرے پر دوبارہ دوستانہ ملاحت پھیل گئی ''ویسے ڈی بہت زیادہ مختصر اور عجیب سا نام لگتا ہے۔''

''تم لوگوں کے نام بھی اتنے ہی مختصر ہوتے ہیں۔ جیک' ڈک' ٹام' نک وغیرہ!'' میں نے اس کے ساتھ برآمدے میں

Downloaded from https://paksociety.com

داخل ہوتے ہوئے جان بوجھ کر نک کا نام لیا۔

''آہ بے چارہ نک!'' وہ ایک گہرا سانس لے کر افسردگی سے بولا میرا چلایا ہوا تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔

''وہ بہت اچھا آدمی تھا مگر اس کی محنت اور کارکردگی کی وجہ سے اس کے سارے دشمن اس سے نفرت کرتے تھے ان میں ڈینی سرفہرست تھا۔ تمہاری زبان سے ڈی سنتے ہی ایک لمحے کے لئے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے تم نے ڈینی کہا ہو۔''

اس کا جواب سن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ قونصل خانے میں اپنے فرائض کے اعتبار سے ایک عام آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے ذہن میں میری طرف سے اتنا زہر بھرا ہوا تھا کہ میرا اصل نام اسے ازبر تھا۔

''یہ اتفاق ہے کہ ڈی دونوں جگہ مشترک ہے داور میں اور ڈینی میں بھی!'' میں نے اس کی بات مذاق میں اڑا دی۔

''ہم سب کے دل نک کے سوگ میں ڈوبے ہوئے ہیں'' وہ مغموم لہجے میں کہہ رہا تھا ''یہاں ہمارا سہ روزہ سرکاری سوگ کل ختم ہو جائے گا لیکن میرا دل مدتوں اسے فراموش نہیں کر سکے گا وہ بہت ہمدرد اور بے لوث انسان تھا۔''

''اس جیسے لوگوں کو موت بہت جلد چاٹ لیتی ہے'' میں نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے ذومعنی بات کہی ''میرے لئے وہ اب گیری کے روپ میں زندہ ہے۔''

اس نے یکا یک خاموشی اختیار کر لی ۔ میرا آخری فقرہ سن کر اسے احساس ہوا ہوگا کہ اس بے تکلفی نے ہماری گفتگو کو خطرناک رخ دے دیا تھا۔

روشن اور کشادہ راہ داریاں ویران پڑی ہوئی تھیں۔ بیشتر دفاتر کے دروازے بند تھے اور ان کے شیشوں کے پیچھے اندھیرے کا راج نظر آ رہا تھا۔ دبیز فرشی قالین پر ہم دونوں کے قدموں کی ہلکی سی دھمک سناٹے میں خاصی واضح سنائی دے رہی تھی۔

بقیہ راستہ ہم دونوں نے خاموشی سے طے کیا۔ جیک نے ایک بند دروازے کے سامنے رک کر اپنی شہادت کی انگلی سے چوبی دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور میرے لئے دروازہ کھول دیا۔ وہ باہر رکا رہا' میں اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں دودھیا روشنی ہونے کے باوجود ماحول پر عجیب سی پراسراریت طاری تھی۔ گیری ایک بڑی میز کے پیچھے دروازے کے مقابل بیٹھا ہوا تھا اس کی میز پر کئی فائلیں بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں جو سوگ والے دن اس کی مصروفیت کی مظہر تھیں۔

''ہائے ڈی! کیا حال ہیں'' اس نے اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی اور میں اس کے منہ سے اپنا تازہ ترین نام سن کر بری طرح چونک پڑا۔

کوئی مجھے اس نام سے پکارتا تھا نہ میں نے کبھی خود کو اس نام سے متعارف کرایا تھا۔ جیک سے ملتے ہوئے وہ حرف برجستہ میرے ذہن میں آیا اور میں نے زندگی میں پہلی بار اپنے لئے ڈی کا لقب استعمال کر ڈالا۔ میں پریشان تھا کہ جیک مجھے دروازے پر چھوڑ کر لوٹ گیا تھا اس کی گیری سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی پھر وہ نیا نام گیری کو کیسے معلوم ہو گیا تھا۔

اس اثنا میں' میں گیری کی میز تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی کرسی سے اٹھ کر گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''تم بہت بوکھلائے ہوئے نظر آ رہے ہو۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں نے تمہاری اور جیک کی گفتگو حرف بہ حرف اپنے ٹیبل ٹاپ پر سنی ہے۔ اس عمارت میں دنیا کا مضبوط ترین مواصلاتی نظام برقرار رکھا جاتا ہے۔ میں یہاں بیٹھے بیٹھے عمارت کے کسی بھی حصے میں ہونے والی باتیں سن سکتا ہوں۔''

میری پریشانی دور ہو گئی۔ میں نے ایک کرسی سنبھالتے ہوئے کہا ''پھر تو ویزا کے لئے آنے والوں کی باہمی باتیں بھی سنی جاتی ہوں گی۔''

''اوہ یس!'' اس نے اپنی گھومنے والی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بے ساختہ کہا ''وہ ایک مستقل شعبہ ہے۔ چند لوگ کچھ دیر کے لیے مل کر بیٹھتے ہیں تو اپنے تازہ ترین مسئلے پر باتیں ضرور کرتے ہیں ان کی مدد سے ویزا افسر کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے کہ کس کو ویزا دے دینا چاہئے اور کسے انکار کر دینا بہتر ہوگا۔ ویسے یہ پرانی باتیں ہیں آج کل کے حالات کے پیش نظر ہم نے کچھ عرصے سے یہاں سے ویزا کے اجرا کا سلسلہ بند کیا ہوا ہے.....''

''پھر یہ انٹرویو کا سلسلہ بس رسمی ہی ہو کر رہ جاتا ہے'' میں نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا کیونکہ وہ ایک اہم معاملہ تھا۔

''ہر شخص سادہ لوح اور باتونی نہیں ہوتا۔ بہت سے امیدوار چالاک اور محتاط ہوتے ہیں۔ وہ غیر ضروری طور پر اپنی زبان نہیں کھولتے۔ ان کے ویزا کا فیصلہ صرف انٹرویو کے نتیجے پر منحصر ہوتا ہے ہم غیر ضروری طور پر کسی کو تنگ نہیں کرتے۔'' اس نے اپنی کرسی پر آگے پیچھے پیچھے جھولتے ہوئے کام کی بات چھیڑ دی۔ ''یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کیسے آئے ہو۔''

''میں یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ کل میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ مجھے اپنے ایک دوست کے سامنے سخت

Downloaded From https://paksociety.com

ندامت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔'' میں نے بہت سنجیدگی کے ساتھ سخت لہجے میں اپنی شکایت پیش کردی۔

''تمہارے دوستوں کے معاملات سے مجھے کیا سروکار ہوسکتا ہے۔'' اس نے بالکل لاتعلقی اختیار کرکے سادگی سے سوال کیا۔

حلیفوں کے ساتھ حریفوں والا سلوک نہیں کیا جاتا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔'' کل تم نے میری مخبری کے لئے میری گاڑی کو بگ کیا تھا۔''

وہ الزام بہت واضح اور براہِ راست تھا۔ غصے کے ابال سے گیری کا چہرہ سرخ ہوگیا۔'' تم کو اندازہ ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے اپنے لہجے پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔

مجھے احساس ہوا کہ میں نے براہِ راست الزام تراشی کرکے غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ تھوڑی سی تمہید کے بعد وہ بات کہی جاتی تو شاید زیادہ کارگر رہتی۔

میں نے فوری طور پر سنبھالا لے کر کہنا شروع کیا۔'' کم ازکم میں یہی سمجھنے پر مجبور ہوں۔ کل دوپہر کو تم سے ملاقات کے لیے میں نے ایک دوست سے گاڑی مستعار لی تھی۔ واپسی پر میں نے وہ گاڑی اس کے گھر چھوڑ دی' شام کو ایک مشتبہ گاڑی اس کے گھر والی گلی میں سے رینگتی ہوئی گزری۔ اس میں تمہارے دو ہم قوم سوار تھے' ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے انہیں کسی کی تلاش ہے۔ میرا دوست دل کا مریض ہے' وہ اس قدر دہشت زدہ ہوا کہ اس کار کے غائب ہوتے ہی اپنی گاڑی لے کر اپنے گھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور سیدھا میرے پاس آپہنچا۔

میں دانستہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ گیری بولا'' ابھی تک میرا کوئی ذکر سامنے نہیں آیا۔ یہ بالکل بے سروپا کہانی ہے اس وقت تم کہاں تھے؟''

میرے لئے وہ سوال متوقع تھا اور میرے ذہن میں اس کا مسکت جواب بھی پہلے سے موجود تھا۔ میں نے اس کے سوال میں پنہاں تجسس کو یکسر نظر انداز کرکے سرسری لہجے میں جواب دیا'' میں اپنے ٹھکانے پر تھا۔ میرے لئے وہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ چند روز پہلے ایڈی دہلی جاتے ہوئے کراچی میں رکا تھا تو کچھ دیر کے لیے مجھ سے بھی ملا تھا' اس سے ملاقات کے بعد مجھے اپنی جیب میں ایک چپ ملا تھا' تجزیہ کرانے پر پتا چلا کہ وہ سگنلز نشر کرنے والا ایک خاموش آلہ تھا میں نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور آج تک تک سمیت کسی سے بھی کوئی شکایت نہیں کی۔ اپنے دوست کی کہانی سنتے ہی میرے ذہن میں اپنا تجربہ تازہ ہوگیا۔ اسے روکنے کے بجائے میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ ڈرائیونگ کرتا رہا اور میں نے پسنجر سیٹ کے اردگرد کی تلاشی لینی شروع کردی کیونکہ کل دوپہر کو تم تقریباً آدھے گھنٹے تک گاڑی کی اسی سیٹ پر بیٹھے رہے تھے۔ آخرکار مجھے ڈور پاکٹ میں اسی قسم کا دوسرا چپ مل گیا جیسا ایڈی نے میری جیب میں ڈالا تھا۔''

''اور تم کو یقین ہوگیا کہ وہ چپ میں نے گاڑی میں ڈالا تھا!'' اس بار گیری کی آواز نرم اور شاید قدرے تمسخرانہ بھی تھی۔'' وہ چپ کہاں ہے؟''

''میں نے راستے میں اسے ریل کی پٹریوں کی طرف اچھال دیا تھا' وہ وہیں سنگریزوں میں پڑا ہوا ہوگا۔ پٹری پر گرا ہوگا تو کسی ٹرین کے پہیوں کے نیچے آکر تباہ ہوچکا ہوگا' اب اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اسے تم سمیت کوئی بھی جھٹلانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔''

گیری اچانک ہنس پڑا اور بولا'' تم کو بدترین غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تمہارے تجربے کی سچائی کو پوری طرح تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ کہانی ہی کچھ اور تھی۔ وہ بہت خاص اور بیش قیمت چپ ہے جسے چنے کے دانوں کی طرح برباد نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے وہ جان بوجھ کر تمہاری گاڑی میں نہیں ڈالا تھا مڑنے تڑنے میں وہ میری جیب سے نکل گیا ہوگا۔ جب مجھے اس کی گم شدگی کا احساس ہوا تو اس کی تلاش شروع ہوئی.....''

''تم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ تم نے وہ چپ میری گاڑی میں کھویا تھا۔'' میں نے اس کے سفید جھوٹ پر اپنا غصہ دباتے ہوئے ترشی سے پوچھا۔

''معلوم ہوتا تو یہ سب چکر ہی نہ چلتا۔ میں تم کو فون کر دیتا اور تم اس گاڑی کی تلاشی لے کر میرا چپ برآمد کر لیتے۔ بات ختم ہوجاتی۔''

''تم کو اقرار ہے کہ تمہارے دو آدمی اس چپ کی تلاش میں گلشن اقبال میں پہنچے تھے!'' میں نے جرح کرنے والے انداز میں پوچھا۔

اس نے پرسکون انداز میں اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی اور کہا'' اس چپ کے سگنل ایک خاص مشین پر مانیٹر کرکے یہ پتا چلایا جاسکتا ہے کہ وہ چپ ایک خاص وقت پر مشین سے کتنی دور اور کس سمت میں ہے۔ وہ دونوں آدمی اس مشین کے ساتھ ہی اپنی مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ اُلّو کے پٹھے تمہارے دوست کے مکان کے سامنے گزر گئے اور مشین پر یہ نہ دیکھ سکے کہ وہ اس وقت چپ سے کم ترین فاصلے پر تھے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

وہ مجھ سے جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے بھی اس سے سچ نہیں بولا تھا۔ دوست اور اس کے گھر کی باتیں بے بنیاد تھیں۔ میں دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ میں بروقت ان کی دسترس سے دور نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

''ان کی ولدیت کے بارے میں، میں وثوق سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' اس بار میں نے اس کی ہڈیوں کو سلگا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ تم کو اب احساس ہو جانا چاہئے کہ ان حالات میں میرا مشتعل ہونا اور یہاں تک آنا حق بجانب ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہاری مانیٹرنگ مشین اس چپ کے بارے میں کیا خبر دے رہی ہے۔''

گیری کی عقابی نظریں میرے چہرے پر جم گئیں۔ اس نے کہا ''وہ پٹڑی پر گرا اور نہ سنگ ریزوں میں۔ وہ مال گاڑی کی ایک بوگی کے کسی ایسے حصے میں پھنسا ہوا ہے جہاں تک پہنچنا محال ہے میرے آدمی وہاں رک کر اسے تلاش کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔''

''ظاہر ہے!'' میں نے سر ہلا کر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''ریلوے ملازم یا پولیس والے ان کو مشتبہ انداز میں وہاں پھرتے ہوئے دیکھ لیتے تو غیر ملکی دہشت گردوں کے شبہے میں مار مار کر ان کی ہڈی پسلی ایک کر دیتے۔ تمہاری مانیٹرنگ مشین بھی تباہ ہو جاتی۔ اچھا ہوا کہ اس کا سراغ لگا لینے کے باوجود وہ خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ دو انسانی جانیں ایک چپ سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔''

''تمہارے لب و لہجے سے طنز کی بو آ رہی ہے۔'' اس نے ہلکی سی ترشی سے کہا۔

''ہرگز نہیں، تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پھیلے ہوئے تخریب کار آئے دن ریل گاڑیوں اور ریلوے ٹریک کو دہشت گردی کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ میں اسی حوالے سے کہہ رہا تھا کہ وہ دونوں وہاں رنگے ہاتھوں پکڑے جاتے تو ان کی بہت بری درگت بنتی اور تمہاری کوششوں کے بغیر ان کی گلوخلاصی ممکن نہ ہوتی۔''

''ایڈی والا چپ کہاں ہے؟'' اس نے یکا یک وہ ناخوشگوار موضوع بدل دیا جو اس کی دکھتی ہوئی رگ پر دباؤ ڈال رہا تھا۔

مجھے ابتدا ہی سے اندازہ تھا کہ وہ چپ بھی مانیٹر کیا جا رہا ہوگا۔ میں نے اس بارے میں کوئی سوال کئے بغیر سادگی سے کہا ''تمہارے لئے وہ بیش قیمت ہو سکتا ہے۔ میرے لیے اس کی قیمت کچھ بھی نہیں تھی۔ میں نے بے پروائی سے اسے اپنے دفتر کی کسی میز کی دراز میں ڈال دیا۔ وہ اب بھی اسٹیشن فورمین پڑا ہوا ہوگا۔''

''تم نے جب سب کچھ سمجھ لیا تھا تو ایڈی کی اس حرکت کے بارے میں نک سے کوئی شکایت کیوں نہیں کی۔'' اس نے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

''شکایت بے سود ہوتی۔ مجھے اپنی جیب میں چپ کی موجودگی کا پتا چلا تو ایڈی کو نئی دہلی پہنچے ہوئے ایک دن ہو چکا تھا۔ میں شکایت کرتا تو نک کچھ بھی نہ کرتا۔ ساری ذمے داری ایڈی کے سر ڈال دیتا جو رتبے کے لحاظ سے اس سے سینئر تھا۔''

''اور کچھ ہوتا یا نہ ہوتا' نک کو یہ پتا چل جاتا ہے کہ ایڈی اپنی کوشش میں ناکام رہا تھا'' وہ میرے جواب سے مطمئن نظر آیا تھا۔

''میں اپنے فیصلے خود کرتا ہوں۔ میں نک کو ہر بات سے باخبر رکھنے کا پابند نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھ سے چپ کی واپسی کا مطالبہ کر دیتا۔''

اس کے ہونٹوں پر ایک گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنی کرسی آگے سرکائی اور کہنیوں کے بل اپنی میز پر آگے کی طرف جھک کر بولا ''یہ مطالبہ تو میرا بھی ہے۔ وہ چپ تمہارے لیے بے کار ہے۔ وہ مجھے لوٹا دو۔''

''میں لڑائی میں ہاتھ آیا ہوا مال لوٹانے کا عادی نہیں ہوں خواہ اس کی وقعت دو کوڑی سے بھی کم ہو۔'' میں نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

''نک سے تمہاری کبھی کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ تم دونوں کے درمیان جذباتی غلط فہمیاں جنم لیتی رہیں اور دور بھی ہوتی رہیں۔''

''وہ الگ قصے تھے۔ ایڈی باہر سے آیا تھا۔ اسے سارے پس منظر کا علم نہیں تھا۔ اس نے آتے ہی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی مگر وہ اس کے کسی کام نہیں آ سکی۔ یہ بات تم بھی سمجھ سکتے ہو کہ میری بے خبری میں میری جیب میں چپ ڈال کر اس نے کوئی دوستانہ حرکت نہیں کی تھی۔ وہ چپ کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔''

''تم اسے میری دوستانہ التجا بھی سمجھ سکتے ہو۔'' اس نے خلوص اور نرمی سے کہا لیکن مجھے اس کے ایک ایک لفظ سے مکاری کی بو آ رہی تھی۔

''نہیں گیری..... کوئی اور بات کرو۔ اس پرانے قصے کو طول دے کر تم میرے زخم کرید رہے ہو۔ یہاں آنے تک میں تمہیں بھی ایڈی کی قبیل کا مہم جو سمجھ رہا تھا کیونکہ تم نے بھی اسی کی طرح میری گاڑی میں چپ ڈالا تھا اور یہ دوستانہ فعل.....''

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے مضطربانہ انداز میں میری بات درمیان سے اچک لی اور بولا ''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ چپ بے دھیانی میں میری جیب سے گر گئی تھی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں گری ہوگی بیرے آدمی الل ٹپ اس کی تلاش میں نکلے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس گلی کے دوسرے سرے پر تم سے ملاقات ہوگی۔ تم بلاوجہ دوبارہ وہ ذکر نکال رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں میری مخلصانہ وضاحت پر یقین نہیں آیا۔''

''تم نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ میں یہی کہنے جا رہا تھا کہ یہاں آنے تک مجھے تمہاری حرکت پر غصہ تھا لیکن تمہاری وضاحت قبول کر لینے کے بعد میں ہر رنجش کو فراموش کر چکا ہوں اور تم سے دوستانہ ماحول میں باتیں کر رہا ہوں۔''

''اچھا ہوا کہ تم یہاں آ گئے۔ فون پر یہ سب باتیں نہیں ہو سکتی تھیں۔'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری وضاحت تم نے قبول کر لی ہے۔ آپس کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے مذاکرات کی راہ سب سے بہتر ہوتی ہے۔''

''تم مجھ سے ملنے سے ہچکچا رہے تھے، مجھے فون پر ٹال رہے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ روبرو اور دوٹوک بات چیت کیے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔''

''ایمانداری سے بتاؤ۔ نک کے بعد میری بھی تم سے ذہنی ہم آہنگی ہو چکی ہے۔ میں جب چاہوں تم سے مل سکتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اسپیشل ٹاسک فورس کے اسٹیشن فور میں رہتے ہو اور وہیں تمہارا کوئی دفتر بھی ہوگا۔ آخر مجھے تمہاری گاڑی میں چپ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔''

اپنی پوزیشن کی ضرورت سے زیادہ صفائی پیش کرنے کی کوشش میں اس نے ایک بہت نازک سوال چھیڑ دیا تھا۔ مجھے دل کھول کر اسے رگیدنے کا موقع میسر آ گیا۔ میں نے اپنی کرسی پر پھیل کر بیٹھتے ہوئے کہا ''بات بہت سیدھی سی ہے۔ تم لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ میں ڈینی کی کمین گاہ سے واقف ہوں اور تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہوں۔ نک کو شبہ تھا کہ میں نے ڈینی کی گرفتاری کو سوبھراج کی موت سے مشروط کر دیا ہے۔ جب تک سوبھراج سامنے نہیں آئے گا یا مارا نہیں جائے گا۔ میں ڈینی کو اس کے حوالے نہیں کروں گا۔''

گیری بہت توجہ سے میری بات سن رہا تھا۔ میں نے سلسلہ کلام جاری رکھا ''میں تم سے ملنے کے لیے آتا ہوں تو تم مجھے پکڑ کر قید نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو کہ میں احمق نہیں ہوں، اپنے اعتماد کے دو چار آدمیوں کو بتا کر آتا ہوں کہ کہاں جا رہا ہوں۔ اگر ایک مقررہ وقت میں میری واپسی نہ ہوئی تو وہ ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔''

اس نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا ''خاموشی سے میری بات سنتے رہو۔ ضروری نہیں کہ یہ سب درست ہو لیکن میں یہی سوچ رہا تھا۔ تم مجھے دھوکے سے اپنا قیدی بنانا چاہتے ہو تاکہ کسی کو کانوں کان پتا نہ چل سکے کہ کرنل داور کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ دوران قید مجھ پر تشدد کر کے تم میری زبان سے ڈینی کے ٹھکانے کا راز اگلوانا چاہتے ہو۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ تم لوگ میری پل پل کی نقل و حرکت سے باخبر رہو اور موقع ملتے ہی مجھ پر ہاتھ ڈال دو۔ اس بارے میں پہلی کوشش ایڈی نے کی۔ ایڈی چلا جاتا۔ وہ چپ میرے ہاتھ نہ لگتا تو میں بے فکری سے پورے شہر میں گھومتا رہتا اور اس کے آدمی میری گھات میں لگے رہتے اور کسی بھی وقت ان کا جال میرے اوپر آ گرتا۔ ایڈی ناکام ہو گیا، نک مارا گیا۔ تم آئے تو تم نے بھی ایڈی والی راہ اختیار کی اور اس بار چپ میری جیب میں ڈالنے کے بجائے گاڑی میں ڈال دیا کیونکہ تم اسے میری گاڑی سمجھ رہے تھے۔ تمہارا منصوبہ بھی بالکل وہی تھا جو ایڈی کا تھا۔ تم نے اسی کارڈ کو محض اس وجہ سے دوبارہ استعمال کیا کہ تم ایڈی والے چپ کے انجام سے بے خبر تھے اور میں نے اس کے بارے میں نک سے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔''

''اوہ خدا!'' گیری اپنی دونوں ہتھیلیاں میز کی سطح پر مار کر بولا ''تم نے شیطانی دماغ پایا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں دور دور تک تمہارے اغوا کا کوئی گمان نہیں تھا اور تم نے ایک ذرا سی بات کو پکڑ کر اتنی لمبی چوڑی اور مربوط کہانی تیار کر لی۔ تم یقین کرو کہ یہ تمہارا وہم ہے۔ ہم ڈینی تک پہنچنے کے لیے واقعی بے چین ہیں لیکن اس کے لیے تمہارے ساتھ کسی غیر دوستانہ سلوک کے بارے میں نہیں سوچ سکتے۔''

میں نے اسے یہ یاد دلانا بھی مناسب نہیں سمجھا کہ اس نے ڈینی کے نہ ملنے کی صورت میں ایس ٹی ایف کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی کھلی دھمکی دی تھی۔ جو لوگ اداروں کے خلاف اس حد تک آگے جا سکتے تھے ان کے لیے کسی فرد واحد کو چیونٹی کی طرح مسل کر بھول جانا ذرا بھی مشکل نہیں تھا۔ اس ضمن میں ایس ٹی ایف کی قانونی پوزیشن غیر اہم تھی۔

''یہ حقیقت تم نے واضح کی ہے۔ آج میری اور تمہاری ملاقات نہ ہوتی تو میں اپنے مفروضات پر قائم رہتا اور

Downloaded from https://paksociety.com

ہمارے درمیان عناد کی جڑیں گہری ہو جاتیں۔''

''اپنی مخاصمانہ روش میں بہتے ہوئے تم نے یہ نہیں سوچا کہ ہم ایک ناکام حربے کو تم پر دوبارہ نہیں آزما سکتے۔''

''سچ پوچھو تو میری دانست میں تمہیں ایڈی والے چپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ میری جیب میں تھا، جب اس کے مسلسل ایک ہی پوزیشن سے آتے رہے ہوں گے تو ایڈی یا نک کے کارندوں نے فرض کرلیا ہوگا کہ میں نے وہ لبادہ اتار کر میلے کپڑوں میں ڈال دیا ہے۔ انہیں چپ کی ناکامی کا علم اس وقت ہوتا جب میں نک سے اس کے بارے میں کوئی شکایت کرتا۔ میری خاموشی سے یہ مطلب اخذ کیا گیا کہ مجھے ایڈی والے چپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ میں نے بایولوجیکل کرن کی شکایت کی تھی تو منطقی طور پر مجھے چپ کا ذکر بھی کرنا چاہیے تھا۔''

''تمہارے پاس ہر سوال کا جواب موجود ہے۔'' اس مرتبہ گیری کی آواز سے ہزیمت جھلک رہی تھی ''یہ بتاؤ کہ اب تمہارا ذہن صاف ہوا یا اس میں ابھی بھی بغض اور کینے کے کچھ جراثیم پرورش پا رہے ہیں؟''

''یہ بغض اور کینہ نہیں تھا۔ میرے نظریے کی بنیاد حقائق پر تھی۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں اس میں کہیں کوئی جھول نظر آیا۔''

''میں یہی کہہ رہا تھا کہ تم نے غضب کا دماغ پایا ہے۔ بکھری ہوئی کڑیوں کو خوب یک جا کرتے ہو۔''

''منتشر واقعات کو ایک دوسرے سے مربوط کرنا میرے منصب کے فرائض میں داخل ہے۔''

''کم و بیش ہم سب یہی کام کرتے ہیں۔ شاید ہی کوئی اس ذمے داری سے مستثنیٰ ہو مگر میں خود ایسی کہانی تیار نہیں کر سکتا تھا۔''

''میں تمہارے اعتراف پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا۔ برا نہ مانو تو میں اپنے ذاتی تجسس کو دور کرنے کے لیے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

''اس وقت ہم ایک دوسرے کو زیادہ بہتر جان چکے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ صاف گو بھی ہو۔ وسوسوں کو اپنے دل میں پروان چڑھانے کے بجائے یہاں آئے اور مجھ سے کھل کر بات کرلی، کہو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

''میرے معاملے میں تم خود کو نک کا قریبی جانشین قرار دے رہے ہو۔ وہ ایف بی آئی کا ایجنٹ تھا۔ تم پینٹاگون کے آدمی ہو۔ یہ کیا گورکھ دھندا ہے۔''

''یہ اختیارات کی سطح کی بات ہے۔ اس مثلث کے نچلے سرے پر دونوں کنارے ایک دوسرے سے بہت دور نظر آتے ہیں جوں جوں اوپر بڑھتے رہو وہ کنارے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور اوپر جا کر ایک نکتے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ اوپری نوک کو امریکا کا صدر تصور کرلو۔ وہ سارے اختیارات کا منبع ہے۔ ہم سب اس نیچے والی مثلث میں کہیں نہ کہیں ہیں۔ ہم کہیں بھی ہوں، سب مل جل کر اپنے قومی مفاد کے لیے کام کرتے ہیں۔ تم ان چکروں میں نہ پڑو کہ کون کیا ہے۔ اب تمہارا واسطہ مجھ سے رہے گا۔''

اس نے بہت مدلل انداز میں میرے سوال کو ٹال دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کھیل کے کسی مرحلے پر پینٹاگون والے بھی درمیان میں آ کودیں گے۔

''تم نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

''اب تک ہم ڈینی کے بارے میں بات کرتے رہے ہیں۔ ویرا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟'' چند ثانیوں کے توقف کے بعد اس نے سوال کیا۔

''وہ بھی تمہیں مطلوب ہے اور آج کل پاکستان ہی میں موجود ہے۔''

''اندر کی یہ خبر تم نے نک تک پہنچائی تھی کہ سوبھراج نے ویرا کو پکڑ لیا تھا لیکن وہ اسے جُل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔''

''نک نے اپنے ذرائع سے میری دی ہوئی خبر کی تصدیق کی تھی۔''

''تم اس کے بارے میں بہت باخبر ہو۔ وہ اب کہاں ہے؟''

''میرے اندازے کے مطابق اسے کراچی میں موجود ہونا چاہیے۔'' میں نے اپنے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے جواب دیا۔

''ہماری اطلاعات کے مطابق وہ ہر وقت ڈینی کے ساتھ رہتی ہے۔''

''تمہاری اطلاعات ناقص ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں لیکن ایک ساتھ رہنے کا خطرہ مول نہیں لیتے۔ میں نے جب ڈینی کو پکڑا تو ویرا وہاں موجود نہیں تھی۔''

''اس کا جرم ڈینی سے زیادہ سنگین ہے۔ وہ ایک وفادار امریکی شہری تھی۔ سی آئی میں جمی لائیڈ کی دستِ راست بنی ہوئی تھی لیکن اب گمراہ ہو کر اپنے ملک کے خلاف میدان میں اتری ہوئی ہے۔ ڈینی نے اس کا برین واش کر دیا ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ہوسکتا ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا ''وہ جمی لائیڈ کو اپنا باپ سمجھتی تھی۔ جب اسے وائٹ ہاؤس کے احاطے میں قتل کیا گیا تو وہ بغاوت پر اتر آئی۔ اگر یہودیوں کے ایما پر جمی لائیڈ کو راستے سے نہ ہٹایا جاتا تو ویرا آج بھی باغی نہ ہوتی۔ صدر سے ملاقات کے چند منٹ بعد اس کا قتل بہت معنی خیز تھا۔''

''تم یہودیوں کے خلاف بغض اور منافرت میں مبتلا ہو.....'' اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی۔ ویرا کی بات دہرائی تھی۔''

''ہم ویرا کو امریکا لے جاکر اس پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائیں گے اور میڈیا پر اس کی بھرپور تشہیر ہوگی تاکہ وہ زہریلی ناگن دوسرے امریکیوں کے لیے عبرت کا سامان بن سکے۔ وہ بدترین سزا اور انجام کی مستحق ہے۔''

''اس کا سب سے بڑا جرم تو یہی ہے کہ وہ ہیروئن کے انسداد کے نام پر شی کے ذریعے اس دبا کی اسمگلنگ اور فروغ کی سرپرستی کرتی رہی۔''

''شی میرا موضوع نہیں ہے۔'' وہ کسمسا کر بولا۔ وہ بھی اس کی دکھتی رگ تھی۔ یہ ریکارڈ کی بات تھی کہ اپنے اچھے دنوں میں شی عالمی سطح پر ہیروئن کی سب سے بڑی اکیلی سوداگر تھی اور اس کے سربراہ کو براہِ راست امریکی صدر تک رسائی حاصل تھی۔

''شی کے بغیر ویرا کا ذکر ادھورا رہتا ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا ''مجھے معلوم ہے کہ اس تذکرے سے ہر امریکی بے آرام ہونے لگتا ہے۔ امریکا کی نئی نسل کو ہیروئن کی یلغار سے بچانے کے لیے شی کے ذریعے دنیا بھر میں اس نشے کی منڈیاں پیدا کرنا ایک بھیانک معاشرتی المیہ ہے۔ ڈینی اور ویرا نے اسی المیے سے جنم لیا تھا۔''

''بار بار ہیروئن کا ذکر درمیان میں نہ لاؤ۔ ماضی کو دفن رہنے دو اور آج کی بات کرو۔ میں ڈینی کے ساتھ ویرا کو بھی اپنے شکنجے میں کسنا چاہتا ہوں۔''

''وہ چھلاوا بنی ہوئی ہے۔ ڈینی ایک بار میری گرفت میں آچکا ہے لیکن ویرا کے ٹھکانے پل پل بدلتے رہتے ہیں۔ ویسے بھی وہ کبھی میرا ہدف نہیں رہی۔ میں خوب صورت، ذہین اور دلیر لڑکیوں کی قدر کرتا ہوں۔ جب تک وہ ہمارے قانون سے نہیں ٹکراتی، میں اس پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔ اسے تم کو خود دیکھنا ہوگا۔''

''تو کیا قتل و خون ریزی کو تم اپنے قانون سے متصادم نہیں سمجھتے!'' اس نے حیرت اور قدرے اشتعال کے ساتھ کہا ''ویرا کے ہاتھ انسانی خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔''

''تمہاری کہی ہوئی بات کو سند نہیں مانا جاسکتا۔ میرے پاس ایسی کوئی شہادت نہیں ہے۔ فی الحال بات ڈینی کی ذات تک محدود رکھو۔''

''ویرا کو تم ڈینی سے کم نہ سمجھو۔ وہ آفت کی پرکالہ ہے.....''

''کم ہو یا زیادہ، وہ سو فیصد تمہارا دردِ سر ہے، میں اس کی کوئی ذمے داری قبول نہیں کروں گا، اب کوئی اور بات کرو یا مجھے اجازت دو۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ اس بدمعاش لڑکی نے تم پر ڈورے ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ مردوں کو رجھانے کے فن میں بہت طاق ہے۔'' اس نے یکا یک لہجہ تبدیل کرلیا۔

''تم جو چاہو سمجھ لو۔ میں کسی بات کی تائید یا تردید نہیں کروں گا۔''

''وہ تمہاری گرل فرینڈ ہے تو اس کے عبرت ناک انجام پر تمہیں بہت جلد افسوس کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ مردوں کو اُلّو بنائے رکھتی ہے۔ حیرت ہے کہ ڈینی سے اس کے قریبی مراسم کے بارے میں جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم اس کے دام میں آگئے۔''

''تم بلاوجہ قیافے لڑا رہے ہو؟'' میں نے ہلکے سے طنز سے کہا ''کوئی کسی کے دام میں نہیں آیا۔ اس جنسی گند کو اپنے ذہن سے نکال دو۔''

''یہ مشرق کا تصور ہے۔ شاید تمہیں علم نہیں کہ طویل سائنسی تحقیق کے بعد جنس کو انسانی ذہن اور اعصاب کے لیے سب سے بہترین فطری تفریح قرار دیا جارہا ہے۔''

''تم کو یہ آزادی ہے تو تمہارے گھر کی عورتوں کو بھی اس فطری تفریح سے فیض یاب ہونے کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔''

گھر کی عورتوں کا ذکر آتے ہی گیری نے یوں برا سا منہ بنایا جیسے چاکلیٹ چباتے ہوئے یکا یک کوئی کنکر اس کے دانتوں میں آگیا ہو۔ ''تم میں ایک بری عادت ہے کہ تم ہر بات کو اس کی انتہا تک لے جاتے ہو۔ گھریلو عورتوں کے لیے ان کے شوہر کافی ہوتے ہیں۔ میں دوسری قماش کی بات کررہا تھا۔''

''وہ بھی کسی کی بیوی، بہن یا بیٹی ہوتی ہے۔ دوسروں کی جیب میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ تمہاری

Downloaded from https://paksociety.com

بے خبری میں کوئی تمہاری جیب بھی کاٹ سکتا ہے۔''

''تم تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے کے باوجود اندر سے ایک دقیانوسی آدمی ہو۔'' میری نشتر زنی سے وہ جھلا کر بولا ''ویرا جیسی آوارہ اور رنگین مزاج لڑکی کے ذکر کو طول دے کر کہاں سے کہاں لے گئے۔ یہ بتاؤ کہ تم اس وقت ٹیکسی سے کیوں آئے ہو۔''

''کل شام والے واقعے کے بعد میں اپنے دوست سے دوبارہ اس کی گاڑی مانگنے کی پوزیشن میں نہیں رہا۔ اس کے سامنے مجھے بہت نادم ہونا پڑا ہے۔''

''اسپیشل ٹاسک فورس کے پاس بہترین گاڑیوں کی کمی نہیں ہے۔''

''اس ذاتی ملاقات کے لیے میں دفتر کی گاڑیوں میں سے کسی کا استعمال مناسب نہیں سمجھتا۔ وہ دفتری فرائض کی بجا آوری کے لیے مخصوص ہیں۔''

وہ دھیرے سے ہنس پڑا اور بولا ''تمہاری پوری کہانی سن لینے کے بعد مجھے اندازہ ہے کہ تمہیں یہ خوف لاحق رہا ہوگا کہ کہیں تمہاری بے خبری میں گاڑی میں کوئی نیا چپ نہ لگا دیا جائے۔''

''میرا دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔'' میں نے بھی خوش دلی سے جواب دیا ''میں گاڑی پارک کر کے تمہارے پاس بیٹھا رہتا اور تمہارے آدمی اطمینان سے کار کے کسی ایسے حصے میں چپ لگا دیتے کہ اسے ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا.....''

''اور پھر ہم اس کی مدد سے تمہیں کسی سنسان سڑک سے اغوا کر لیتے۔'' اس نے میری بات کاٹ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''کرنل! اب ان بے ہودہ خدشات کو اپنے ذہن سے نکال دو اور کھلے دل کے ساتھ مجھ سے تعاون کرو۔ ڈینی کی رسی بہت دراز ہو چکی ہے۔ اب اسے زیر دام آنا چاہیے۔ یہ کام تم کر سکتے ہو۔ ویرا کو میں خود دیکھ لوں گا۔''

''او کے گیری! میں پوری کوشش کروں گا۔'' میں نے کرسی چھوڑ کر اس سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر میز کے پیچھے سے نکل آیا۔

دروازہ کھول کر ہم دونوں اس کمرے سے باہر نکلے تو مجھے وہاں تک لانے والا شخص راہ داری میں ٹہل کر میری واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

گیری مجھے اس کے حوالے کرنے کے بجائے میرے ساتھ راہ داری سے نکاس والے سرے کی طرف چل دیا۔ دوسرا امریکی خاموشی سے ہم دونوں کے پیچھے ہو لیا۔ گیری شروع سے ہی تند خو اور انا پسند افسر نظر آیا تھا۔ میرے لیے اس کا وہ مساویانہ رویہ حیران کن تھا۔

راستے میں ہم دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے لیکن میرا ذہن گیری کے رویے میں الجھا رہا۔ وہ لوگ میرے اور ویرا کے بارے میں اپنے سارے وسائل آزما چکے تھے۔ کسی مخبر کے لیے لاکھوں ڈالر کے خطیر انعامات کی بڑے پیمانے پر تشہیر کر چکے تھے لیکن ان کی وہ تمام کوششیں لاحاصل ثابت ہوئی تھیں۔ میری زندہ یا مردہ حالت میں گرفتاری ان کی انا کا زخم بن چکی تھی۔ شاید گیری اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ ڈینی کے خلاف کرنل داور وقت کی بساط کا سب سے طاقت ور مہرہ تھا جسے بہت زیادہ احتیاط اور احترام سے کھیل کر وہ ڈینی کے گریبان پر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ گیری کے اس احساس نے اسے میرے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

برآمدے میں پہنچ کر گیری نے پرتپاک انداز میں مجھے رخصت کر دیا اور میں وہاں سے اتر کر پھاٹک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وسیع و عریض پورچ سے پھاٹک کا فاصلہ طویل تھا۔ سر پر سورج پوری حدت اور توانائی کے ساتھ چمک رہا تھا اور میں وہ راستہ طے کرتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ اس چار دیواری میں اپنے ملک کی سلامتی اور بقا کے خلاف ہونے والی پراسرار سازشوں سے باخبر ہونے کے باوجود ہم کب تک خاموش رہ سکیں گے۔

پھاٹک پر مامور عملے نے مسکراہٹوں کے ساتھ مجھے الوداع کہا اور میں فولاد سے بنے ہوئے مشینی پھاٹک کی ذیلی کھڑکی سے گزر کر باہر فٹ پاتھ پر نکل گیا۔

میں ٹیکسی سے گھر پہنچا تو وہاں ایس ٹی ایف کے دو محافظوں کے سوا صرف غزالہ موجود تھی۔ ویرا اور سلطان شاہ گھر سے غائب تھے۔

☆☆☆

خبر بہت چھوٹی سی تھی لیکن وہ ویرا کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔

میری زبانی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ شیر دل ایک عیال دار مجرم تھا۔ وہ اپنے بچوں پر جرائم کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔ اس نے بیوی بچوں کو شہر کے ایک صاف ستھرے علاقے میں رکھا ہوا تھا۔ بچے اچھے اسکولوں میں زیر تعلیم تھے۔

ویرا نے اخبار میں جب یہ پڑھا کہ شیر دل کی لاش کے حصول کے لیے کسی نے پولیس یا اسپتال سے رجوع نہیں کیا تھا اور شیر دل کی لاش کو لاوارث قرار دے کر ایدھی کے مردہ خانے بھجوا دیا گیا تھا تو وہ مضطرب ہو گئی۔

وہ خود ایک عورت تھی اور خوب جانتی تھی کہ مرد کیسا ہی

Downloaded from https://paksociety.com

مردود اور ناکارکیوں نہ ہو، عورت مرنے کے بعد اپنے شوہر کو یوں لاوارث نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کے لیے وہ چونکا دینے والا معاشرتی سانحہ ثابت ہوا تھا۔

وہ کچھ دیر تک غزالہ اور سلطان شاہ سے اس خبر پر تبادلہ خیال کرتی رہی۔

شیر دل بلاشبہ ایک سفّاک قاتل اور بھیانک مجرم تھا۔ سوبھراج کا ساتھ دے کر اس نے اپنا نام ملک کے غداروں کی فہرست میں بھی شامل کرلیا تھا لیکن سوبھراج کے سونپے ہوئے مشن میں ناکام رہنے کے بعد، میرے ورغلانے پر اس نے نک کو مروا کر ادھورا مشن پورا کردیا تھا۔ اس کی وہ کارگزاری ہم سب کے لیے خوشی کا باعث ثابت ہوئی تھی۔

شاید ہم اسے معاف کردیتے لیکن وقت کا بے رحم پہیہ اس کے خلاف حرکت میں آچکا تھا۔ وہ اپنی بدقسمتی سے میرے ہاتھوں مارا گیا۔

کچھ دیر بعد ویرا نے شیر دل کی بیوہ سے ملنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

شیر دل کے گھر کا پتا چلانے کے لیے دھوبی گھاٹ کے علاقے میں اس کے اڈے پر جانا ناگزیر تھا۔ ویرا اس اڈے کے محلِ وقوع سے لاعلم تھی۔ باخبر ہوتی تب بھی پوچھ گچھ کے لیے اس علاقے میں جانے کا خطرہ مول نہ لیتی جہاں اس کا وجود سر سے پیر تک ایک اجنبی تماشا بن کر رہ جاتا۔ وہ کام سلطان شاہ بہتر انداز میں کرسکتا تھا۔

ویرا کے خدوخال خالص امریکی تھے۔ اس کی جلد کی میدے جیسی رنگت پاکستان کے گرم موسم کی تمازت سے خاصی جھلس گئی تھی۔ وہ اپنی رنگت کو گوری چٹی مقامی خواتین کے مقابلے پر لانے کے لیے گردن، چہرے اور ہاتھوں پر باقاعدگی سے وہ کریمیں بھی استعمال کرتی تھی جو دیارِ مغرب کے صاف ستھرے ماحول پر سن باتھ لینے والے اپنی جلد میں آفتابی کرنوں کے بہتر انجذاب کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن پھر بھی ویرا کی جلد کی رنگت اس کے غیر مقامی ہونے کی چغلی کھاتی رہتی تھی۔ اسے بس ایک کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ باقاعدگی سے کانٹیکٹ لینس استعمال کرنے کی وجہ سے اس کی نیلی آنکھوں کا رنگ سیاہ نظر آتا تھا۔

ویرا ایک ہلکے پھلکے مقامی سوٹ میں سلطان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر گھر سے روانہ ہوگئی۔ غزالہ نے اسے میری واپسی تک روکنا چاہا لیکن ویرا نے اس کے مشورے کو یکسر نظر انداز کردیا۔ وہ جانتی تھی کہ میں لوٹ آیا تو پھر وہ شیر دل کی بیوہ کی طرف جانے میں کامیاب نہیں ہوسکے گی۔ میرے لوٹنے سے پہلے وہ اپنی من مانی کرنے کے لیے آزاد تھی۔

دھوبی گھاٹ کے علاقے میں پہنچ کر اس نے وہی کیا جو سلطان شاہ نے میرے ساتھ کیا تھا۔ وہ اسے گاڑی سے اتار کر آگے نکل گئی۔

وہ شیر دل کا علاقہ تھا۔ وہ کوئی نیک آدمی نہیں تھا لیکن اپنے علاقے میں بہت مقبول تھا۔ ہر ایک افسردہ اور اس کی موت کے سوگ میں ڈوبا ہوا نظر آرہا تھا۔

ویرا نے سلطان شاہ کو راستے میں سمجھا دیا تھا کہ اسے شیر دل کے اڈے کے نواح میں پہنچ کر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اس کا بہت قریبی دوست ہے۔ اس کی موت کی خبر سن کر اس کے بیوی بچوں سے تعزیت کرنے کے لیے ایبٹ آباد سے کراچی آیا ہے۔

وہاں کے سوگوار ماحول میں ویرا کی بتائی ہوئی تدبیر بہت کارگر رہی۔ شیر دل کی موت کا قصہ تازہ تھا۔ انسان کی بے ثبات زندگی کے ماتم پر ہر دل موم بنا ہوا تھا۔ سلطان شاہ نے ایک پان والے سے بات کی تو اس نے بہت دھیان سے سب کچھ سنا اور بتایا کہ گلی میں شیر دل کے اڈے پر اس کے بہت سے سوگوار دوست جمع تھے جو اس کی رہنمائی کرسکتے تھے۔

سلطان شاہ اس بھیڑ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ دوستوں سے ملنا بے سود ہوگا۔ وہ سب اس کے لیے اجنبی ہیں۔ وہ شیر دل کے بیوی بچوں سے ملنا چاہتا ہے۔

پان والے کے لیے وہ ایبٹ آباد سے آیا ہوا ایک پردیسی تھا۔ غریب غربا پردیسیوں، مسافروں اور ایک دوسرے کے مہمانوں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔ اس نے سلطان شاہ کو ایک سال خوردہ سی چوبی بنچ پر بٹھایا، آئس بکس سے پاکولا کی ایک ٹھنڈی بوتل نکال کر زبردستی اسے تھمائی اور قریب سے جاتے ہوئے ایک لڑکے کو آواز لگا کر ہدایت دی کہ وہ استاد کے ڈیرے سے شیدے کو وہاں بلا لائے۔

اس لڑکے کے ساتھ جو شخص آتا ہوا نظر آیا وہ خاصی مضحکہ خیز شخصیت کا حامل تھا۔ اتنا دبلا پتلا کہ تیز ہوا سے اس کے اڑ جانے کا خوف آئے۔ دراز قامت، پچکے ہوئے گالوں اور دھنسی ہوئی آنکھوں والا لمبوترا چہرہ اور بالائی لب پر لمبی لمبی سیاہ مونچھیں اسے دور ہی سے نمایاں کررہی تھیں۔

رہی سہی کسر اس کے کپڑوں نے پوری کردی تھی۔ اس نے سیاہ قمیص شلوار پہنی ہوئی تھی۔ قمیص کے گریبان، کالر اور آستینوں کے سروں پر سنہری کڑھائی کا کام بنا ہوا تھا۔ مجموعی

Downloaded from https://paksociety.com

طور پر وہ مدقوق شخص بدمعاش سے زیادہ کسی سرکس کا مسخرہ معلوم ہو رہا تھا۔

وہ دور سے سلطان شاہ کا جائزہ لیتا ہوا آ رہا تھا مگر قریب آ کر وہ براہِ راست پان والے سے مخاطب ہو گیا۔ پان والے نے اسے سلطان شاہ سے ملایا تو وہ یہ جان کر بہت متاثر ہوا کہ وہ ایبٹ آباد سے صرف تعزیت کے لیے آیا تھا۔

اس نے اچانک سلطان شاہ سے ہندکو میں بات شروع کر دی۔ پشتو کی طرح سلطان شاہ کو اس زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ اسے یہ توقع نہیں تھی کہ پان والے نے اس کے بیان کی سچائی آزمانے کے لیے شیر دل کے اڈے سے کسی ایسے آدمی کو بلایا ہوگا جو ایبٹ آباد میں کثرت سے بولی جانے والی زبان پر عبور رکھتا ہو۔

دونوں کے درمیان چند منٹ تک باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران میں شیدے نے بتایا کہ وہ لوگ تین دنوں تک انتظار کریں گے کہ کوئی رشتے دار ایدھی کے مردہ خانے سے مرحوم استاد کی لاش لے جائے۔ کوئی نہ پہنچا تو استاد شیر دل کی لاش حاصل کر کے تیسرے دن اس کی تجہیز و تکفین کی ہوئی میت کی تدفین کا ارادہ کر لیا تھا۔

اس نے سلطان شاہ کو دعوت دی کہ وہ اس وقت تک کراچی میں رکا رہے تو استاد کے جنازے میں ضرور شرکت کرے۔

استاد کی بیوی کا ذکر کرتے ہوئے شیدے کا لب و لہجہ رازدارانہ ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ اس کا استاد کھلے دل کا ایک یارباش آدمی تھا اور اپنے دھندوں کی وجہ سے گھر بار سے دور رہتا تھا۔ اس کی وصیت تھی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے گھر سے کوئی نہ آئے تو گھر والوں کو نہ چھیڑا جائے۔ دوست اور شاگرد اسے دفنا دیں۔

اس عجیب وصیت کے بارے میں شیدے نے سلطان شاہ کے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا لیکن اسے پردیسی سمجھ کر ناظم آباد کے اس گھر کا پتا بتا دیا جہاں شیر دل کی بیوی اپنے بچوں کے ساتھ رہتی تھی۔

پان والا اپنی گدی پر بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ آنے جانے والے گاہکوں کو تیزی سے نمٹا رہا تھا۔ سلطان شاہ کو پورا یقین تھا کہ وہ شیر دل اور اس کے آدمیوں کا خاص مخبر تھا جو گلی کے نکڑ پر پان کی دکان کی صورت میں ایک اہم مورچا سنبھال کر بیٹھا ہوا تھا۔

سلطان شاہ نے پاکولا کی بوتل ختم کی۔ پان والے اور شیدے کو الوداع کہا۔ شیدا اس سے گلے ملنے کے لیے اس کی بانہوں میں آیا تو سلطان شاہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کسی استخوانی ڈھانچے کو گلے سے لگا لیا ہو۔

اپنے اہم ترین کام سے نمٹ کر وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے چند قدم کے فاصلے پر ایک رکشا خالی ہوتا نظر آیا۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو شیدا واپس نہیں گیا تھا۔ پان کی دکان کے پاس کھڑا، سلطان شاہ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

سلطان شاہ نے اس کام کو اپنے لیے سہل تصور کیا تھا لیکن اس مرحلے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ لڑنے مرنے والے لوگ تھے۔ شیدے کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ اسے بے وقوف بنایا گیا ہے تو بات وہیں بگڑ سکتی تھی۔

وقت کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ سلطان شاہ خالی رکشے میں بیٹھ کر کہیں بھی روانہ ہو جائے تاکہ شیدے کو اس پر کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔

اگر اس وقت سلطان شاہ دستیاب سواری استعمال کرنے کے بجائے اسے نظر انداز کر کے ویرانے تک پہنچنے کے لیے آگے بڑھتا تو شیدے کی نگاہیں اس کا پیچھا کرتی رہتیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی لڑکے کو اس کے پیچھے لگا دیتا۔

اگر وہ لوگ اس بات سے واقف ہو جاتے کہ آگے کوئی گوری چٹی، فیشن ایبل لڑکی سلطان شاہ کا انتظار کر رہی تھی تو وہاں کچھ ہوتا یا نہ ہوتا، ان دونوں کے لیے شیر دل کے ناظم آباد والے گھر پہنچ کر اس کی سابقہ بیوی اور حالیہ بیوہ سے ملنا ناممکن ہو جاتا۔

سلطان شاہ کے پاس فیصلہ کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ مڑ کر شیدے کی طرف دیکھتے ہی اس نے سوچا اور رکشا خالی ہوتے ہی اس میں سوار ہو گیا۔

''ناظم آباد چلو!'' اس نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔

ڈرائیور نے میٹر گھمایا اور رکشا وہیں سے واپس موڑ لیا۔

پان والے کی دکان کے قریب سے گزرتے ہوئے سلطان شاہ نے دیکھا کہ شیدا مٹھی میں دبی ہوئی سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ سلطان شاہ نے چلتے رکشے میں سے اس کی طرف ہاتھ ہلایا تو شیدے نے بھی جواب میں ہاتھ لہرایا اور رکشا آگے نکلتا چلا گیا۔

گندی ندی کے ساتھ وہ سڑک سیدھی تھی۔ سلطان شاہ کو رکشے میں کم از کم اتنی دور ضرور جانا تھا کہ وہ شیدے اور پان والے کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔

اس نے اضطراری طور پر اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو اسے ویرانے سے الگ ہوئے نصف گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

دونوں کے درمیان طے شدہ پروگرام کے مقابلے میں ویرا کو اگلے ٹکڑ پر انتظار کرتے ہوئے کم از کم سات منٹ ہو چکے تھے۔

ویرا بہت سادہ مزاج کی مالک تھی۔ اس کا چہرہ عام طور پر میک اپ سے بے نیاز رہتا تھا لیکن اپنے رنگ روپ کی وجہ سے وہ معمولی کپڑوں میں بھی فیشن ایبل نظر آتی تھی۔ اس کے لیے تیسرے درجے کے اس علاقے میں زیادہ دیر تک رکنا اور آوارہ مزاج شہدوں کے آوازوں کو برداشت کرنا بہت کٹھن کام تھا۔

سلطان شاہ سوچ رہا تھا کہ وہ رکشے میں چلا جا رہا تھا اور ویرا بے چاری مقررہ مقام پر گاڑی میں بیٹھی اس کے انتظار میں سوکھ رہی ہوگی۔

سلطان شاہ نے مڑ کر دیکھا اور خوشی سے اس کا دل بلیوں اچھل پڑا۔

وہ مڑ کر یہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ وہ شیدے وغیرہ کی نگاہوں کی رسائی سے دور آ چکا ہو تو رکشا وہیں رکوا کر اتر پڑے لیکن اسے زیادہ دور تک نظریں اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ رکشے سے کچھ فاصلے پر ویرا کی گاڑی چلی آ رہی تھی۔

اس کے مڑنے پر ویرا نے ہلکا سا ہارن بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ سلطان شاہ نے اس سے پہلے ہی ویرا کو دیکھ لیا تھا۔

سڑک کے گنجان اور تنگ حصے پر وہ سفر یوں ہی جاری رہا۔ ویرا کو دیکھ لینے کے بعد سلطان شاہ کو اطمینان ہو چکا تھا کہ اسے ویرا کی تلاش میں واپس نہیں جانا تھا۔ کسی بھی مناسب مقام پر وہ رکشا رکوا کر اترتا اور ویرا کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو جاتا۔

سڑک کشادہ ہوتے ہی سلطان شاہ نے رکشا رکوا لیا۔ ڈرائیور نے حیرت ضرور ظاہر کی کہ وہ ناظم آباد جانے کے بجائے راستے میں اتر رہا تھا لیکن معترض نہیں ہوا۔ میٹر میں ظاہر ہونے والی رقم دو ہندسوں تک بھی نہیں پہنچی تھی۔ سلطان شاہ نے دس دس کے دو نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھے اور رکشا چھوڑ دیا۔

ویرا نے کچھ دور اپنی گاڑی سڑک سے قدرے اتار کر روک لی تھی تاکہ پیچھے سے آنے والے ٹریفک کی روانی میں کوئی خلل نہ پڑے۔

رکشے سے اتر کر سلطان شاہ فوری طور پر ویرا کی طرف نہیں گیا۔ رک کر یوں جیبیں ٹٹولتا رہا جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔ چند ثانیے اسی طرح گزار کر وہ واپس لوٹا اور دروازہ کھول کر ویرا کے برابر والی نشست پر بیٹھ گیا۔

''مجھے وہاں چھوڑ کر رکشے میں کہاں بھاگے جا رہے تھے!'' ویرا نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوتے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

''شیر دل کے گرگوں سے بات کر کے سیدھا تمہاری طرف آتا تو میرے ساتھ تم بھی ان کے چکر میں پھنس جاتیں۔ میں تھوڑی دور جا کر رکشا چھوڑ دیتا اور کسی دوسرے راستے سے ذرا سی دیر میں تمہاری گاڑی تک لوٹ آتا۔'' سلطان شاہ نے کہا۔

''اس گنجان آبادی کی ٹیڑھی میڑھی گلیوں میں راستہ تلاش کرنا آسان نہیں ہے۔ تم ندی کی دیوار کے ساتھ اندر ہی اندر چلتے ہوئے آ سکتے تھے۔''

''تمہارے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا۔ اچھا ہوا کہ تم نے مجھے وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے دیکھ لیا اور میں واپسی کی زحمت سے بچ گیا۔''

''میرے لیے کچھ نہ کچھ کرنے سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا مجھ میں سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔''

''تم بلاوجہ ہر بات کا مطلب نکالنے بیٹھ جاتی ہو۔'' سلطان شاہ نے بے چارگی سے کہا ''میں اسی لیے تمہارے ساتھ آنے سے انکار کر رہا تھا۔''

''میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گی۔'' ویرا تنک کر بولی ''یہ یاد رکھو کہ حرکت میں برکت ہے۔ ہم گھر سے نکلے ہیں تو کچھ نہ کچھ کر کے واپس لوٹیں گے۔ تم کیا تیر مار کر آئے ہو۔''

''بھالا مارا ہے۔ شیر دل کی بیوہ کا پتا مل گیا۔'' وہ بولا۔

''ویری گڈ۔ تو اب ہمیں کہاں جانا ہے۔''

''ناظم آباد!'' سلطان شاہ نے مختصر ترین جواب دیا۔

''نام سنا ہوا ہے مگر وہ علاقہ میرا دیکھا ہوا نہیں ہے۔ تمہیں راستہ بتانا پڑے گا۔''

''سیدھی چلتی رہو۔ آگے یہ سڑک داہنی طرف گھوم جائے گی۔''

نشتر روڈ پر ٹریفک کی بھیڑ بھاڑ سے ویرا بوکھلا گئی۔ ٹریفک میں کوئی نظم وضبط نہیں تھا جس کو جہاں راہ مل رہی تھی وہ ادھر گاڑی گھما رہا تھا۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ اسے سلطان شاہ سے رہنمائی لینی پڑ رہی تھی۔

پاکستان کوارٹرز سے ذرا آگے اس نے ڈرائیونگ سیٹ سلطان شاہ کو سونپ دی اور خود اطمینان سے برابر والی نشست سنبھال لی۔

''یہ تم نے اچھا کیا۔'' سلطان شاہ نے گاڑی سڑک پر

Downloaded from https://paksociety.com

دوڑاتے ہوئے مسرت سے کہا ''ڈرائیور عورتوں کے برابر میں بیٹھے ہوئے مرد مجھے احمق اور گاؤدی لگتے ہیں۔''

''فکر نہ کرو۔ تم اسٹیئرنگ وہیل کے پیچھے بھی ایسے ہی نظر آرہے ہو۔''

''ویرا! کیا میں واقعی تمہیں ایسا لگتا ہوں؟'' سلطان شاہ نے مجروح لہجے میں سوال کیا۔

''ارے نہیں..... میں مذاق کررہی تھی۔'' وہ جلدی سے بولی اور اس نے اپنا داہنا ہاتھ بے اختیار اس کے شانے پر رکھ دیا۔

''مہربانی کرکے اپنا ہاتھ ہٹالو۔ ہم دونوں کے درمیان فاصلہ ضرور برقرار رہنا چاہیے ورنہ میری کھوپڑی سنک سکتی ہے۔''

''کیا واقعی!'' ویرا نے مسرت سے پوچھا ''کھوپڑی سنک گئی تو تم کیا کروگے۔''

''گاڑی پر لعنت بھیجوں گا اور اتر کر پیدل گھر چل دوں گا۔''

ویرا نے جھلا کر اس کا شانہ نوچا اور اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا ''تم بہت خشک آدمی ہو۔ عورتوں سے بات کرنے کا سلیقہ تمہیں چھو کر بھی نہیں گزرا۔''

''شکر ہے کہ اس وقت تم نے اپنا عورت ہونا تسلیم کرلیا ورنہ ابھی تک لال لگام لگا کر لڑکی ہونے کے دعوے کرتی رہتی تھیں۔'' اس نے برجستہ کہا۔

''خاموشی سے گاڑی چلاتے رہو۔ میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتی۔''

''پہلی بات یہ کہ میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں۔ اپنی مرضی سے گنگنا کر گاڑی چلاؤں گا اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھ سے دور ہی رہنا۔ کوئی بھی نرم چیز میرے منہ سے لگتی ہے تو کچا چبا کر اسے چباڈالنے کو دل چاہتا ہے۔''

''تمہاری ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اندر سے اتنے سیدھے نہیں ہو جتنا نظر آنے کی کوشش کرتے ہو' صنف لطیف کے بارے میں تمہارے ذہن میں ہمیشہ تشدد جھلکتا ہے نفسیاتی اصطلاح میں تم کو اذیت پرست کہا جاسکتا ہے۔''

''تمہاری جیسی باتیں کوئی مرد کرے تو میں اسے اذیت کے اظہار پر معاف نہیں کروں گا بلکہ اسے اس عذاب میں مبتلا کردوں گا۔ اس میں عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں' یہ جیسے کو تیسا والی بات ہے'' سلطان شاہ نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''کسی بے لباس لڑکی کو رسیوں سے باندھ کر چمڑے کے چابک سے مارنے کے بارے میں تمہارا ذہن کیا کہتا ہے'' ویرا نے اسی کے جواب کو نظر انداز کرکے پوچھا۔

''کبھی ایسا تجربہ نہیں کیا'' وہ بے رخی سے بولا ''میں تصورات کی دنیا میں نہیں رہتا' عملی آدمی ہوں تمہاری طرح فضول باتوں میں اپنا سر نہیں کھپاتا۔''

''کیا میری باتیں فضول لگتی ہیں!'' ویرا نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

''کبھی کبھی ایسا لگتا ہے'' سلطان شاہ کی بے پروائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

''اچھا سچ سچ بتاؤ کہ کبھی کسی لڑکی سے تمہاری دوستی رہی ہے'' ویرا نے اپنی نشست میں پہلو بدل کر اچانک سوال کیا ''گاؤں' شہر یا تمہارے قصبے کی کوئی لڑکی۔''

''تم میری زبان سے کیا اگلوانا چاہ رہی ہو؟'' سلطان شاہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کچھ نہیں میں تمہارے دل کو ٹٹولنا چاہتی ہوں' ویرا کی آواز دھیمی ہوگئی۔

''ناممکن ہے وہ پسلیوں کے پنجرے میں بند ہے تمہاری وہاں تک رسائی نہیں ہے'' سلطان شاہ کا لب ولہجہ بے رحمانہ تھا۔

''کبھی تمہارے دل میں خیال نہیں آتا کہ تم بھی ڈینی اور غزالہ کی طرح سکھ کی زندگی گزارو کوئی دردمندی کے ساتھ تمہاری خبر گیری کرنے والا ہو جس سے تم اپنے دل کی ہر بات بلاخوف خطر کہہ سکو' جو ہمیشہ تمہارے لئے فکرمند نظر آئے۔''

''کبھی کبھی خیال آنے لگا ہے۔ وہ دونوں مثالی اور قابل رشک زندگی گزار رہے ہیں'' اس بار سلطان شاہ بہت سنجیدہ تھا۔

''پھر اپنے آس پاس دیکھو کسی کو تلاش کرو دکھ سکھ کے لمحوں کے کسی ساتھی کے بغیر زندگی کا طویل سفر گزارنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔''

''اوہ!'' وہ چونک کر بولا ''کیا تم میرے لئے اپنا رشتہ تجویز کررہی ہو؟''

''لعنت ہے تمہاری صورت پر!'' ویرا نے اپنے داہنے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں پھیلا کر ہتھیلی اس کے چہرے پر نکادی' میں کروں گی تم سے شادی! اپنی صورت دیکھی ہے تم نے آئینے میں۔''

سلطان شاہ کا سوال ایسا بے تکا تھا کہ اس پر ویرا کا مشتعل ہونا لازمی تھا۔ دونوں کے درمیان مفاہمانہ فضا میں ہونے والی گفتگو یکا یک تکدر کا شکار ہوگئی' سلطان شاہ کے چڑانے والے

Downloaded from https://paksociety.com

سوال کا وہی جواب ہو سکتا تھا جو تنک کر ویرا نے دیا تھا۔

''مم..... میرا یہ مطلب نہیں تھا'' سلطان شاہ نے بوکھلا کر مدافعانہ انداز میں کہا ''دیکھو نا..... اس وقت میرے آس پاس تو صرف تم ہی ہو.....''

''مجھے معلوم ہے تم اتنے ہی بھولے ہو'' وہ زہریلے لہجے میں غرائی ''پانی کو مما اور روٹی کو چوچی کہتے ہو اب بک بک مت کرو' کوئی اور بونگی بات کی تو میں تمہارا شا بننے کی پروا کیے بغیر ہاتھ مار دوں گی۔''

سلطان شاہ نے کن انکھیوں سے ویرا کی طرف دیکھا۔ اس کے تیور واقعی بہت خراب تھے۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے ویرا سے وہ ٹیڑھا سوال کیوں پوچھا تھا۔

مشکل یہ تھی کہ ان دونوں کے درمیان اسے نازک موضوع پر براہِ راست گفتگو کا زیادہ دیر تک جاری رہنا ناممکنات میں سے تھا۔

چند منٹ پہلے سلطان شاہ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا تو ویرا بدک رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ویرا راہ پر آئی تو سلطان شاہ نے اپنے ناموزوں سوال سے اسے پٹڑی سے اتار دیا۔

وہ آپس میں کچھ طے کرنے کے قابل تھے اور نہ دوسروں کے سامنے سنجیدگی سے وہ اہم باتیں کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کیا تھا یہ وہی جانتے تھے دونوں میں سے کسی نے اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ویرا چند ثانیوں تک منہ پھلائے خاموش بیٹھی رہی پھر اس نے اپنے غصے کے اظہار کے لئے سگریٹ سلگا کر بلاوجہ پھونکنی شروع کر دی۔

سلطان شاہ بظاہر پورے انہماک سے ڈرائیونگ میں مصروف رہا لیکن وہ بار بار چور نظروں سے ویرا کے تنے ہوئے' بھبھوکا چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ ویرا کی مزید برہمی کے خوف سے اس کے ہونٹ بند رہے اور وہ خلوص دل سے چاہتے ہوئے بھی ویرا سے معذرت کے دو بول نہیں کہہ سکا۔

باہمی کشیدگی کی اسی کیفیت میں وہ ناظم آباد تھانے کے عقب میں پھیلے ہوئے پرسکون رہائشی علاقے میں شیر دل کا گھر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

گھنٹی کے جواب میں ایک خوش رو اور صحت مند عورت نے دروازہ کھولا جس کی آنکھیں متورم ہو رہی تھیں۔ اس کی سوالیہ نظریں سلطان شاہ کے چہرے سے پھسل کر ویرا کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

''میرا نام مریم ہے'' ویرا نے بہت نرمی اور شائستگی سے کہا ''میں عورت فاؤنڈیشن سے آئی ہوں۔ کیا میں کچھ دیر کے لیے تمہارے گھر میں آ سکتی ہوں۔

''میرے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے'' اس عورت نے سلطان شاہ پر ایک نگاہ ڈال کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''تم اکیلی اندر آ سکتی ہو۔''

''تم گاڑی میں بیٹھو' ویرا نے پلٹ کر سلطان شاہ کو ہدایت دی' میں مسز شیر دل سے بات کر کے کچھ دیر میں واپس آتی ہوں۔''

ہدایت پسندیدہ نہیں تھی لیکن مسز شیر دل کی خواہش کا احترام لازمی تھا۔ سلطان شاہ سائے میں کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ عورت ویرا کو اپنے ساتھ لے کر اندر پہنچی تو ویرا کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈرائنگ روم مختصر تھا لیکن آرام و آسائش کی بیش قیمت اشیا سے لدا ہوا تھا۔ وہ مسز شیر دل کی چال ڈھال اور مختصر سی گفتگو سے اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ عورت تعلیم یافتہ نہیں تھی۔ اس کا پھوہڑ پن اس کمرے کی آرائش کے ہر پہلو میں نمایاں تھا۔

''مجھے تمہارے شوہر کی ناگہانی موت پر گہرا دکھ ہے لیکن قانون سے کھیلنے والوں کا آخری انجام یہی ہوتا ہے جسے وہ ہر وقت بھولے رہتے ہیں' ویرا نے بات شروع کی۔

عورت نے رونے کی آواز دبانے کے لیے اپنے دونوں ہونٹ دانتوں میں بھینچ لیے لیکن اس کی سوجی ہوئی آنکھوں کے گوشوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

''میری زندگی میں یہ برا وقت بھی آنا تھا'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی ''تم میرے مرد کو کیسے جانتی تھیں؟''

''میں کسی کو نہیں جانتی۔ ہم لوگ بے سہارا عورتوں کی مدد کرتے ہیں۔ شیر دل کی موت کی خبر ملی تو تمہاری تلاش میں نکلے۔ دھوبی گھاٹ سے یہاں کا پتا چلا تو ادھر آ گئے مجھے تمہارے دکھ اور غم کا پورا پورا احساس ہے.....''

ویرا کی بات سن کر وہ عورت چونکی اور پھر اس کی بات کاٹ کر بولی ''شیر دل تو کہتا تھا کہ اس کے اڈے کے پتے سے کوئی یہاں نہیں پہنچ سکتا۔ یہ گھر بس دو آدمیوں کو معلوم ہے اور وہ کسی کو یہاں کا پتا نہیں بتا سکتے پھر تم کیسے یہاں پہنچ گئیں؟''

''ہم تمہاری مدد کرنے کے لیے آئے تھے' شیدا نامی ایک آدمی نے پتا بتا دیا۔''

''اچھا..... تو شیدا نے تمہیں پتا بتایا ہے۔ بتاؤ تم میری کیا مدد کرو گی؟''

Downloaded from https://paksociety.com

''کسی اور بات سے پہلے یہ جاننا چاہوں گی کہ تم نے شیر دل کی لاش لینے کے لیے اب تک اسپتال وغیرہ سے کیوں رجوع نہیں کیا۔''

''مرنے والے کی یہی خواہش تھی'' وہ ایک گہرا سانس لے کر دردناک آواز میں بولی ''وہ پڑھا لکھا تھا نہ اس کے پاس کوئی ہنر تھا۔ وہ اپنے بچوں کو اپنے سائے سے بھی بچانا چاہتا تھا۔ اسے یہ پسند نہیں تھا کہ لوگ اس کے بچوں کو ایک مجرم کی اولاد ہونے کے طعنے دیں۔ اس کے ساتھی اور دوست اسے دفنا دیں گے۔''

''کیا بچوں کو پتا نہیں چلے گا کہ ان کا باپ مارا گیا ہے۔'' ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں..... شاید کبھی نہیں'' اس نے مغموم انداز میں سر ہلا کر کہا ''ان کو بتایا گیا ہے کہ ان کا باپ ایک تاجر ہے اور کاروبار کے سلسلے میں باہر جاتا رہتا ہے۔ وہ ہفتے پندرہ دن میں ہم سب سے ملنے کے لئے یہاں آتا تھا اور خاموشی سے ایک دو راتیں گھر میں گزار کر چلا جاتا تھا اس بار وہ نہیں آئے گا تو بچے پریشان ہوں گے۔ میں انہیں دلاسے دوں گی۔ وقت گزرنے کے ساتھ انہیں صبر آجائے گا۔ وہ سمجھ لیں گے کہ ان کا باپ کہیں کام آچکا ہے۔''

''اسے مجرموں سے اتنی نفرت تھی تو وہ خود مجرم کیوں بن گیا۔ تم نے اسے اس راستے پر چلنے سے کیوں نہیں روکا؟'' ویرا نے تجسس لہجے میں سوال کیا۔

''میں نے اسے ایک امیر تاجر سمجھا تھا۔ میرے گھر والے اس کے خلاف تھے۔ اس نے مجھے گھر سے بھاگ کر شادی کرنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ فیصل آباد کے چکر لگاتا رہتا تھا۔ میرے نصیب پھوٹے تھے کہ میں ایک دن گھر چھوڑ کر اس کے ساتھ کراچی بھاگ آئی اور ہم نے شادی کرلی۔ اس کے اصل دھندوں کا مجھے اس وقت پتا چلا جب میں اس کے ایک بچے کی ماں بن چکی تھی'' بات کرتے اس نے اپنے دوپٹے میں منہ چھپایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''صبر سے کام لو'' ویرا نے اٹھ کر اسے دلاسا دیا ''اب ماضی پر رونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بڑوں کی عزت خراب کر کے جو کام کئے جاتے ہیں ان کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ غلط آدمی تھا اور آخر کار ان ہی چکروں کا ایندھن بن گیا اب اس سے تمہارا پیچھا چھوٹ چکا ہے۔''

اچانک اس نے اپنے منہ سے دوپٹا ہٹایا اور آنسو بھری سرخ آنکھوں سے ویرا کو گھورتے ہوئے دبی دبی آواز میں کسی شیرنی کی طرح غرائی۔ میرے سامنے دوبارہ ایسی بات کہی تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔ وہ میرا مرد تھا میرا سہاگ تھا اب میری مانگ اجڑ چکی ہے میرا پوچھنے والا کوئی نہیں رہا۔ میں بے سہارا ہوگئی' میرے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہوگئے اور تم کہہ رہی ہو کہ اس سے میرا پیچھا چھوٹ گیا یہ بات اب نہ کہنا۔

اس عورت کا لہجہ بہت خوں خوار اور جارحانہ تھا' رندھی ہوئی غراہٹ میں عجیب سی دہشت تھی۔ ویرا سہم کر رہ گئی۔

وہ اس عورت کی ذہنی کیفیت کو سمجھنے سے یکسر قاصر تھی۔ وہ شیر دل کو برا کہہ رہی تھی اور پھر اس کے مرجانے پر اپنے مان ٹوٹ جانے کا شکوہ بھی کر رہی تھی۔ محبت اور نفرت کے ملے جلے جذبوں میں گندھی ہوئی باتیں ویرا کے لیے ناقابلِ فہم تھیں۔

''بعد میں اس نے تمہیں یہ تو بتایا ہوگا کہ وہ غلط راستوں پر کیسے پڑ گیا'' چند لمحوں کے اعصاب شکن سکوت کے بعد ویرا نے پوچھا۔ اس بار اس نے بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔ جرم یا مجرم کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا تھا۔

''پرانی کہانی تھی اس بے چارے کی'' وہ دوپٹے سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی ''اس کی ماں بچپن میں مر گئی تھی باپ نے دوسری شادی کرلی سوتیلی ماں سے تنگ آکر وہ گھر سے بھاگ گیا اور برے لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہ اسے خوب استعمال کرتے رہے' جوان ہوا تو وہ خود بہت برا آدمی بن چکا تھا لیکن دولت سے اپنے سب عیب چھپائے رکھتا تھا' تم کو میرے مرد کی ان ساری باتوں سے کیا دلچسپی ہے۔''

''ہم جاننا چاہتے ہیں تاکہ دوسری لڑکیوں کی زندگی برباد ہونے سے بچا سکیں۔''

''کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا'' وہ دکھی لہجے میں بولی ''جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ میرے مرد کے مقدر میں مرنا لکھا ہوا تھا' وہ مجھے چھوڑ کر مر گیا۔''

''خدا کا شکر ادا کرو کہ وہ تمہارے لئے بہت کچھ چھوڑ کر مرا ہے'' ویرا نے ڈرائنگ روم میں بھرے ہوئے ساز و سامان پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا ''بہت سے لوگ دنیا میں کچھ لیے بغیر چلے جاتے ہیں اور ان کے بچے فاقوں میں پل کر بڑے ہوتے ہیں۔''

''جو کچھ ہے وہ یہی ہے'' وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چاروں طرف گھماتے ہوئے بولی ''میرے پاس دس بیس ہزار کی نقدی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سارے خرچے وہ خود پورے کرتا تھا۔ یہ پیسے کب تک میرا ساتھ دے سکتے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ابھی دل میں اس کا خوف رکھنے والے لوگ زندہ ہیں۔ کل ایک آدمی پُرسہ دینے آیا تھا آج تم آئی ہو۔ کیسا

Downloaded from https://paksociety.com

اندھیر ہے کہ میرا مرد مر گیا۔ میں دل کھول کر رو سکتی ہوں نہ اس کی میت گھر لا سکتی ہوں میرے گھر کل دو آدمی اس کی موت کا پرسہ دینے آئے ہیں.....''

وہ بہک رہی تھی۔ خود کو سنبھالے رکھنے کے باوجود اندر سے بکھری ہوئی تھی پیپوں کی بات ادھوری رہ گئی تھی' ویرا کو اس کے بارے میں تجسس تھا۔ اس نے عورت کی بات کاٹ کر کہا ''تم ابھی کسی کی خدا ترسی کی بات کر رہی تھیں۔''

''پتا نہیں وہ کون تھا مجھے بچوں کی تعلیم اور پرورش کیلئے دو لاکھ روپے دے کر گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ میرے آدمی نے اس کا کوئی بڑا کام کیا تھا۔ معاوضہ لینے سے پہلے وہ مر گیا وہ بچوں کا حق انہیں دینے کے لیے آیا تھا۔''

وہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ دو لاکھ روپے کی رقم معمولی نہیں ہوتی' اس معاوضے کا کوئی گواہ تھا اور نہ دعوے دار پھر بھی وہ ایمان دار اور خدا ترس شخص از خود چل کر اس عورت کے پاس پہنچا تھا اور اسے وہ رقم ادا کر کے چلا گیا تھا۔

وہ ذکر سنتے ہی ویرا کے ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا۔ اسے فوری طور پر یاد آیا کہ مرنے سے پہلے شیر دل نے صرف ایک بڑا کام کیا تھا کہ کفیل کے ذریعے نک ہاروے کو اس کے گھر میں مروا دیا تھا۔

اپنے اعترافی بیان کے مطابق وہ عام آدمیوں کے قتل کا معاوضہ ایک سے ڈیڑھ لاکھ تک لیتا تھا۔ نک بہت خاص آدمی تھا۔ اسے زبردست تحفظ اور مراعات حاصل تھیں۔ اس پر شیر دل کو خود وار کرنا تھا۔ اسے یہ کام سونپنے کے وقت سوبھراج انتقام کی آگ میں جل رہا تھا' عین ممکن تھا کہ اس نے نک کے قتل پر دو لاکھ روپے کے معاوضے کی پیشکش کی ہو۔ دوسرا امکان یہ بھی تھا کہ اصل بات ایک لاکھ کی ہی رہی ہو لیکن شیر دل کی موت کی وجہ سے سوبھراج نے اس کے ورثاء کے لئے دو لاکھ روپے بھجوا دیے ہوں تاکہ زیرِ زمین دنیا میں اس کی فیاضی اور دریا دلی کی شہرت ہو۔

شیر دل کے بیوی بچے گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے لیکن شیر دل کے ایک دو مقربین سے اس کی بیوی کا رابطہ اور واسطہ رہتا تھا۔ سوبھراج کو پورا یقین رہا ہوگا کہ وہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکے گی' زیرِ زمین دنیا میں سینہ بہ سینہ سفر کرے گی جس کے نتیجے میں اس کی ساکھ برقرار رہے گی اور شہر کا ہر بدمعاش اس کے ایک اشارے پر اپنی گردن کٹوانے کے لیے تیار رہے گا۔

وہ نکتہ ذہن میں آتے ہی ویرا نے اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کر دی۔ اس عورت کا زخم تازہ تھا اس کے لئے پیسے سے زیادہ قیمتی اس کے مرد کی جان تھی جو ضائع ہو چکی تھی۔ دورانِ گفتگو وہ بار بار بہکتی اور جانے والے کو روتی رہی۔ اسے دوبارہ مطلوب موضوع کی طرف لانے کے لئے ویرا کو دیر تک اس کی چاپلوسی کرنا پڑی۔

بات بہت دھیرے دھیرے آگے بڑھتی رہی۔ ویرا کی یہ کوشش بھی آڑے آ رہی تھی کہ وہ عورت اس کا مدعا نہ بھانپ سکے' ان باتوں میں یہ معمّا بھی حل ہو گیا کہ وہ بار بار اپنے جن بچوں کا ذکر کر رہی تھی وہ کہیں نظر کیوں نہیں آ رہے تھے۔

ان بچوں کی تعداد تین تھی' بڑی بیٹیوں کی عمریں سات اور چھ سال تھیں چھوٹا بیٹا پانچ سال کا تھا۔ وہ جولائی کا مہینہ تھا' اسکولوں کی گرمیوں کی تعطیلات میں تینوں بچے اپنے ماموں کے ساتھ فیصل آباد گئے ہوئے تھے۔ وہ خود شہر نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ اس کے آدمی کے گھر آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ وہ ہفتے پندرہ دن میں جب بھی موقع ملتا گھر آ جاتا تھا۔ اس وفا شعار عورت کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ اس کا بگڑا ہوا شوہر اپنی بدمعاشیوں کے بھنور نکل کر گھر آئے تو وہاں اسے خوش آمدید کہنے والا کوئی نہ ہو۔ وہ دروازے پر تالا پڑا ہوا دیکھے اور مایوس ہو کر دوبارہ اپنی گناہوں کی دنیا میں لوٹ جائے۔

پچھلے روز آنے والے نے شیر دل کی بیوی کو اپنا کوئی نام نہیں بتایا تھا۔ اگر ویرا کا نظریہ درست تھا تو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی' ناظم آباد کے اس گھر کے دروازے پر آ کر شیر دل کا نام لینے والا کوئی خاص آدمی ہی ہو سکتا تھا۔

شیر دل سوبھراج کا دستِ راست تھا' اس اعتبار سے وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے خاص آدمی تھے۔ اگر سوبھراج کو شیر دل کے اڈے کے ساتھ اس کے خفیہ گھر کا پتا بھی معلوم تھا تو یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں تھی۔ اس کے ایما پر اس کا کوئی بھی آدمی وہاں پہنچ سکتا تھا۔

ویرا کو اشارے مل رہے تھے کہ وہ صحیح سمت میں سوچ رہی تھی۔ وہ شیر دل کی بیوی سے ہمدردی جتا کر اسے یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئی کہ اسے عورت فاؤنڈیشن کی طرف سے بچوں کی اسکول فیس کی صورت میں مسلسل ماہانہ امداد ملتی رہے گی۔

عورت فاؤنڈیشن کے مالی وسائل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے عورت کو یہ بتایا کہ فاؤنڈیشن شہر کے مخیّر حضرات کے تعاون سے اپنا کام آگے بڑھا رہی تھی۔ اگر وہ اسے دو لاکھ روپے پہنچانے والے خدا ترس آدمی کا کوئی پتا یا ٹھکانا بتا سکے تو یہ عورت فاؤنڈیشن پر ایک احسان ہوگا۔ شاید وہاں سے اسے بھی کوئی گراں قدر عطیہ مل سکے۔

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا کے مسلسل اور عاجزانہ اصرار کے سامنے وہ عورت بے بس ہوگئی۔ فیسوں کی ماہانہ ادائیگی کے لئے ویرا اس کے بچوں اور اسکولوں کے ضروری کوائف دریافت کر کے نوٹ کر چکی تھی۔ اس نے اعتراف کرلیا کہ وہ فراخ دل شخص اسے اپنا فون نمبر دے کر گیا تھا تاکہ کسی مصیبت کے وقت وہ مدد کے لیے شیر دل کے حوالے سے اس فون نمبر پر پیغام دے دے۔

وہ عورت بچوں کی کسی کاپی پر لکھا ہوا وہ نمبر تلاش کرنے کے لئے گھر کے اندرونی حصے کی طرف گئی تو خوشی کے باعث اس کا دل حلق میں دھڑک رہا تھا۔

وہ آگ لینے کے لئے آئی تھی مگر اسے پیغمبری مل رہی تھی۔ شیر دل کی بیوہ سے ملنے کا ارادہ کرتے ہوئے یہ بات اس کے قیاس میں بھی نہیں تھی کہ اس طرف سے سوبھراج اور شہر کے بدمعاشوں کے درمیان ہونے والے اہم ترین لین دین کی کوئی کڑی بھی مل جائے گی۔ گن اس غیر تعلیم یافتہ عورت کے تازہ زخم اور غیر محتاط انداز گفتگو کے باعث ویرا ایک بڑی کامیابی کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔

اسے اندازہ تھا کہ اسے گھر میں بیٹھے کافی وقت گزر چکا تھا اور سلطان شاہ گاڑی میں کسی اداس اُلو کی طرح اکیلا بیٹھا بری طرح بھنّا رہا ہوگا لیکن وہ مجبور تھی۔ اپنے شروع کئے کام کو ادھورا چھوڑ کر واپس جانا اس کے بس سے باہر تھا۔

چند منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد وہ اسکول کی ایک کاپی لے آئی۔ اس کے درمیانی صفحے پر بال پین سے ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ نمبر بہت آسان تھا ویرا کو ایک نظر میں زبانی یاد ہوگیا لیکن وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

اس نے پرس سے قلم اور کاغذ نکال کر وہ نمبر نوٹ کیا اور دونوں چیزیں بے پروائی سے اپنے پرس میں ڈال لیں۔

''دعا کرو کہ یہ نیک آدمی عورتوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہماری فاؤنڈیشن کا بھی ساتھ دے یہ کام بن گیا تو میں ہمیشہ تمہاری شکر گزار رہوں گی'' ویرا نے اس سے کہا۔

''مجھے دو بندے میرے آدمی کا پرسہ دینے کے لئے آئے اور دونوں ہی نیکی کے فرشتے نکلے'' وہ ممنونیت سے لبریز لہجے میں بولی ''بس یہ خیال رکھنا کہ میرے بچوں کی فیس دس تاریخ سے پہلے جمع ہوجایا کرے، دو لاکھ روپے میں بینک میں ڈال دوں گی۔''

فون نمبر مل جانے کے بعد ویرا پر لگا کر وہاں سے اڑ جانا چاہ رہی تھی' اس نے اٹھتے ہوئے کہا ''تم فکر نہ کرو میں دو چار روز میں دوبارہ تمہارے پاس آؤں گی۔ تمہارے گھر پر فون تو لگا ہوا ہے نا۔''

''نہیں!'' اس نے مایوسی سے جواب دیا۔ ''میری اور شیر دل کی دوستی فون سے شروع ہوئی تھی۔ اس نے یہاں فون نہیں لگوایا۔ وہ کہتا تھا کہ فون پر آوارہ مرد سیدھی سادی عورتوں کو آسانی سے پھانس لیتے ہیں یہ شیطانی چرخہ ہے۔''

ویرا نے دل ہی دل میں سوچا کہ مرنے والا ہر ایک کو اپنے جیسا سمجھتا تھا۔ اس نے فون کے غلط استعمال سے اپنی بیوی کو نکاح سے پہلے اپنے جال میں پھانس کر اس کی زندگی برباد کی تھی۔ وہ اپنی بیوی کے گھر میں فون کیسے برداشت کرسکتا تھا۔

اس نے عورت کو کوئی جواب نہیں دیا' مسکرا کر رہ گئی۔

چند ثانیوں بعد ویرا اس الم رسیدہ اور تنہا عورت کو الوداع کہہ کر اس گھر سے نکل آئی۔

سلطان شاہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا' پھاڑ کھانے والی نظروں سے اسی گھر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے غصے کا اندازہ لگاتے ہوئے ویرا نے تقریباً دوڑ کر سڑک عبور کی اور دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''میں تو سمجھ رہا تھا کہ اندر بیٹھے بیٹھے تمہارا انتقال ہو چکا ہے۔ اب اس گھر سے تمہارا جنازہ ہی نکلے گا' حیرت ہے کہ تم اپنے قدموں پر چل کر آئی ہو'' سلطان شاہ نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

''سنو گے تو حیرت سے اچھل پڑو گے۔ مجھے یہاں ایک غیر متوقع کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جلدی سے گاڑی آگے بڑھاؤ' ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہئے۔'' وہ بولی۔

''تم اپنی مرضی سے واپس آئی ہو' میں اپنی مرضی سے واپس جاؤں گا۔'' سلطان شاہ نے سیٹ پر قدرے آگے سرک کر پائیدان میں اپنے پاؤں پسار دیے۔

''میں کہتی ہوں۔''

''ارے باپ رے!'' ویرا کی بات پوری ہونے سے پہلے سلطان شاہ بوکھلا کر بولا اور سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں عقب نما آئینے پر جمی ہوئی تھیں۔

''یہ سالا کالا مچھر یہاں کہاں آرہا ہے'' اس نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔

اضطراری طور پر ویرا کی گردن گھوم گئی۔ پیچھے کالے رنگ کی ایک بڑی موٹر سائیکل پر کالے کپڑوں والا ایک بدقوق شخص چلا آرہا تھا' اس کے چہرے پر بڑی بڑی سیاہ مونچھیں حاوی تھیں۔

انجن اسٹارٹ کرتے ہی سلطان شاہ نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھا دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا تم اس منحنی موٹر سائیکل سوار سے ڈر کر بھاگے ہو!'' ویرا نے تعجب سے پوچھا۔

''اس کی صورت اور جسامت پر نہ جاؤ یہ شیدا ہے۔ اسی نے مجھے یہاں کا پتا بتایا تھا۔''

''اوہو! تو یہ دیکھنے کے لئے آیا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ تم تعزیت کے لئے پہنچے ہو یا راستے سے کہیں غائب ہو گئے ہو۔''

''مجھے اسی وقت اس کی آنکھوں میں ہلکے سے شبہے کی جھلکیاں تیرتی ہوئی نظر آ گئی تھیں'' سلطان شاہ نے گہرا سانس لے کر کہا ''اسی لئے میں تمہاری طرف آنے کے بجائے رکشے میں واپس چل دیا تھا لیکن یہ اُلّو کا پٹھا یہاں کیوں دوڑا چلا آیا۔ فون پر شیر دل کی بیوہ سے بات کر سکتا تھا۔''

''شیر دل نے آج سے دس گیارہ سال پہلے فون پر اپنی بیوی سے عشق کا آغاز کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں یہ گھر فون سے محروم ہے' اسے ڈر ہو گا کہ فون پر اس کی بیوی سے کوئی اور عشق لڑانا شروع نہ کر دے۔''

''اس وقت ہم بال بال بچے ہیں یہ ذرا سی دیر پہلے آ جاتا تو تم اندر پھنس کر رہ جاتیں۔ شیدا اپنی آنکھوں سے بے رحم قاتل نظر آتا ہے۔ شک ہو جانے پر وہ تمہیں سرد مہری سے قتل کر ڈالتا۔''

''گاڑی کی رفتار بڑھاؤ اور راستہ بدل دو ایسا نہ ہو کہ وہ اس عورت سے بات کرتے ہی ہماری تلاش میں نکل کھڑا ہو اس سے تصادم ہمارے لئے بے سود ہو گا۔''

بات اس کی سمجھ میں آ گئی' اس نے گاڑی ایک گلی میں گھمانے کے بعد مخالف سمت میں ڈال دی اس وقت وہ ایک عقبی سڑک سے دوبارہ شیر دل کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

☆☆☆

وقت گزرنے کے ساتھ میری اور غزالہ کی تشویش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور میں دل ہی دل میں ویرا اور سلطان شاہ کے لئے خیر کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

اس تشویش اور فکر مندی کے ساتھ رہ رہ کر مجھے ویرا پر غصہ بھی آ رہا تھا جو بعض اوقات نہایت خود سری پر اتر آتی تھی۔ وہ نہ صرف خود گئی تھی بلکہ سلطان شاہ کو بھی اپنے ساتھ کھینچ کر لے گئی... جولڑائی بھڑائی کے معاملے میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا۔

بات اگر شیر دل کی بیوہ سے ملاقات کی ہوتی تو مجھے اتنی فکر نہ ہوتی۔ اصل خرابی شیر دل کے اڈے پر جانے اور وہاں سے اس عورت کے گھر کا سراغ لگانے میں مضمر تھی۔ وہ جگہ میری دیکھی بھالی تھی اور کسی عورت کے جانے کے لائق نہیں تھی۔

شیر دل کے قتل کا واقعہ تازہ تھا۔ اس کی لاش ایدھی کے مردہ خانے میں پڑی ہوئی تھی۔ اس مرحلے پر وہاں جا کر شیر دل یا اس کی فیملی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا' مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ ویرا اپنے ذہن میں کیا پروگرام لے کر وہاں گئی تھی۔

دو بجے کے قریب وہ دونوں واپس آئے تو میرے صبر کا پیمانہ لب ریز ہو چکا تھا۔ اس وقت ویرا سے میرا سامنا ہوتا تو کسی سنگین جھڑپ کی نوبت آ سکتی تھی۔

ان کی گاڑی کی آواز اس امر کی مظہر تھی کہ وہ دونوں کسی نہ کسی حد تک خیریت سے لوٹ آئے تھے۔ میں نے ویرا کا سامنا نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنی خواب گاہ میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بولٹ کر لیا۔

میں اندر سے غصے میں پھنک رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اجتماعی مفاد میں پسپائی کی راہ اختیار کر لی تھی۔

کچھ دیر بعد مجھے باہر سے ان تینوں کی آہٹیں اور آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں خاموشی سے بستر پر پڑا ویرا کے کسی ردِ عمل کا انتظار کرتا رہا لیکن کہیں کچھ نہیں ہوا۔

اچانک میرے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی' میں نے اضطراری طور پر بٹن دبا کر اپر پیٹس اپنے کان سے لگا کر ہیلو کہا۔

''مہیش! جلدی آ جاؤ' اس وقت میں خطرے میں ہوں!'' میرے کانوں میں ایک گھبرائی ہوئی نسوانی آواز آئی اور فون بند ہو گیا۔

وہ پیغام سنتے ہی میرا ذہن سنیل کی بیوی' شیا کی طرف گیا تھا۔ میں نے خود کو اس سے مہیش اگروال کے نام سے متعارف کرایا تھا۔ پیغام اسی کا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ آواز اس کی نہیں تھی۔ میں اس سے روبہ رو بہت دیر تک باتیں کرتا رہا تھا' وہ ایک خوش غلاف عورت تھی اور مردوں سے ایک خاص صوتی رچاؤ کے ساتھ بات کرتی تھی۔ فون پر بھی میں دیر تک اس کی آواز سنتا رہا تھا جو فون پر سنائی دینے آواز سے بہت مختلف تھی۔

مجھے اس مسئلے پر زیادہ دیر تک اپنا سر نہیں کھپانا پڑا ایک فوری خیال کے تحت میں نے اپنے موبائل فون کے چند بٹن دبا کر آنے والے کال کا نمبر چیک کیا تو اسکرین پر ہمارے گھر کا فون نمبر میرے خیال کی تصدیق کر رہا تھا۔

ویرا نے مجھے کمرے سے باہر نکالنے کے لئے گھر کے عام فون پر آواز بدل کر مجھے وہ پیغام دیا تھا۔ وہ ویرا کی بے

Downloaded from https://paksociety.com

ضرر لیکن ذہانت سے بھرپور حرکت تھی' میرا غصہ یک لخت کافور ہوگیا۔

میں چند منٹ تک کمرے میں رکا رہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ان تینوں کی نظریں میرے کمرے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی ویرا نے اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

''تم اپنی چھچھوری حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی۔'' اس کے کچھ بولنے سے پہلے میں نے ترش لہجے میں کہا'' تم کو کیا پریشانی لاحق ہے..... کیوں فون کیا تھا میرے موبائل پر؟''

میرے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر ویرا کا سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ مردہ آواز میں بولی'' آئی ایم سوری! میرا خیال تھا کہ میں کچھ کامیابی حاصل کر کے آئی ہوں۔ اس بارے میں تم سے تبادلہ خیال کرنا ضروری ہے۔''

''زیادہ اچھلنے کودنے کی ضرورت نہیں'' میں نے ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر کہا۔'' تم نے میرا خون خشک کر کے رکھ دیا۔ آرام سے بیٹھو اور بلا کم و کاست اپنی کہانی سناڈالو۔''

ویرا اپنی جگہ پر بیٹھ گئی میں نے بھی ایک نشست سنبھال لی۔

میرے درشت رویے کا یہ فائدہ ہوا کہ ویرا اپنی کامیابی کو بھول گئی۔ اس نے میرا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے شروع سے آخر تک کے واقعات تفصیل سے سنانے شروع کر دیئے' ابتدائی حصے میں سلطان شاہ نے اصل کردار ادا کیا تھا اس لئے اسے جابہ جا ویرا کی تصحیح کرنی پڑی' ویرا نے کسی پس و پیش کے بغیر اس کی مداخلت قبول کر لی۔

ان دونوں نے باہمی کھنچاؤ کا حصہ گول کر دیا تھا جو بعد میں ان ہی کی زبانی رفتہ رفتہ میرے علم میں آ گیا۔ اس وقت ان ضمنی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

''یہ مسز شیر دل کا دیا ہوا فون نمبر ہے۔'' آخر میں ویرا نے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا ایک رقعہ میری طرف بڑھا دیا۔ وہ ہندسے ویرا کی تحریر میں لکھے ہوئے تھے۔

''یہ تو سرکاری فون نمبر ہے!'' میں نے نائن ٹو کے ابتدائی دو ہندسوں پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ کہا۔'' تم دھوکے سے کوئی غلط نمبر لے آئی ہو''

''اس نے کاپی پر لکھا ہوا یہی نمبر مجھے دکھایا تھا جو میں نے نوٹ کر لیا۔'' ویرا نے خفت سے اپنی صفائی پیش کی۔'' اس سے صفحہ تلاش کرنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔''

''کریلا اور وہ بھی نیم چڑھا..... تم نے یہ کہاوت تو سنی ہوگی!'' سلطان شاہ نے ویرا سے مخاطب ہو کر کہا'' تمہارے قصے میں کریلا نیم کے دو پیڑوں پر چڑھا ہوا نظر آ رہا ہے۔''

میں خود بھی کشیدگی کی فضا کو ختم کرنے کا خواہاں تھا۔ وہ دونوں اپنی مہم میں خاصی کامیابی حاصل کر کے لوٹے تھے۔ نتیجہ حوصلہ افزا رہا تھا لہٰذا میں اس سے پہلے کی ہر کدورت کو دل سے نکال دینا چاہتا تھا۔ سلطان شاہ نے ایک ہلکی پھلکی بات کہی تو میں اسی کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہ کریلے اور نیم سے تمہارا کیا مطلب ہے۔''

''مسز شیر دل عورت ہے اور پھر شاید جابلِ مطلق ہے یعنی کریلی اور وہ بھی نیم چڑھی۔''

اس نے اپنے ہاتھوں کی مضحکہ خیز حرکات کے ساتھ وضاحت کی۔'' رہی سہی کسر ہماری ویرا بیگم نے پوری کر دی کیونکہ یہ بھی ایک عورت ہے' معاملہ دو عورتوں کے درمیان تھا' جو کچھ ہو جاتا وہ کم تھا مرد بے چارہ باہر بیٹھا لو کے تھپیڑے کھا رہا تھا۔''

''کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ہمیں اس نمبر کو چیک کر لینا چاہئے۔'' غزالہ نے ہنستے ہوئے تجویز پیش کی۔'' بہت سے سرکاری ملازم دل کھول کر دفتری فون کا ناجائز استعمال کرتے ہیں اس کا بل نہیں دینا پڑتا اور وہ محفوظ ہوتا ہے۔''

''کل شام سے جلال کی کوئی خیر خبر نہیں ہے۔'' اچانک مجھے وہ غیر متعلقہ بات یاد آ گئی۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ رات کو آیا نہ اب تک اس کا کوئی فون آیا۔''

''کیا اس سرکاری فون نمبر کے بارے میں تم اس سے کوئی مدد لینے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟'' ویرا نے رسانیت اور نرمی سے پوچھا۔

''اس بارے میں کسی کی مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ مجھے ویسے ہی اس کا خیال آ گیا تھا۔ وہ عام طور پر وعدے کی پابندی کرتا ہے' وعدہ پورا کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم فون پر معذرت ضرور کر لیتا ہے۔''

وہ بہت بے چینی سے اس گفتگو کو جاننے کا خواہش مند تھا جو کل دوپہر کو میرے اور گیری کے درمیان ہوئی تھی۔

پچھلی شام سے ہم سب کی مصروفیات میں یکا یک تیزی آ گئی تھی۔ جلال سے فون پر آخری گفتگو ہونے اور اس سے قبل اول خان کے رخصت ہونے کے بعد سلطان شاہ امریکیوں کی آمد کی خبر لایا تھا۔ اور ہماری لمبی دوڑ لگ گئی تھی۔ صبح میں گیری ہارٹ کی طرف نکل گیا' واپس لوٹا تو پتا چلا کہ ویرا' سلطان شاہ کو لے کر مسز شیر دل کی تلاش میں نکلی ہوئی تھی۔

Downloaded From https://Paksociety.com

سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ میری دانست میں یہ اچھی بات تھی کہ ہم ایس ٹی ایف اور آئی بی کے وسائل پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے طور پر آگے بڑھنے کی کوشش کررہے تھے اور اس میں کامیابی کی امید نظر آرہی تھی۔

''چاہیں تو آپ خود جلال کو فون کرلیں۔'' غزالہ نے مجھے مشورہ دیا۔

''اسے چھیڑنا مناسب نہیں' پتا نہیں وہ کہاں الجھا ہوا ہوگا۔ وقت ملے گا وہ خود ہی فون کرلے گا میں اس سے صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ گیری نے کل ایس ٹی ایف کے خاتمے کے بارے میں دھمکیاں دی تھیں ان کی کیا حقیقت ہے۔''

''اس بارے میں تم اول خان کی کہی ہوئی بات بھول رہے ہو'' ویرا نے مجھے یاد دلایا۔ ''اس نے کہا تھا کہ ایسی بڑی تبدیلیاں آسمان سے نازل نہیں ہوتیں۔ امریکی حکومت کے ایسے عزائم ہوتے تو ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی پیش رفت ہوچکی ہوتی۔''

''ہم ایک نئے موضوع کی طرف بھٹک رہے ہیں۔'' غزالہ نے ہمیں ٹوکا ''اس وقت پہلا مسئلہ فون نمبر کا ہے جس کے ذریعے سوبھراج کا کوئی سراغ مل سکتا ہے۔''

''اس وقت ہم متضاد انتہاؤں کے درمیان جھول رہے ہیں۔'' ویرا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ایک طرف پاکستان کے خلاف عالمی سازشوں میں گیری ہارٹ کا نیا کردار ہے جو ایس ٹی ایف کی بقا کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ بن کر نمودار ہوا ہے' دوسری طرف شیر دل کی بیوہ کا مسئلہ ہے.....''

''وہ ایک سنگین معاشرتی المیہ ہے'' میں نے ویرا کی بات کاٹ کر کہا ''تم نے اس کے بچوں کی جو عمریں بتائی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیصل آباد میں شیر دل کے ٹیلی فونک عشق کی کہانی کی داغ بیل گیارہ بارہ سال پہلے پڑی تھی' دونوں فریق جوانی کے جوش میں بدمست تھے۔ انہوں نے مستقبل کو فراموش کر کے باغیانہ راہ اپنائی اور اپنا گھر بسایا نتیجہ سامنے ہے۔ وقت نے اس لڑکی کے انتخاب کو غلط ثابت کردیا' بچوں کے مستقبل کی فکر نے شیر دل کو گھر سے دور کردیا ایک عشرے کے بعد آج چار انسان اس غلط فیصلے کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔''

''میں اس عورت سے بات کرتے ہوئے حیران ہورہی تھی۔'' ویرا..... اپنے شانے سمیٹ کر بولی ''یقین نہیں آرہا تھا کہ عملی زندگی میں بھی ایسا ہوسکتا ہے' اس کی باتیں مجھے کسی فلم کی کہانی سے ملتی جلتی معلوم ہورہی تھیں۔''

''تم مسلسل اسے عورت' عورت کہے جارہی ہو۔'' سلطان شاہ نے چڑچڑے لہجے میں کہا ''اس کے ساتھ اتنا وقت گزارنے کے بعد بھی تم اس کے نام سے بے خبر ہو!''

''کاش تم وہاں ہوتے'' ویرا بولی۔ ''اس پر بار بار رقت آمیز جذباتی دورے پڑرہے تھے۔ اسے سنبھالنا اور پھر کام کی بات جاری رکھنا بہت دشوار ثابت ہورہا تھا۔ مجھے دھیان ہی نہیں آیا کہ اس بدنصیب عورت کا نام پوچھ لیتی۔''

''اسے معلوم ہے کہ تم مریم ہو اور تمہارا تعلق عورت فاؤنڈیشن سے ہے!'' غزالہ نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

''میں اپنا کوئی موزوں تعارف نہ کراتی تو میرے لیے اس کے گھر میں داخل ہونا مشکل ہوجاتا۔''

''اور کالا مچھر ذرا پہلے آجاتا تو تمہارا وہاں سے نکلنا مشکل ہوجاتا۔'' سلطان شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا ''پتا نہیں ہمارے آنے کے بعد وہاں کیا ہوا ہوگا۔''

گھروں سے بھاگ کر شادی کرنے والے جوڑوں میں وہ ایک مثالی واقعہ تھا اور ایک خوف ناک معاشرتی مسئلے کی عکاسی کرتا تھا۔ میڈیا کے ذریعے ملک میں آزادیوں کے فروغ اور دونوں اصناف کے درمیان آزادانہ میل جول کی وبا پاکستانی معاشرے کی جڑوں میں تیزی سے سرایت کرتی جارہی تھی۔ پسند کی شادی کسی بھی دور میں معیوب نہیں رہی تھی۔ روشن خیال اور شائستہ گھرانوں کے بزرگ اس اہم معاملے میں اپنے جگر گوشوں کی پسند اور ناپسند کو اولین ترجیح دیتے چلے آئے تھے۔ رشتوں کی تلاش میں گھر سے قدم نکالنے سے پہلے وہ ہر ممکن ذریعے سے یہ اطمینان کرلیتے تھے کہ کسی کے دل کی ڈور کہیں اٹکی ہوئی نہ ہو۔

اس ابتدائی احتیاط کے بعد بھی جو کچھ طے ہوتا تھا، اس کے لیے بالواسطہ طور پر بچوں کی پسند یا ناپسند کا دھیان رکھا جاتا تھا۔ وہ صدیوں پرانی خاندانی روایات تھیں جن کے ذریعے رشتوں کے بندھن ہمیشہ بہت مضبوطی سے جڑے رہتے تھے۔

کچھ عرصے سے نئی نسل کے چند مخصوص طبقوں میں بڑوں سے بغاوت کر کے گھروں سے فرار ہونے کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہورہا تھا۔ خاندان کی عزت اور نیک نامی کے لیے بہت سے واقعات سختی سے دبا دیے جاتے تھے۔ کسی کو کانوں کان ان کا پتا نہیں چلتا تھا۔ بس سینوں کے داغ زندگی بھر رستے رہتے تھے۔ ظاہری طور پر وقت کی دھول ایسے واقعات کی پردہ پوشی کرلیتی تھی۔

کبھی کبھار کوئی جوشیلا جوڑا پریس والوں کے ہتھے چڑھ

Downloaded from https://paksociety.com

جاتا تھا یا انا پرست بزرگ باغیوں کی سرکوبی کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں اتر آتے تھے تو چند روز کے لیے اخبارات کو اپنی سنسنی خیز سرخیوں کا مواد مل جاتا تھا اور پھر شب و روز پہلے کی طرح ہو جاتے تھے۔

ایسے رجحانات طویل مباحث اور اصلاح کے طلب گار تھے لیکن ہم میں سے کوئی بھی سماجی مصلح نہیں تھا۔ وہ ہمارا موضوع نہیں تھا۔ ہم اس کی اہمیت کا ادراک کر رہے تھے لیکن اس کے تدارک کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

کچھ دیر تک خاموشی سے ان تینوں کے مذاکرات سننے کے بعد میں نے ویرا کے لائے ہوئے نمبر پر فون کر کے اس کا سراغ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔

گھر والے فون پر سی ایس ڈی مسلسل آن رہتی تھی۔ وہ سرکاری فون کا معاملہ تھا اس لیے احتیاط ضروری تھی۔ میں نے خاموشی سے وہ نمبر ملا لیا۔

ان تینوں کو اندازہ تھا کہ اس وقت ساری اہمیت ویرا کے لائے ہوئے فون نمبر کی تھی۔ میں اسی پر رابطہ کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ میں ریسیور دیکھ کر ان تینوں نے خاموشی اختیار کر لی اور ہمہ تن میری طرف متوجہ ہو گئے۔

''کون بول رہا ہے۔'' فون پر مردانہ آواز میں ہیلو سن کر میں نے پوچھا۔

''بابا! یہ میرا نمبر ہے۔ تم نے ملایا ہے۔ تم بتاؤ کہ تمہیں کس سے بات کرنی ہے۔'' دوسری طرف سے ہلکی سی ناگواری کے ساتھ کہا گیا۔

''مجھے صرف نمبر دیا گیا ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ کس سے بات ہو گی۔'' میں نے دھیمے لہجے میں ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

وہ کوئی راست باز اور اصول پرست افسر ہوتا تو میرے مبہم جواب پر تنگ کر اپنا فون بند کر دیتا لیکن وہاں دال میں کچھ کالا ضرور تھا۔ میرے کانوں میں اس کی الجھی ہوئی آواز آئی ''یہ نمبر تمہیں کس نے دیا ہے؟''

''ایک عورت نے جو حال ہی میں بیوہ ہوئی ہے۔'' میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور کہہ ڈالا۔ شبہ ہو جانے کے بعد میں نے اپنے مخاطب پر ہر کارڈ کھیل جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''اوہ..... کہو، کیا پیغام ہے اس کا۔'' دوسری طرف سے جلدی سے سوال کیا گیا۔ میرا دیا ہوا اشارہ اس نے فوری طور پر سمجھ لیا تھا۔

''وہ تمہاری معاونت کے لیے اپنے دل کی گہرائیوں سے تمہاری ممنون ہے۔ ہم لوگ بھی اس کی کچھ مدد کر رہے ہیں مگر ہمارے وسائل محدود ہیں۔ ہماری فاؤنڈیشن پریشان حال اور بے سہارا خواتین کی مدد کرتی ہے۔ اس بارے میں ہم تمہارا تعاون چاہتے ہیں۔''

''تم کس فاؤنڈیشن کی بات کر رہے ہو؟'' یکا یک اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔

''عورت فاؤنڈیشن!'' میں نے جواب دیا ''یہ عورتوں کی معاشی اور معاشرتی امداد کے لیے قائم کیا ہوا ایک کثیر المقاصد ادارہ ہے جو اس وقت سات سو گیارہ.....''

''بھاڑ میں گئی تمہاری فاؤنڈیشن!'' دوسری طرف سے غصیلے انداز میں میری بات کاٹ دی گئی ''یہ سرکاری دفتر ہے، کوئی یتیم خانہ نہیں ہے جو عورتوں کی مدد کرتا پھرے۔''

وہ فقرہ مکمل ہوتے ہی لائن بے جان ہو گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''اب مسز شیر دل کی شامت آ جائے گی۔'' ویرا نے بے ساختہ کہا ''تم نے یہ بتا کر اچھا نہیں کیا کہ فون نمبر تمہیں اس نے دیا ہے۔''

''اس نکتے کے بغیر پتا نہیں چل سکتا تھا کہ اس نمبر کا سوبھراج سے کوئی تعلق ہے۔ میری بات سنتے ہی اس نے تمہاری عورت کا پیغام جاننا چاہا تھا۔''

''مسز شیر دل کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ بھول کر بھی اس کی طرف نہیں جائیں گے۔'' غزالہ نے میرا ساتھ دیتے ہوئے کہا ''تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ نمبر دیا جا چکا ہے۔ اب اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ وہ اپنی کسی حقیقی ضرورت کے لیے بھی فون کرے گی تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی۔ اسے صرف دو لاکھ روپے پر گزارا کرنا ہو گا۔''

''دو لاکھ وہ لے چکی ہے۔ فیسوں کی رقم ہم دیں گے۔ اس نے ہم سے تعاون کیا ہے۔ میرے وعدے کے مطابق اس کا صلہ ملنا چاہیے۔ ایک قاتل اور پاجی شخص کی اولادوں کی تعلیم و تربیت میں مدد دے کر ہم بہت بڑا کام کریں گے۔''

''ہم اپنے مسائل میں گھرے رہتے ہیں۔ ہر مہینے رقم پہنچانے کا کھٹ راگ ہمارے بس سے باہر ہے۔'' میں نے نیک نیتی سے کہا ''چاہو تو اسے یک مشت ایک دو لاکھ دے دو۔ وہ اس کے بچوں کی برسوں کی فیسوں کے لیے کافی ہوں گے۔''

''ویری گڈ!'' ویرا خوش ہو گئی ''تمہاری تجویز زیادہ بہتر ہے۔ مجھے امید تھی کہ تم میرا مان رکھو گے۔ مجھے اس پر بہت

Downloaded from https://paksociety.com

ترس آ رہا ہے۔ میں اس کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔''

''تم پٹری سے اتر رہی ہو'' سلطان شاہ نے ویرا سے کہا ''اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس سرکاری فون کا سوبھراج سے گہرا تعلق ہے تو ہمیں تیزی سے کام کرنا چاہیے۔ دیر ہوئی تو ہم اس کامیابی کے ثمرات سے محروم رہ جائیں گے۔''

''محرومی کا زیادہ اندیشہ نہیں ہے۔'' میں نے اطمینان سے کہا ''اس سے کوئی ٹیڑھی بات کی جاتی تو وہ بھڑک سکتا تھا۔ میں نے وہی بات آگے بڑھائی ہے جو ویرا نے مسز شیر دل سے کی تھی یعنی عورت فاؤنڈیشن۔ نام کے اس تسلسل کی وجہ سے اسے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔''

''اس واقعے کا تیسرا فریق شیدا بھی ہے.....'' سلطان شاہ نے بولنا چاہا لیکن ویرا نے اسے اپنی بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا۔

''عورت فاؤنڈیشن والی کہانی پر اسے بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہو بھی جائے تو وہ غیر متعلق آدمی ہے۔ سوبھراج یا اس کے کسی آدمی سے شیدے کا کوئی رابطہ نہیں ہو سکتا۔''

ویرا درست کہہ رہی تھی۔ شیر دل کے گھر پر کوئی بھی دستک دے سکتا تھا۔ وہ ایک کھلا گھر تھا۔ اسے صرف یہ فکر ہو سکتی تھی کہ عورت فاؤنڈیشن والوں کو یہ کیسے پتا چلا کہ شیر دل کے بیوی بچے ناظم آباد کے اس مکان میں رہتے ہیں۔

شیر دل کا قتل کوئی ڈھکا چھپا معاملہ نہیں تھا۔ اخبارات میں اس کی خبر لگی تھی۔ شاید کسی چھوٹے موٹے اخبار نے مقتول کی تصویر بھی لگائی ہو۔ شیر دل ابتدا میں کھلے بندوں ازدواجی زندگی گزارتا رہا ہوگا۔ صاحب اولاد ہونے کے بعد اسے اپنے بچوں کے مستقبل کا خیال آیا ہوگا اور اس نے اپنی بیوی کو ایک الگ گھر میں آباد کر دیا ہوگا۔ اس ابتدائی دور کے حوالے سے شہر میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہو سکتے ہیں جو زیادہ باخبر ہوں۔

عورت فاؤنڈیشن جیسے فلاحی اور بڑے ادارے کے لیے ایسے لوگوں تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں ہو سکتا تھا۔ ویرا نے کچھ سوچے سمجھے بغیر، اپنے ذہن میں آنے والا ایک مرعوب کن نام لے ڈالا تھا۔ اس کی لفظی ترکیب پر غور کرتے ہوئے مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ اس دور میں اس نام کا کوئی نہ کوئی معتبر فلاحی ادارہ کہیں نہ کہیں کام ضرور کر رہا ہوگا۔

شیدے کی تشویش صرف اس مہمان کے بارے میں ہو سکتی تھی جو شیر دل کی موت پر تعزیت کے لیے فوری طور پر ایبٹ آباد سے چل کر دھوبی گھاٹ تک پہنچ گیا تھا لیکن پھر وہاں سے ناظم آباد تک نہیں پہنچ سکا تھا۔

وہ لاینحل معما شیدے کے لیے کچھ دنوں تک الجھن کا سبب بنا رہتا پھر وہ اسے بھول جاتا۔ اس میں اتنی صلاحیت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ عورت فاؤنڈیشن اور پردیسی مہمان کی آمد کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے کوئی نتیجہ اخذ کر لیتا۔

''تم کہو تو اب میں اس نمبر پر فون کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ وہ کس سرکاری دفتر کا فون ہے اور وہ کہاں واقع ہے۔'' سلطان شاہ نے پیش کش کی۔

''اس وقت ڈینی نے ہوشیاری سے بات سنبھال لی۔'' ویرا نے کہا ''اسے دوبارہ کوئی مشتبہ فون ملا تو وہ چوکنا ہو جائے گا۔''

''ٹیلی فون انکوائری سے بھی مطلوبہ معلومات مل سکتی ہیں۔'' غزالہ نے تجویز دی۔

''یہ تو سب سے بہتر اور آسان راہ ہے!'' ویرا خوش ہو کر بولی۔

''کوشش کر کے دیکھ لو، کامیابی کا امکان نہیں ہے۔'' میں نے کہا ''ان سے نام بتا کر نمبر لیا جا سکتا ہے۔ نمبر کے ذریعے وہ نام پتا فراہم نہیں کرتے۔''

''نمبروں کی ترتیب سے ناموں والی ڈائریکٹری عرصہ دراز سے نہیں چھاپی گئی۔ پرانی ڈائریکٹری نامکمل اور فرسودہ ہے کیونکہ شہر کے بیشتر فون نمبر سات ہندسوں میں بدل چکے ہیں۔ لے دے کر اب اول خان ہی رہ جاتا ہے جو ہماری مدد کر سکتا ہے۔'' سلطان شاہ نے قدرے مایوسی سے کہا ''وہ روز بروز ہمارے لیے ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔''

''کوئی ناگزیر نہیں ہوتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''ذرا سی دیدہ ریزی کی زحمت کرو تو یہ کام تم خود بھی کر سکتے ہو۔''

''طریقہ بتاؤ، میں کام سے گھبرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

''عام ڈائریکٹری چھانو۔ سب کچھ مل جائے گا۔'' میں نے اسے چڑایا۔

''ان سیکڑوں صفحات میں ایک نمبر تلاش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوگا۔'' میری تجویز پر اس کا منہ اتر گیا۔

''یہ ایسا مشکل کام نہیں ہے۔'' اس بار میں نے سنجیدگی سے کہا ''سارے صوبائی اور مرکزی فون نمبر پہلی جلد کے چند رنگین اوراق میں سمٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان پر محنت کرو گے تو تھوڑی دیر میں سب کچھ سامنے آ جائے گا۔''

''آؤ! یہ کام ہم دونوں مل کر کرتے ہیں۔'' ویرا اسی لمحے

Downloaded From https://paksociety.com

اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''انہیں دھندے سے لگا دیا۔ اب ہم آرام کرتے ہیں۔'' میں نے بائیں آنکھ دبا کر غزالہ سے کہا ''یہ دونوں دو تین گھنٹوں کے لیے کام سے گئے۔''

''انہیں کوئی کام کی بات مل جائے گی یا آپ نے ان کے ساتھ شرارت کی ہے۔'' غزالہ نے اپنی غزالی نظریں میرے چہرے پر مرکوز کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تھوڑی دیر میں نتیجہ سامنے آجائے گا۔'' میں غزالہ کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

ان دونوں کا پتا نہیں تھا۔ سلطان شاہ کے کمرے سے ویرا کی منمناتی ہوئی سی آواز آرہی تھی۔ شاید وہ دونوں ٹیلی فون ڈائریکٹری کی رنگین اوراق والی پہلی جلد لے کر وہیں بیٹھ گئے تھے۔ ویرا کی شراب نوشی کی وجہ سے سلطان شاہ اس کے کمرے میں کم ہی جاتا تھا۔

میں کمرے میں جاتے ہی بستر پر دراز ہوگیا۔ غزالہ اپنے مرمریں وجود کو سمیٹ کر میرے سرہانے بیٹھ گئی اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے میرا سر دبانے لگی۔

''آج یہ دونوں خاصی اہم کامیابی حاصل کر کے آئے ہیں۔ کام کے سلسلے میں دونوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ویسے ان میں ذرا بھی نہیں بنتی۔'' میں نے کہا۔

''ویرا اس کے سامنے ہر وقت کڑک مرغی کی طرح اکڑی رہتی ہے۔'' غزالہ نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ''وہ پٹھان ہے۔ عورت کی یہ اکڑفوں برداشت نہیں کر سکتا۔ جب تک ویرا اپنے رویے میں نمایاں تبدیلی نہیں لائے گی۔ ان دونوں میں ذہنی مفاہمت نہیں ہوسکتی۔''

''ویرا کی عادتیں بہت پرانی اور راسخ ہو چکی ہیں۔ وہ خود کو دوسروں پر مسلط کرنے کی عادی ہے۔ اس کے لیے بھی خود کو بدلنا بہت مشکل ہے۔''

''یہ نہ کہیں۔'' اس نے اٹھلا کر شوخی سے کہا ''یہ اس کی عادت نہیں ہے۔ وہ بنتی ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ آپ کے سامنے وہ بھیگی بلی بن جاتی ہے۔ یہ فرق کیوں ہے۔ آپ بھی تو سلطان شاہ کی طرح ایک مرد ہیں۔''

غزالہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بہت بھرپور وار کر دیا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے میں بوکھلا گیا مگر پھر میں نے سنبھل کر کہا ''تمہارے اور میرے درمیان اعتماد کا رشتہ ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ شادی کے بعد میں نے تم سے کوئی بات نہیں چھپائی۔ میرے اور ویرا کے ماضی کے مراسم بھی تمہارے علم میں ہیں اور شاید اسی وجہ سے مجھ سے جھونک کھاتی ہے۔''

حجامتیں کیسی

''منیر صاحب کا انتقال کیسے ہوا؟''

''وہ ایک ماڈرن قسم کے باربر شاپ میں شیو کرانے گئے تھے جہاں لڑکیاں گاہکوں کا شیو کرتی تھیں۔ ایک لڑکی ان کا شیو بنا رہی تھی کہ ایک چوہا لڑکی کے پاؤں پر سے گزر گیا.....''

☆☆☆

''تمہاری کبھی سرجری ہوئی ہے؟''

''بہت مرتبہ..... کیونکہ میں نائی سے شیو بناتا ہوں۔''

☆☆☆

''میں بہت جلدی میں ہوں۔ کیا تم میرا کالر موڑے بغیر اور میری گردن کے گرد تولیا لپٹے بغیر میرا شیو بنا سکتے ہو؟''

''جی ہاں جناب..... اور اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کی ٹوپی اتارے بغیر آپ کے بال بھی کاٹ سکتا ہوں۔''

☆☆☆

''تم بہت اچھے حجام ہو۔ تمہاری باتیں سنتے ہوئے پتا ہی نہیں چلتا کہ کب حجامت ہوگئی۔''

''یہ فن مجھے ورثے میں ملا ہے سر!''

''کیا تمہارے والد بھی حجام تھے؟''

''نہیں سر! وہ صرف داستان گو تھے۔ میں نے ان کے پیشے کو ترقی دی ہے۔''

☆☆☆

''سر آپ کس طرح حجامت بنوانا پسند کریں گے؟''

''تمہاری آواز سنے بغیر۔''

☆☆☆

''سر! میں شیو بنانے کے لیے آپ کے منہ پر جھاگ بنانے لگا ہوں۔ آپ اپنا منہ بند کر لیں۔''

''نہیں..... پہلے تم بند کرو۔''

☆☆☆

''سر آپ تیزی سے گنجے ہو رہے ہیں کیا آپ اس سلسلے میں کوئی احتیاطی تدبیر کر رہے ہیں؟''

''ہاں میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں۔''

☆☆☆

Downloaded from https://paksociety.com

''آپ دونوں کا ماضی!'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی ''اس کا خیال آتا ہے تو میرے ذہن میں کبھی کبھی ٹیسیں سی اٹھنے لگتی ہیں۔ سوچتی ہوں کہ وہ سب میرے علم میں نہ آیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ بعض معاملات میں بے خبری انسان کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوتی ہے۔''

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایسے معاملات میں تم بھی عام عورتوں کی طرح متعصب ہو۔ آج تم پہلی بار یہ شکایت زبان پر لائی ہو۔''

''میں تنگ نظر نہیں ہوں۔ ایک دوسرے کے ماضی پر ہمارا کوئی حق نہیں تھا۔ وہ زندگی ہم نے اپنی اپنی مرضی سے گزاری ہے۔ شادی کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے حساب لینے کا حق حاصل ہوا ہے۔ یہاں آ کر میں احساسِ بے بسی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔''

''کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟'' میں نے چونک کر سوال کیا۔

''یہ اعتبار ہی ہے جس کے سہارے میں سکھ کی زندگی گزار رہی ہوں'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''ویرا، آپ کی زندگی کا ایک اہم سنگ میل تھی۔ شی کے مقابلے میں اس نے دل و جان سے آپ کا ساتھ دیا۔ آپ اس منزل سے گزر آئے۔ سنگ میل وہیں رہ جاتا تو ہمارا ازدواجی سفر زیادہ آرام سے گزرتا لیکن ہم ابھی تک اس سنگ میل کو اٹھائے پھر رہے ہیں۔ دوسروں کی طرح ویرا آپ کی زندگی سے نکل جاتی تو کوئی بات نہیں تھی.....''

''تمہارا مطلب ہے اب ہمیں اس سے اپنی جان چھڑا لینی چاہئے'' میں نے اس کی بات کاٹ کر نرمی اور رسانیت سے پوچھا۔

''میں یہ بھی نہیں چاہتی'' غزالہ نے قدرے تذبذب کے ساتھ کہا۔

''یہ بھی نہیں چاہتیں، وہ بھی نہیں چاہتیں! ڈارلنگ، آج تم کیسی الجھی الجھی اور مبہم باتیں کر رہی ہو، آخر تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔''

''وہ ہمارے گھر کے ایک فرد کی طرح دن رات ہمارے ساتھ رہتی ہے۔ آپ کسی چیز کی پروا نہیں کرتے لیکن جب وہ تیکھی چتون سے آپ کی طرف دیکھتی ہے تو اس کی نگاہوں میں ارمانوں کے الاؤ روشن ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی محسوس ہوا ہے جیسے وہ اٹھے گی اور یکا یک آپ پر فدا ہو جائے گی۔ ان اشتعال انگیز لمحوں کو پی جانا میرے لیے ہمیشہ ایک کڑا امتحان ثابت ہوتا ہے۔ میں اپنی زندگی سے ان بدترین لمحات کو نکال دینا چاہتی ہوں۔''

''پھر تو وہی بات ہوئی نا کہ کسی مناسب ترکیب سے اسے گھر سے باہر ہانک دیا جائے۔''

''یہ اس کے ساتھ ظلم ہوگا۔ ہمارے اور ہمارے وطن کے لیے اس نے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اپنے باپ کے خلاف صف آرا ہوئی، اپنی مٹی کو خیرباد کہا، اپنے ہم وطنوں سے ہماری خاطر آج تک لڑ رہی ہے۔ ہم ان احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے۔ وہ ہم میں سے کسی کی طرف سے ایسے برے سلوک کی مستحق نہیں ہے۔''

میں بے بسی سے ہنس پڑا ''تو پھر اسے اور اس کی حرکتوں کو برداشت کرتی رہو۔''

''کیسے کروں؟ آپ جانتے ہیں کہ میں ٹھنڈے مزاج کی مالک ہوں لیکن ڈرتی ہوں کہ کسی دن غصے سے مغلوب ہو کر اس سے الجھ نہ پڑوں، میں ایسے وقت سے ڈرتی ہوں۔''

''تمہاری زبان سے یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔ ان سے نفرت کی بُو آ رہی ہے۔''

''کیا کروں، میں آخر ایک عورت ہوں، یہ باتیں نہیں سہہ سکتی۔''

''میں ابھی بتاتا ہوں کہ تم کیا کرو'' میں نے اچانک اسے دبوچ کر بستر پر گرا دیا اور کمر اس کی دبی دبی، مترنم ہنسی کی آواز سے گنگنا اٹھا۔

ہمارے درمیان وہ دوستانہ زور آزمائی زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ گھر میں گھنٹی کی آواز گونجتے ہی غزالہ نے ایک جھرجھری سی لے کر نہایت مہارت سے اپنے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا اور کسی چکنی مچھلی کی طرح میرے ہاتھوں سے پھسل کر، فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی فرش پر سیدھی جا کھڑی ہوئی۔

اس وقت اس کے انگ انگ سے کسی الہڑ دوشیزہ جیسی شوخی جھلک رہی تھی۔ بڑی بڑی چمک دار آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔ یاقوتی ہونٹوں پر عجیب سی ہوش ربا مسکان تھی اور دوران خون کی تیزی کے سبب اس کے رخسار کشمیری سیبوں کی طرح تمتما رہے تھے۔

میں نے بستر سے اٹھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اس نے میرے تیور بھانپ کر پھرتی سے دروازے کا رخ کیا اور بولٹ گرا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

میں بستر سے اترا تو وہ مطمئن تھی کہ دروازے کا بولٹ گرا دیے جانے کے بعد میں اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کروں گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Book of the year 2004

AROUND THE VEDIC SKY

by Noon Meem Jyotishi

A self learning book on Vedic Astrology. The Author has brought the essence of Astrology spreaded in hundreds of books at one place. This book covers all mathematical aspects and major techniques, which astrologers use to casting and predicting a Horoscope.

Mr. Vishnu Bhaskar Jyotishacharya Principal, International Institute of Vedic Astrology has written the forward of this book.

A must for all beginners of

Astrology!

Book Price:	Pak.Rs.	650.00
	US$	20.00
Plus Postage:		
US,Canada,NZ,Australia...	US$	15.00
Other Countries...	US$	12.00
Within Pakistan...		No Postage

Send your Pay Order or Cheque with your name and complete mailing address in the name of

M/s. TURNING POINT PUBLICATIONS

Hafiz Plaza, 57-DACHS, Main Shara-e- Faisal, Karachi-75350 Pakistan.

(Proprietor: Kamran A. Bahalim)

For other information call the author

Noon Meem Jyotishi

Tel: (+92-21) 538-5219

Email: info@vedicguru.com

Website: www.vedicguru.com

Please see the references from AL-QURAN about the Zodiacs and Stars on the following suras & ayats;

(Sr#)	Sura	Ayat
(01)	06	97, 98.
(02)	10	05.
(03)	15	16, 17, 18.
(04)	16	15, 16.
(05)	37	05, 06, 07, 08, 09, 10.
(06)	56	75, 76, 77, 78, 79. (& Al-Nahl-12)

میں نے عقب سے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر اس کے لب و رخسار کو والہانہ انداز میں اپنی چاہت کا خراج پیش کرنا شروع کر دیا۔

اس روز وہ ایک مدت کے بعد مجھے اپنے پرانے شوخ و شنگ روپ میں نظر آئی تھی اور مجھ پر یکا یک کچھ دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ مسرت کے ایسے لمحے ہمیشہ ہم دونوں کے لیے ایک سرمایہ ثابت ہوتے تھے۔

میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو جلال اندر آ چکا تھا۔

''کیا کسی سے لڑ کر آ رہے ہو۔ چہرہ سرخ ہو رہا ہے'' میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا۔

''بدن ٹوٹ رہا تھا۔ کچھ ورزش شروع کی ہوئی تھی'' میں نے ویرا سے نظر بچا کر ایک آنکھ دبا کر جواب دیا ''اب ہاتھ پیر کچھ کھلے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔''

''ان کپڑوں میں ورزش کر رہے تھے!'' ویرا نے سر سے پیر تک میرا نا قدانہ جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''تو کیا کپڑے اتار کر ورزش کرتا؟'' میں نے بے ساختہ پوچھ لیا۔ جلال کا ایک جاندار قہقہہ آزاد ہو گیا۔ ویرا برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

سلطان شاہ اپنے کمرے سے برآمد ہوا اور جلال سے مل کر چلا گیا۔ ویرا وہیں جم گئی۔ غالباً اس نے رنگین اوراق کھنگالنے کا کام سلطان شاہ کے سر ڈال دیا تھا۔

''کل شام کے بعد مجھے اب وقت ملا ہے'' رسمی باتوں کے درمیان جلال نے کہا ''آج رات میں واپس اسلام آباد جا رہا ہوں۔ سوچا کہ جانے سے پہلے تم لوگوں سے مل لیا جائے۔''

''میں بے چینی سے تمہارا منتظر تھا۔ یہ بتاؤ کہ اسلام آباد کی کیا خبریں ہیں۔''

''کسی خبر کا نہ ہونا ہی اچھی خبر کہلاتا ہے'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''محاذ پر ہر طرف خاموشی ہے لیکن وہاں دفتری کام کا ایک انبار جمع ہو گیا ہے۔ فیلڈ اسٹاف کو الاؤنسوں کی ادائیگی سمیت کئی معاملات رکے ہوئے ہیں، میری واپسی ضروری ہے۔''

''گیری پارٹ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں'' میں نے کہا ''وہ اسپیشل ٹاسک فورس کے بارے میں رتی سے رائی تک ہر بات جانتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ڈیٹی کا قصہ جلد ہی ختم نہ ہوا تو اس کی حکومت ایس ٹی ایف کے خاتمے کے لیے بھرپور دباؤ ڈالنے کی تیاری کر رہی ہے۔''

''ایسے واقعات اچانک رونما نہیں ہوتے، اس کے لیے

Downloaded from https://paksociety.com

مہینوں کی تیاریاں درکار ہوتی ہیں'' اس نے بالکل وہی بات کہی جو ہم اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔

''ابھی تک ان کی طرف سے ایک سطر بھی ریکارڈ پر نہیں ہے'' وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یہ ان لوگوں کے نفسیاتی حربے ہیں۔ تم اس کے لیے کرنل داور بنے ہوئے ہو۔ اس نے تم پر دباؤ ڈالنے کے لیے یہ بکواس کی ہوگی۔''

''وقتی طور پر میں پریشان ہوگیا تھا لیکن بعد میں، میں بھی اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ اس کے دباؤ ڈالنے کے حربے تھے۔ وہ جانتا ہے کہ فورس کے بارے میں ہم لوگ کتنے حساس ہیں۔''

''کل اس نے تمہیں یہی جتانے کے لیے بلایا تھا؟'' جلال نے تصدیق چاہی۔

''جاتے ہوئے وہ میری گاڑی میں ایک چپ بھی ڈال گیا تھا'' میں نے کہا۔

چپ کے ذکر پر جلال کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ آئی بی کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ جدید سراغ رسانی میں ایسے آلات کے استعمال سے اسے گہری واقفیت تھی۔ وہ پورا واقعہ جاننے کے لیے بے چین ہوگیا۔

میں نے اطمینان سے اسے پورا واقعہ سنا دیا جو ریلوے ویگن میں چپ کی تدفین پر ختم ہوگیا۔

''یہ گولی تمہارے کان پر سے گزری ہے'' اس نے پورا قصہ سن کر کہا ''اگر تمہیں ان دونوں کی آمد کی بروقت اطلاع نہ ملتی تو یہ گھر اور یہاں رہنے والے چاروں افراد اب تک ان کے نرغے میں آچکے ہوتے۔ گیری نے یہاں آتے ہی اپنے ہاتھ دکھانے شروع کردیے ہیں۔''

''پرسوں تم مجھے اس سے ملوانے کے لیے لے گئے تھے۔ کل اس نے مجھے اولڈ کلفٹن پر بلایا تھا۔ آج صبح میں اس کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔'' میں نے کہا۔

''خوب! تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم اس سے تیسری ملاقات بھی کرچکے ہو۔ تم اس سے کس سلسلے میں ملنے کے لیے گئے تھے؟''

''چپ والا واقعہ سنگین تھا۔ اسے یہ بتانا ضروری ہوگیا تھا کہ ہم لوگ مٹی کے مادھو نہیں ہیں۔ اس کی دوغلی پالیسی کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔''

''سب کی بات نہ کرو۔ تمہاری اور اس کی ون ٹو ون بات چل رہی ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ گیری اور کرنل داور کے درمیان ہے۔ اس میں کوئی تیسرا فریق شامل نہیں ہے'' اس نے میری بات کی تصحیح کی اور پوچھا ''تمہاری شکایت پر اس کا کیا ردِعمل تھا؟''

''اسے ماننا پڑا۔ وہ چپ کو نہیں جھٹلا سکتا تھا لیکن اس نے یہ قلابازی کھالی کہ اس نے دانستہ چپ نہیں ڈالا تھا۔ وہ بے دھیانی میں اس کی جیب سے نکل گیا تھا اور اس کے آدمی اس انمول چپ کو شہر بھر میں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔''

''تم نے بہت اچھا کیا کہ اسے آئینہ دکھا دیا'' اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''تم سرکاری پالیسیوں کی اسیری سے بڑی حد تک آزاد ہو۔ اس روک ٹوک سے ان لوگوں کو احساس دلا سکتے ہو کہ یہ ان کے لیے کھلا میدان نہیں ہے۔''

''یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ ویرا کی گھات میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ آج اس نے مجھ سے ویرا کے بارے میں بھی بات کی ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

''میں اس بارے میں سوچتی رہی ہوں'' ویرا نے ہماری باتوں میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''میرا خیال ہے کہ ایک مرتبہ تم مجھے گیری کے حوالے کر ہی دو۔''

''کیا کہہ رہی ہو؟'' جلال نے حیرت زدہ ہوکر بے ساختہ کہا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں'' ویرا نے ہنس کر کہا ''کرنل داور اپنے فرض سے سبک دوش ہوجائے گا۔ میں اس کے ہاتھ پیر توڑ کر لوٹ آؤں گی۔ ان لوگوں کے جانی اتلاف سے تمہاری سرکار کے لیے کچھ پیچیدہ مسائل پیدا ہوسکتے ہیں لیکن اس قسم کی رسمی مار دھاڑ پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ وہ خود بھی اپنی اس تذلیل کا ڈھنڈورا نہیں پیٹیں گے۔''

''یہ نہ کہو۔ سیاسی فائدے کے لیے وہ اپنے آدمیوں کو ذلیل تو کیا، رسوا بھی کرسکتے ہیں۔ ان سے کوئی حرکت بعید نہیں ہے'' جلال نے چیونگم چباتے ہوئے کہا۔

''تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟'' میں نے پوچھا ''تمہاری بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ اگر یہ کوئی قابلِ عمل تجویز ہوئی تو میں اس پر ضرور غور کروں گا۔''

''سو فیصد قابلِ عمل اور آسان ترکیب ہے'' ویرا چٹکی بجا کر بولی ''اس نے تمہیں اولڈ کلفٹن بلایا تھا۔ تم اسے نیو کلفٹن کے کسی ویران حصے میں بلالو۔ میں بے ہوش بنی رہوں گی۔ تم مجھے اس کے حوالے کرکے لوٹ آنا۔ باقی کام میں خود سنبھال لوں گی۔''

''وہ تمہارے ساتھ کوئی نازیبا حرکت بھی کرسکتا ہے'' میں نے ہنس کر کہا ''تم کو اندازہ نہیں ہے کہ وہ سب تم سے کتنی نفرت کرتے ہیں؟''

Downloaded from https://paksociety.com

''وہ کیا کریں گے۔'' ویرا مجھے گھورتے ہوئے بولی ''میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں، جسے وہ آسانی سے بے دست وپا کرکے من مانی کرلے گا۔ میں اسے زندگی بھر کے لیے عورت کی ضرورت سے محروم کردوں گی۔''

''اُفوہ!'' میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا ''بعض اوقات تم سے بات کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ تمہیں لے جانے سے پہلے وہ تمہارے ہاتھ پیر باندھ سکتا ہے، تمہارے اعصاب کو مفلوج کرنے والی کسی دوا کا انجکشن لگا سکتا ہے۔ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ آخر تم اسے اتنا گھاگ مڑ کیوں سمجھ رہی ہو، وہ بہت چالاک آدمی ہے۔''

اس کے بے جھجک جواب نے مجھے جلال کے سامنے شرمندہ کردیا تھا۔

''وہ کتنا ہی چالاک ہو۔ اگر اسے یہ نہ بتایا جائے کہ تم اسے کس مقصد کے لیے بلا رہے ہو تو اس کے پاس ایک دو ہتھیاروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ وہ اس ویرا نے میں رسی اور انجکشن وغیرہ کہاں سے حاصل کرے گا؟'' ویرا نے مجھ سے پوچھا۔

''بات سمجھ میں آرہی ہے'' جلال نے مجھے آنکھ مار کر کہا ''یہ ویرا کے دل گردے کی بات ہے کہ وہ اتنی بڑی پیشکش کررہی ہے۔ کسی مناسب وقت پر اس تجویز پر عمل کیا جاسکتا ہے۔''

جلال کے لیے گیری سے میری دو ملاقاتیں گہری دلچسپی کا مرکز تھیں۔ اس نے ویرا کی تجویز کی مشروط قبولیت کے ساتھ اسے خاموش کردیا اور پھر اپنے سوالات کا سلسلہ چھیڑ دیا۔

وہ ان ملاقاتوں کی ہر بات جاننے کا خواہاں تھا۔ اسے حیرت تھی کہ گیری نے چپ کے بارے میں میرے الزام کو ذرا سے ہیر پھیر کے ساتھ تسلیم کرلیا تھا۔ اس کے تجربے کے مطابق وہ لوگ آسانی سے اپنی غلطی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ ہر حیل وحجت کے ساتھ اپنے سر سے بلا ٹالنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس کی دانست میں وہ میرے مذاکرات کی خوبی تھی کہ میں نے دلائل کے سہارے گیری کو ایسے گوشے میں لے جاکر کھڑا کردیا تھا جہاں اس کے لیے حقیقت کو تسلیم کرلینے کے سوا کوئی متبادل چارۂ کار نہ رہا ہوگا۔

زور وشور سے باتیں ہوتی رہیں۔ ویرا پوری سرگرمی سے گفتگو میں حصہ لے رہی تھی۔ اس دوران میں جلال نے سوبھراج کا کوئی ذکر نکالا نہ میں نے وہ قصہ چھیڑا۔ اس بارے میں ہونے والی پیش رفت ویرا کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ شیخی میں آکر اس بارے میں کچھ کہہ ڈالے گی اور ہمیں جلال کو وہ کہانی بھی سنانی پڑ جائے گی۔

ویرا بہت بولتی تھی۔ اسے دنیا کے ہر موضوع پر بے تکان بولنے کا خبط تھا لیکن دوران گفتگو وہ اپنے ہر مخاطب کے رجحان کا دھیان رکھتی تھی۔ اپنی اس ہوش مندی کی بنا پر اس نے اندازہ لگالیا کہ بات چیت میں کئی مرتبہ موقع آنے کے باوجود میں نے اپنی طرف سے سوبھراج کا ذکر چھیڑنے میں پہل نہیں کی تھی۔

اس بارے میں، میں چپ تھا تو ویرا نے بھی اپنی زبان بند رکھی۔

گفتگو کے دوران میں غزالہ، ابرار کے ساتھ چائے کی ٹرالی لے کر آئی تو جلال سے اس کی سلام دعا ہوچکی تھی۔ سلطان شاہ پہلے ہی اس سے مل کر چلا گیا تھا۔

جلال کے لیے اسلام آباد اور کراچی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس کا ایک پیر کراچی میں تو دوسرا اسلام آباد میں ہوتا تھا مگر اس نے اسی رات شہر سے روانگی کی اطلاع دے کر اس ملاقات کو کسی حد تک الوداعی رنگ دے دیا تھا۔

وہ روانگی کے ارادے سے اٹھا تو میں نے آواز دے کر غزالہ اور سلطان شاہ کو بھی بلالیا۔ چاروں نے پھاٹک تک آکر الوداعی انداز میں اسے رخصت کردیا۔

''کیا کررہے ہو؟ وہ نمبر تمہیں اب تک نہیں ملا'' گھر میں واپس جاتے ہوئے میں نے ازراہِ تمسخر سلطان شاہ سے سوال کیا۔

''ایک ایک نمبر کو دیکھنا بہت عرق ریزی کا کام ہے'' سلطان شاہ نے اعتراف کیا ''کئی نمبر ایک ایک ہندسے سے رہ گئے لیکن میں لگا ہوا ہوں۔ آدھے سے زیادہ اوراق دیکھ لیے ہیں۔ تھوڑی دیر میں نتیجہ سامنے آجائے گا۔''

''جلال آگیا تھا تو اس سے ذکر کردیتے'' ویرا بولی ''اس کا کوئی آدمی ذرا سی دیر میں سب کچھ معلوم کرکے فون پر بتادیتا۔''

''تمہاری زبان پر تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ یہ کام تم بھی کرسکتی تھیں۔'' میں نے کہا۔

''تم نے اس کے سامنے سوبھراج کا نام ہی نہیں لیا۔ میں سمجھی کہ تم اس کے سامنے تازہ قصے کا ذکر نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے بھی اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔''

''تم نے اچھا کیا۔ ذرا سی بات کرتا تو اسے پورا قصہ بتانا پڑ جاتا'' ڈرائنگ روم میں پہنچ کر میں نے توصیفی لہجے میں کہا ''یہ ذرا نازک معاملہ ہے۔ سوبھراج کے وارنٹ نکلے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

ہیں، ملک بھر کی ساری صوبائی اور وفاقی ایجنسیاں اس کی تلاش میں لگی ہوئی ہیں۔ جلال کو ذرا سی بھی بھنک مل جاتی تو یہ قصہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔''

''تم نے اس بارے میں ابھی تک اول خان سے بھی بات نہیں کی۔ کیا اسے بھی اندھیرے میں رکھنے کا ارادہ ہے؟'' سلطان شاہ نے سوال کیا۔

''وہ خود غائب ہے۔ پتا نہیں کہاں الجھا ہوا ہے۔ ابھی ہمارے پاس ایک مشتبہ فون نمبر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اونٹ کسی کروٹ بیٹھے گا تو دیکھا جائے گا کہ ہمیں کس سے کتنی مدد لینے کی ضرورت ہے۔ اس وقت تک اول خان سے بھی رابطہ ہو جائے گا۔''

''آؤ! دھندے پر چلتی ہو؟'' سلطان شاہ نے ویرا سے پوچھا۔

''میرا موڈ نہیں ہو رہا۔ باقی اوراق تم ہی دیکھ ڈالو'' ویرا نے کسل مندی سے کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ یہ کام مجھے کرنا پڑے گا۔ تم صبر اور تحمل کے ساتھ ٹک کر کوئی کام نہیں کر سکتیں۔ فوری نتیجے والے کاموں میں تمہارا دل خوب لگتا ہے'' سلطان شاہ نے ڈرائنگ روم سے جاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں ہاں، میں ایسی ہی نکمی اور نالائق ہوں۔ تم جا کر نمبر تلاش کرو۔ ہمیں اب دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے کام کرنے کی عادت ڈالنے کی ضرورت ہے'' ویرا نے فضا میں ہاتھ لہرا کر نرمی سے کہا اور سلطان شاہ ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

''قصہ ہاتھ سے نکلنے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی'' اس کے جاتے ہی ویرا مجھ سے مخاطب ہوگئی ''کیا تم سوبھراج کو اپنے ہاتھوں سے کیفرِ کردار تک پہنچانے کا ارادہ کر چکے ہو۔''

''تم قبل از وقت نتیجے اخذ کر رہی ہو۔ یہ سوت نہ کپاس، جولاہے سے لٹھم لٹھا والی بات ہے۔ ہم اپنے طور پر ایسا کوئی کام کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ہماری کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ ہمیں اول خان کو اعتماد میں لینا ہوگا۔''

''میں یہی کہنا چاہ رہی تھی'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی ''خوشی کی بات ہے کہ تمہیں اپنی قانونی حیثیت کا علم ہے لیکن یہ نہ بھولو کہ اس معاملے میں اول خان اور ایس ٹی ایف کی پوزیشن ہم سے مختلف نہیں ہے۔''

اس کی بات درست تھی۔ ہم چاروں عام شہری تھے تو ایس ٹی ایف ماورائے آئین تھی۔ آئینی طور پر اسے قانون کے نفاذ یا تحفظ کا کوئی ریاستی اختیار حاصل نہیں تھا۔ ہمیشہ یہی ہوتا آیا تھا کہ ایس ٹی ایف کے مکمل کیے ہوئے کیسز کا سہرا آخر میں پولیس کے سر سجا دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ہر پولیس افسر ایس ٹی ایف والوں کا لحاظ کرتا تھا۔

''سوبھراج وفاق اور آئی بی کا کیس ہے۔ اگر کامیابی کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے تو سب سے پہلے جلال کو اعتماد میں لیا جائے گا۔''

''اور اول خان کو آپ نظر انداز کر دیں گے!'' غزالہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ابھی تم نے سنا نہیں کہ ویرا کیا کہہ رہی تھی۔ ہماری اور اول خان کی حیثیت یکساں ہے۔ ہم سب مل کر چلیں گے۔ کسی قانونی ادارے کی اعانت کی ضرورت پیش آئے تو جلال ہمارا پہلا اور آخری انتخاب ہوگا۔''

''اب بات صاف ہوگئی'' ویرا مطمئن ہو کر بولی ''یہ سوبھراج کیس میں ہماری پالیسی ہوگی۔ دیکھنا ہوگا کہ سلطان شاہ کیا خبر لاتا ہے۔''

''مجھے قوی امید ہے کہ وہ اچھی خبر لائے گا۔ ہماری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ یہ سوبھراج کی کمین گاہ کا ابتدائی سراغ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔'' غزالہ نے کہا۔

''اپنی نہیں، میری محنت کہو'' ویرا نے شوخی سے اس کی تصحیح کی ''میرے چلے جانے پر تمہارے میاں مٹھو نے تو ناراض ہو کر خود کو اپنے کمرے میں بند کر لیا تھا۔ میں گھر سے قدم باہر نہ نکالتی تو یہ ذرا سی ہلچل بھی نظر نہ آتی۔''

''چلو، یوں ہی سہی!'' غزالہ نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''یہ صرف تمہارے قدموں کی برکت ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں، کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔''

''تم اپنی زبان سے جو چاہو کہتی رہو، اس وقت بھی تمہارا دل گواہی دے رہا ہوگا کہ میری وجہ سے تم لوگوں کو کبھی خفت یا شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔''

''یہ فضول دعوے نہ کرو'' میں نے ان دونوں کی بحث میں شامل ہوتے ہوئے کہا ''تھوڑی دیر پہلے تم نے گیری کو عورت کی ضرورت سے محروم کرنے کا ذکر کر کے مجھے جلال کے سامنے پانی پانی کر دیا تھا۔ ایسی گھٹیا باتیں تیسرے درجے کے غنڈے کیا کرتے ہیں۔''

''میں بھول گئی تھی کہ آج کل گیری سے تمہاری گاڑھی چھن رہی ہے۔ میری بات تمہیں ضرور بری لگی ہوگی۔ اب تم اسے دوسرے پیرائے میں ظاہر کر رہے ہو۔''

''کیا قصہ تھا۔ کیا کہا تھا ویرا نے؟'' غزالہ نے متجسس

Downloaded from https://paksociety.com